خاندانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے شہداء کرام رض

علی اصغر چوہدری

297.64 Ali Asghar Ch.
Khandan-e-Nabuwat (P.B.U.H) Kay Shohda Kiraam/ Ali Asghar Ch.- Lahore : Sang - e - Meel Publications, 2001.
224p.
Kitabiat : p. 224.
1. Islam. 2. Sawaneh
I. Title.

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ سنگ میل پبلی کیشنز/مصنف سے باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جا سکتا اگر اس قسم کی کوئی بھی صورتحال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کاروائی کا حق محفوظ ہے

2001.
نیاز احمد نے
سنگ میل پبلی کیشنز لاہور
سے شائع کی۔

Sang-e-Meel Publications
25 Shahrah-e-Pakistan (Lower Mall), P.O. Box 997 Lahore-54000 PAKISTAN
Phones: 7220100-7228143 Fax: 7245101
http://www.sang-e-meel.com e-mail: smp@sang-e-meel.com
Chowk Urdu Bazar Lahore, Pakistan. Phone 7667970

کمبائن پرنٹرز، لاہور

Marfat.com

فہرست

شہداء کی فہرست ترتیب کے لحاظ سے	حضور اکرم ﷺ سے رشتہ	
1- حضرت عبیدہؓ بن حارث	رشتے میں چچا	13
2- حضرت حمزہؓ بن عبد المطلب	سگے چچا	25
3- حضرت زیدؓ بن حارثہ	منہ بولے بیٹے	44
4- حضرت جعفرؓ بن ابی طالب	چچازاد بھائی	62
5- ~~حضرت عمرؓ بن الخطاب~~	سسر	71
6- ~~حضرت عثمانؓ بن عفان~~	داماد	91
7- حضرت علیؓ بن ابی طالب	چچازاد بھائی' داماد	117
8- حضرت حسنؓ بن علیؓ	نواسے	166
9- حضرت مسلم بن عقیل	چچازاد بھائی کے بیٹے	182
10- حضرت حسینؓ ابن علیؓ	نواسے	194

Marfat.com

قرآن مجید اور جہاد و شہادت

(1) تم ان سے لڑتے رہو' یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لیے ہو جائے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو سمجھ لو کہ ظالموں کے سوا اور کسی پر دست درازی روا نہیں۔ (البقرہ:193)

(2) کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت میں چلے جاؤ گے' حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں کون وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں جانیں لڑانے والے اور اس کی خاطر صبر کرنے والے ہیں۔ (آل عمران:142)

(3) جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے' انہیں مردہ نہ سمجھو۔ وہ تو حقیقت میں زندہ ہیں۔ اپنے رب کے پاس سے رزق پا رہے ہیں۔ جو کچھ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے' اس پر وہ خوش و خرّم ہیں اور مطمئن ہیں کہ جو اہلِ ایمان ان کے پیچھے دنیا میں رہ گئے ہیں اور ابھی وہاں نہیں پہنچے ہیں۔ ان کے لیے بھی کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔ (آل عمران:170-169)

Marfat.com

چند ضروری باتیں

سریہ: وہ فوجی مہم ہے جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف نہ لے گئے ہوں۔

غزوہ: اس فوجی مہم کو کہتے ہیں جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے گئے ہوں' خواہ جنگ ہوئی یا نہ ہوئی ہو۔

پہلا سریہ: سریہ سیف البحر (رمضان 1 ھ بمطابق مارچ 623ء) اس سریہ کے امیر (کمانڈر) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اس سریئے میں استعمال ہونے والا جھنڈا اسلام کا پہلا جھنڈا تھا جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے باندھا تھا۔ اس کا رنگ سفید تھا اور یہ علم (جھنڈا حضرت ابو مُرثد کناز بن حصین غنوی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔)

پہلا غزوہ: غزوہ ابوا' یا غزوہ ودّان (صفر 2 ھ بمطابق اگست 623ء) یہ دونوں نام ایک ہی غزوہ کے ہیں۔ یہ پہلی مہم تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود تشریف لے گئے تھے اور پندرہ دن مدینے سے باہر گزار کر واپس تشریف لائے تھے۔ اس مہم کے پرچم (جھنڈا) کا رنگ سفید تھا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ علمبر دار تھے۔ یعنی جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔

Marfat.com

اسلامی فوج کی ساخت

1- قلب: فوج کا وہ مرکزی حصہ جو درمیان میں ہوتا تھا اور جس میں سالار اعظم موجود ہوتا تھا۔

2- میمنہ: فوج کا دایاں بازو جس کو Right Wing کہتے ہیں۔ یہ قلب کے دائیں ہاتھ پر ہوتا تھا۔

3- میسرہ: فوج کا بایاں بازو جس کو Left Wing کہتے ہیں یہ قلب کے بائیں جانب ہوتا تھا۔

4- مقدمہ: فوج کا ہراول دستہ جو اصل فوج یعنی مذکورہ بالا تینوں حصوں سے کچھ آگے ہوتا تھا۔

5- ساقہ: فوج کا وہ عقبی (پیچھے والا) دستہ جو اصل فوج کے کچھ پیچھے رہتا تھا تاکہ عقب پر نظر رکھی جائے۔

عہد نبوی ﷺ کے چند نامور سپہ سالار

1- حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب
2- حضرت زیدؓ بن حارثہ
3- حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح
4- حضرت علیؓ بن ابو طالب
5- حضرت ابو بکر صدیقؓ بن ابو قحافہ
6- حضرت عمر فاروقؓ بن الخطاب
7- حضرت عمروؓ بن ولید
8- حضرت خالدؓ بن ولید
9- حضرت اسامہؓ بن زید

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

حرفِ اوّل

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک امتیازی وصف یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ نے دین حق کی خاطر جنگیں لڑیں اور آئندہ نسلوں کے لیے لشکر کشی کے ایسے اصول وضع کیے جن پر عمل کر کے فتوحات کو یقینی بنایا جاسکتا ہے۔ نیز جہاد کی فرضیت اور اہمیت اور شہادت کی قدر و قیمت کے اسرار و رموز کی حرارت سے ہر مسلمان کے قلب و جگر کو اس طرح گرمایا کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے تاج شہادت پہننے کے لیے برضا و رغبت تیر و سنان کے وار سہہ کر اپنی جرأت و شجاعت کی ایسی داستانیں رقم کی ہیں کہ ان سے روشنی اور توانائی حاصل کر کے آج کا مسلمان بھی کشمیر اور چیچنیا میں از سرِ نو ان کی ترتیب و تدوین میں حیرت انگیز کارنامے سرانجام دے رہا ہے۔

ہم نے اس کتاب کو خاندانِ نبوت ﷺ کے شہداء کے تذکروں سے مزین کیا ہے اور خاندان کی لغوی تفسیر میں تھوڑی لچک پیدا کر کے ان شہیدوں کے تذکروں کو بھی اس میں شامل کیا ہے جو خاندان بنو ہاشم میں سے نہیں ہیں، لیکن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا رشتہ اس قدر قریبی اور گہرا ہے کہ اس سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ آپ ﷺ کے منہ بولے بیٹے تھے اور ایک مدّت تک زیدؓ بن محمدؐ کہلاتے رہے تھے۔ حضرت عمر فاروق ؓ آپؐ کے سُسر تھے اور ان کی نورِ نظر سیّدہ حفصہؓ آپ ﷺ کی زوجۂ مطہرہ تھیں۔ حضرت عثمانؓ بن عفان آپ ﷺ کے داماد تھے اور آپ ﷺ کی نورِ چشم سیّدہ رقیہؓ اور سیّدہ ام کلثومؓ یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئی تھیں۔

جبکہ باقی تمام شہداء خاندان بنو ہاشم میں سے تھے۔ آپ ﷺ کو ان تین شہیدوں

Marfat.com

(حضرت زیدؓ بن حارثہ، حضرت عمر فاروق ؓ اور حضرت عثمانؓ) سے بے حد محبت تھی۔
حضرت زیدؓ بن حارثہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی شہید ہو گئے تھے اور آپ ﷺ کو ان کی شہادت سے جو دکھ ہوا تھا اس کا ذکر آپ اسی کتاب کے اوراق میں پڑھیں گے۔

ہم نے ان سب شہدائے کرام کے تفصیلی حالات درج کیے ہیں تاکہ قارئین کی معلومات میں اضافہ ہو اور ان کے دلوں میں ان شہداء کی محبت سے ایسا گداز پیدا ہو جس سے ایمان میں استقامت اور عمل میں ارزانی کی توفیق ہو۔

ہم نے اس کتاب کی ترتیب میں "سیر الصحابہ" (کامل) کی بیشتر روایات سے استفادہ کیا ہے کیونکہ یہ بہت معیاری اور مُستند سلسلہ ہے۔ اللہ پاک ان کے مصنّفین کو درجات عالیہ سے سرفراز فرمائیں۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہماری اس کوشش کو شرفِ قبولیت سے نوازیں اور ہماری لغزشوں سے درگزر فرمائیں۔

احقر

علی اصغر چودھری

ارائیں ہاؤس ٹنڈو آدم (پاکستان)
جمعرات 27 صفر 1421ھ
یکم جون 2000ء

Marfat.com

بدر کے میدان میں جنگ کے نازک
لمحات کے دوران حضور اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کی ایک دعا:

"خدایا...... یہ مٹھی بھر جماعت اگر آج
تباہ ہو گئی تو...... قیامت تک تیری پرستش نہ
ہو گی۔"

Marfat.com

Marfat.com

حضرت عبیدہؓ بن الحارث

نام: عبیدہؓ
ولدیت: حارث
نسب: عبیدہؓ بن الحارث بن عبد المطلب بن عبد مناف بن قصیّ
کنیت: ابو معاویہ بھی ہے اور ابو الحارث بھی۔
لقب: شیخ المہاجرین

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ: آپ ﷺ کے پردادا ہاشم بن عبد مناف کے بھائی مُطلب کے پوتے تھے۔ اس لحاظ سے رشتہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہوتے تھے۔

والدہ کا نام: سخیلہ

پیدائش: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دس برس پہلے پیدا ہوئے تھے۔

اسلام: آپ حضرت ابو سلمہؓ بن اسد حضرت عبد اللہؓ بن ارقم اور حضرت عثمانؓ بن مظعون کے ساتھ ہی ایمان لائے تھے۔ اس وقت تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم میں تشریف نہیں لائے تھے۔

آپ جوانی سے گزر کر بڑھاپے میں داخل ہو چکے تھے لیکن حوصلہ اور ہمت جوانوں کی طرح تھا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کفار و مشرکین کی چیرہ دستیوں سے تنگ آکر دار ارقم میں منتقل ہو گئے تو آپ بھی اس مبارک گروہ میں شامل تھے۔ اس وقت مٹھی بھر اہلِ ایمان بھی یہاں پناہ گزین ہو گئے تھے کیونکہ یہ گھر کوہ صفا کے دامن میں تھا اور

Marfat.com

یہاں رہ کر دشمن کے حملوں کے خلاف دفاع کیا جا سکتا تھا۔

شعب ابو طالب: بعثت کے ساتویں سال میں جب قریش نے محسوس کیا کہ مسلمانوں کی تعداد بڑھ رہی ہے تو انہوں نے بنو ہاشم کا بائیکاٹ کر دیا اور ان سب کو شعب ابو طالب میں پناہ لینی پڑی۔ ان پناہ گزینوں میں ہاشمی اور مُطلّبی دونوں قبیلے شامل تھے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے حوالے کرنے یا انہیں تنہا چھوڑنے پر سخت مزاحمت کرتے ہوئے شعب ابو طالب میں پناہ گزین ہو گئے۔

کفار قریش نے اپنی ایک میٹنگ مین بالاتفاق رائے یہ طے کر لیا تھا کہ:

"بنی عبد مناف کا مقاطعہ کیا جائے اور اس پر نہایت سختی سے اس وقت تک عمل کیا جائے جب تک یہ لوگ یا تو واپس اپنے آبائی دین میں داخل ہو جائیں یا آپ اپنی موت مر جائیں۔"

اس کے بعد اس مقاطعہ کی تحریر لکھنے کا آغاز ہو گیا۔ قریش کے تمام قبائلی سردار اور سر برآوردہ لوگ جمع ہو گئے اور یہ شرائط حیطۂ تحریر میں لائی گئیں:

1- خاندان بنو ہاشم سے کوئی رشتہ ناطہ نہ کرے گا۔
2- نہ ان سے کوئی چیز خریدی جائے گی۔
3- نہ ان کے پاس کوئی چیز فروخت کی جائے گی۔
4- نہ انہیں کھانے پینے کا کوئی سامان دیا جائے گا۔
5- نہ ان سے میل جول رکھا جائے گا۔
6- نہ ان سے کبھی صلح کریں گے۔
7- نہ اپنے دلوں میں ان کے لیے نرمی اور رحم کو جگہ دیں گے۔

منصور بن عکرمہ نے معاہدہ کی یہ تحریر قلمبند کی اور قریش کے ان تمام نمائندوں نے اس کی توثیق کر دی۔ بنو ہاشم میں ابو لہب خود اپنے ہی خاندان کے خلاف اس معاہدہ میں شامل ہوا اور اس نے اس کی توثیق بھی کر دی۔

یکم محرم 7ھ بعثت (بمطابق 617ء) کو یہ معاہدہ لکھا گیا اور اسی روز کعبہ کے وسط میں آویزاں کر دیا گیا۔

"النبی الخاتم" صفحہ 51-50 کا ایک اقتباس پڑھیے:

"سنگ دل، سیاہ سینہ، جانچنے والوں نے پھر کیا اس سلسلہ میں کہیں رحم کھایا؟ جو کچھ کر سکتے تھے، سب کچھ کر رہے تھے، لیکن ان کا کیا دکھا؟ عزت پر، آبرو پر، جسم پر، جان پر،

حملوں کی کوئی قسم ایسی نہ تھی' جس کو انہوں نے باقی چھوڑا ہو۔ یقیناً ان کے ترکش میں کوئی تیر ایسا نہ تھا جو چلنے سے رہ گیا ہو۔

نکاحی بیٹیوں کو طلاق دلوائی گئی' سر پر خاک ڈالی گئی' راہ میں کانٹے بچھائے گئے' پشت پر لید سے بھری ہوئی اوجھڑی نماز کی حالت میں رکھی گئی' چہرہ مبارک پر بلغم تھوکا گیا' گردن مبارک میں پھندا لگایا گیا' آخر میں سب جانتے ہیں کہ کھانا بند کر دیا گیا' پانی بند کر دیا گیا' زندگی کے تمام ذرائع روکے گئے' ایک دو ماہ نہیں پورے تین سال تک ابو طالب کی گھاٹی میں اسی حال میں رہنے پر مجبور کیا گیا' خود ان کو مجبور کیا گیا اور ان کے ساتھ بوڑھے ابو طالب اور معصوم بچے' ناتواں عورتیں' جو بنو ہاشم اور چند دوسرے خاندانوں کی تھیں' اسی حال میں ڈالے گئے۔"

شعب ابو طالب میں محصور ہوئے تین سال کا عرصہ گزر گیا تھا اور یہ محصورین جن میں بنو ہاشم اور بنو مطلب کے علاوہ کچھ افراد دوسرے قبیلوں کے بھی تھے' سخت نا قابلِ برداشت مصائب میں مبتلا تھے۔ حضرت عبیدہؓ بن الحارث مُطّلبی بھی صبر و سکون سے یہ تکالیف برداشت کرتے رہے' لیکن آپ ﷺ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑنے کے متعلق کبھی سوچا تک بھی نہ تھا۔

تین سال گزرنے کے بعد ایک دفعہ پانچ قریشیوں کا ایک خفیہ اجلاس مقام حجون پر ہوا اور اس میں یہ طے پایا کہ ترک مقاطعہ کی تحریک کے لیے اپنی دعوت کا آغاز خود ہشام کرے گا اور باقی چار اس کی تائید میں باری باری اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس سے اگلے روز یہ پانچوں آدمی حرم کعبہ میں اس وقت پہنچے جب سرداران قریش بھی وہاں جمع تھے۔ یہ لوگ ان میں گھل مل کر بیٹھ گئے اور ہشام نے بیت اللہ کا سات بار طواف کیا اور پھر ان لوگوں کے پاس آ کر بولا:

"اے مکہ والو' کیا تمہیں یہ بات زیب دیتی ہے کہ ہم کھانے کھائیں' لباس پہنیں اور بنو ہاشم بھوک سے تڑپ رہے ہوں' نہ وہ کچھ خرید سکیں' نہ کہیں آزادی سے چل پھر سکیں۔ خدا کی قسم میں اس وقت تک آرام سے نہ بیٹھوں گا جب تک کہ تعلقات کو توڑ دینے والی اس ظالمانہ تحریر کو چاک چاک نہ کر لوں۔"

ابو جہل مارے غصے کے لال پیلا ہو کر بولا:

"تم جھوٹے ہو' خدا کی قسم تم اسے چاک نہیں کر سکتے۔"

اس پر زمعہ بن الاسعود نے کہا:

Marfat.com

"خدا کی قسم تم سب سے زیادہ جھوٹے ہو، ہمیں سب معلوم ہے کہ معاہدہ کس طرح لکھا گیا۔ ہم اسے ہرگز پسند نہیں کرتے۔"

ابوالبختری عاص بن ہشام بول اٹھا:

"زمعہ نے سچ کہا ہے ہم نہ اس تحریر کو پسند کرتے ہیں نہ اس کے پابند ہیں۔"

اب مطعم نے بھی زوردار الفاظ میں ان تینوں کی تائید کی اور کہا:

"تم ٹھیک کہتے ہو، اس معاہدہ کی اب کوئی حیثیت باقی نہیں رہی۔"

ابو جہل اکثریت کو اپنے خلاف دیکھ کر خاموش ہو گیا۔ لوگ اس دستاویز کو پہلے ہی دیکھ چکے تھے کہ اسے دیمک چاٹ گئی ہے۔ اس لیے محاصرہ کی شدت جاتی رہی اور ایک دن وہی پانچ آدمی ہتھیار سجا کر شعب ابو طالب میں پہنچے اور بنو ہاشم کو باقی دوسرے تمام قبیلوں کے ساتھ اپنے اپنے گھر جانے کی اجازت دے دی۔ ان پانچوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) مطعم بن عدیؓ (2) عدی بن قیس، (3) زمعہ بن الاسود، (4) ابوالبختری عاص بن ہشام، (5) زبیر بن امیہ۔

ان کو ہتھیار بند دیکھ کر قریش میں سے کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ مزاحمت کرتا......

یہ نبوت کا دسواں سال تھا۔

ان انتہائی تکلیف دہ حالات اور ایام میں بھی حضرت عبیدہؓ بن الحارث نے شروع سے آخیر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہایت استقلال اور صبر کے ساتھ رفاقت کا حق ادا کر دیا۔

ہجرت

حالات کا رُخ دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو اجازت دے دی کہ مدینہ کی طرف ہجرت کر جائیں تاکہ یہاں کفار کی چیرہ دستیوں کا شکار بن کر رہنے کی بجائے مدینہ کی آزاد فضاؤں میں سکون سے رہیں، کیونکہ اب وہاں اسلام کی چاندنی پھیل رہی تھی۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہجرت کی اجازت پا کر حضرت عبیدہؓ بھی اپنے بھائیوں طفیلؓ اور حصینؓ اور اپنے بھتیجے مسطحؓ بن اثاثہ بن عباد بن مطلب کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ میں پہنچ گئے اور وہاں حضرت عبداللہؓ بن سلمۃ العجلانی کے مکان میں رہائش اختیار کر لی۔

Marfat.com

ہجرت کے وقت آپ کی عمر ساٹھ سال سے کچھ زیادہ تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آپ بڑی قدر و منزلت رکھتے تھے' اسی لیے لوگوں میں آپ کا لقب ''شیخ المہاجرین'' مشہور ہو گیا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں آکر آپ کو ایک قطعہ اراضی عطا فرمایا تاکہ آپ وہاں مستقل طور پر آباد ہو سکیں۔ چنانچہ آپ اپنے سارے خاندان سمیت وہاں آباد ہو گئے تھے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مواخاۃ کا سلسلہ قائم کیا تو حضرت عبیدہؓ کو حضرت عمیرؓ بن حمام انصاری کا دینی بھائی بنایا۔

ایک سریّہ کی قیادت

اللہ پاک نے مسلمانوں کو جنگ کی اجازت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''جن لوگوں سے جنگ کی جاری رہی ہے' انہیں بھی جنگ کی اجازت دی گئی' کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور یقیناً اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔''

اس اجازت کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کا دائرہ تسلط قریش کی اس تجارتی شاہراہ تک پھیلانے کا منصوبہ بنایا جو مکے سے شام تک آتی جاتی تھی' چنانچہ اس منصوبے کے لیے آپ ﷺ نے دو پروگرام بنائے۔

1- وہ قبائل جو اس شاہراہ کے ارد گرد یا اس شاہراہ سے مدینے تک کے درمیانی علاقے میں آباد تھے' ان کے ساتھ حلف (دوستی و تعاون) اور جنگ نہ کرنے کا معاہدہ۔

2- اس شاہراہ پر گشتی دستے بھیجنا۔

چنانچہ ان دونوں منصوبوں کے نفاذ کے لیے مسلمانوں کی عسکری مہمات کا سلسلہ شروع کیا اور طلایہ گردی کی شکل میں فوجی دستے گردش کرنے لگے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ مدینے کے گرد و پیش کے راستوں پر عموماً اور مکے کے راستوں پر خصوصاً نظر رکھی جائے اور اس کے احوال کا پتہ لگایا جاتا رہے اور ساتھ ہی ان راستوں پر واقع قبائل سے معاہدے کیے جائیں اور مدینہ کے مشرکین و یہود اور آس پاس کے بدوؤں کو یہ احساس دلایا جائے کہ مسلمان طاقتور ہیں اور اب انہیں اپنی پرانی کمزوری سے نجات مل چکی ہے۔ نیز قریش کو ان کی بہادری کے خطرناک نتیجہ سے ڈرایا جائے تاکہ وہ مسلمانوں کو کمزور سمجھ کر انہیں دبانے اور ستانے کی کوشش نہ کریں۔

Marfat.com

دوسرا سریّہ رابغ (شوال 1ھ بمطابق اپریل 623ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبیدہؓ بن حارث بن عبدالمطلب کو مہاجرین کے ساٹھ سواروں کا رسالہ دے کر روانہ فرمایا۔ رابغ کی وادی میں قریش کے قافلہ کے امیر ابوسفیان سے سامنا ہوا۔ اس کے ساتھ دو سو آدمی تھے۔ فریقین نے ایک دوسرے پر تیر چلائے لیکن اس سے آگے کوئی جنگ نہ ہوئی۔

اس سریئے میں مکّی لشکر کے دو آدمی مسلمانوں سے آملے۔ ایک حضرت مقدادؓ بن عمرو البہرانی اور دوسرے عتبہؓ بن غزوان المازنی' یہ دونوں مسلمان تھے اور کفار کے ساتھ نکلے ہی اس مقصد سے تھے کہ اس طرح مسلمانوں سے جاملیں گے۔

حضرت عبیدہؓ کا علم سفید رنگ کا تھا اور علمبردار حضرت مسطح بن اثاثہ بن مطلب بن عبد مناف تھے۔

حضرت عبیدہؓ کی ماتحتی میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص جیسے پُرجوش مجاہد بھی تھے۔ انہوں نے اس موقع پر راہِ حق میں ایک تیر چلا ہی دیا۔ صحیح بخاری میں حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ میں پہلا عرب ہوں جس نے راہِ خدا میں تیر چلایا۔ گویا سریہ عبیدہؓ بن حارث میں سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تیر چلایا گیا تھا۔

غزوۂ بدر

بدر دراصل ایک کنویں کا نام تھا جو اس نواح کے ایک سردار بدر بن حارث یا بدر بن کلاہ نے کھدوایا تھا' لیکن بعد میں یہ ساری وادی بدر کے نام سے مشہور ہوگئی۔ یہ وادی مدینہ سے کوئی اسّی میل جنوب مغرب کی طرف واقع ہے۔ آج کل وہاں ایک اچھا خاصہ گاؤں آباد ہے' جس میں کئی سو مکان اور دو مسجدیں ہیں' جن میں سے ایک جامع کہلاتی ہیں اور عین اس جگہ تعمیر ہوئی جہاں غزوۂ بدر کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک جھونپڑی بنائی گئی تھی اور ارد گرد دور تک نخلستان ہیں۔ یہ وادی بیضوی شکل کی ہے۔ اندازاً پانچ میل لمبی اور چار میل چوڑی ہے۔ اس کے ارد گرد کئی پہاڑیاں ہیں۔ ان میں سے ایک کا موجودہ نام العدوۃ الدنیا اور دوسری کا العدوۃ القصوی ہے' سمندر وہاں سے 12 یا 13 میل دور ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخبروں نے اطلاع دی کہ قریش کا ایک تجارتی

Marfat.com

قافلہ جس میں ایک ہزار اونٹ اور تقریباً پانچ چھ لاکھ درہم کا سامان ہے شام کی طرف سے آرہا ہے۔

آپ ﷺ اس قافلے کو روکنے کے لیے 12 رمضان 2ھ کو 313 صحابہ کے ہمراہ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ حضرت عمروؓ بن ام مکتوم کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔ ان صحابہ میں 72 مہاجرین تھے اور باقی انصار۔ اس لشکر میں چار علم (جھنڈے) تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ مہاجرین کا حضرت معصبؓ بن عمیر کے پاس اور خزرج کا حبابؓ بن منذر اور اوس کا حضرت سعدؓ بن معاذ کے پاس تھا۔ گھوڑے صرف دو تھے۔ اور اونٹ ستر۔

دوسری طرف قریش کا لشکر 950 بہادروں پر مشتمل تھا۔ ان کے ساتھ سات سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے تھے۔

یہ جنگ 17 رمضان 2ھ بروز جمعہ ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم 22-23 رمضان کو واپس مدینہ تشریف لائے تھے۔

بدر کی جنگ میں مسلمانوں کی طرف سے سب سے پہلے شہید مہجع تھے۔ شہادت پانے والے مسلمانوں کی تعداد 14 تھی۔ جن میں چھ مہاجرین اور آٹھ انصار تھے جبکہ قریش کے مقتولین کی تعداد ستر تھی اور ان کے اسیروں کی تعداد بھی ستر تھی۔ ان کے بڑے بڑے سردار ابوجہل، ولید بن عتبہ اور حنظلہ بن ابوسفیان وغیرہ مارے گئے اور اسیروں میں حضرت عباسؓ اور خالدؓ بن ولید کے بھائی ولید بن ولید وغیرہ شامل ہیں۔

جنگ بدر کا احوال:

وجہ جنگ

قریش مکہ کے ظلم و ستم کا مقابلہ کرنے اور مدینہ کی حفاظت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نہایت ہی موثر تجویزیں سوچی تھیں جن میں سے ایک تو مدینہ کے گردونواح کے قبائل سے امن و سلامتی کے معاہدے جن پر عمل ہو چکا تھا، اور دوسری قریش کے قافلوں کو روکنے کے لیے شام کے راستہ کو مخدوش بنانا تھا اور اس سلسلے کی عملی صورت کے طور پر قریش کے اس قافلے پر چھاپہ مارنا ضروری ہو گیا تھا تاکہ قریش کو مالی امداد نہ مل سکے اور وہ مسلمانوں کے خلاف خاطر خواہ تیاری نہ کر سکیں۔ نیز مسلمانوں کی ہیبت

Marfat.com

ان کے دلوں پر بیٹھ جائے۔[3]

چنانچہ آپ ﷺ جب مدینہ سے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ روانہ ہوئے تھے تو افواہ اس وقت بھی یہی تھی کہ قافلے کی حفاظت کے لیے قریش کا لشکر آرہا ہے' اس لیے آپ ﷺ کے پیشِ نظر یہ تھا کہ اس لشکر کے آنے سے قبل ہی قافلہ کو جالیں گے' کیونکہ یہ غارت گری نہ تھی بلکہ جانی دشمنوں کے ایک انتہائی خطرناک منصوبے کو ناکام ونامراد بنانا تھا۔ آپ ﷺ کے سراغ رسانوں نے قریش کے تجارتی قافلہ کی شام سے واپسی کے متعلق اطلاع دی تھی جس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا راستہ روکنے کے لیے یہ سفر اختیار کیا تھا۔

ادھر ابوسفیان میرِ کارواں کو ایک مخبری کے ذریعے یہ خبر مل گئی تھی کہ مسلمانوں کا لشکر آرہا ہے' چنانچہ اس نے مختلف ذرائع سے یہ تسلی کر لینے کے بعد کہ لشکر اسلام اب قریب ہی ہے' اپنے قافلے والوں سے پکار کر کہا مسلمان ہمارے تعاقب میں ہیں' اس لیے یہ راستہ چھوڑ کر ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ چلو۔

چنانچہ قافلے نے بدر کو بائیں چھوڑا اور ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ تیزی سے رواں دواں ہو گیا۔ اہلِ قافلہ کو اگرچہ تشویش سی لاحق ہو گئی تھی' لیکن ابوسفیان نے ضمضام غفاری کو ضروری پیغام کے ساتھ تیز رفتار ناقہ دے کر مکہ کی طرف روانہ کر دیا کہ اہلِ مکہ اس مصیبت کا ازالہ کریں۔

اللہ پاک نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی اطلاع دے دی تھی' کہ ان دو گروہوں (قافلہ یا لشکر قریش) میں سے ایک پر مسلمانوں کا غلبہ ہو گا۔ قرآن مجید میں سورۂ انفال کی آیات 8-7 میں یہ فرمایا گیا تھا:

''یاد کرو' وہ موقع جب کہ اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ دونوں گروہوں میں سے ایک تمہیں مل جائے گا۔ تم چاہتے تھے کہ کمزور گروہ تمہیں ملے مگر اللہ کا ارادہ یہ تھا کہ وہ اپنے ارشادات سے حق کو حق کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے تاکہ حق حق اور باطل باطل ہو کر رہے۔ خواہ مجرموں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔'' (انفال:8-7)

آپ ﷺ نے ذفران کے مقام پر اپنے اصحابؓ کی باتیں سن کر ایک مجلس میں ارشاد فرمایا:

''چلو' اور خوش ہو جاؤ کہ اللہ نے میرے ساتھ دونوں گروہوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا ہے اور میں گویا اس وقت قریش کے پچھڑنے کے مقامات دیکھ رہا ہوں۔''

Marfat.com

احوالِ جنگ

جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو دستورِ عرب کے مطابق قریش کے تین دلاور، شیبہ، اس کا بھائی عتبہ اور اس کا بیٹا ولید اپنے لشکر سے باہر نکل آئے اور مسلمانوں کو مقابلے کے لیے للکارا۔ مجاہدین میں سے عفرا کے بیٹے عوفؓ، معوذؓ اور شاعرِ اسلام عبداللہؓ بن رواحہ نے بہت تیزی سے ان کا رخ کیا۔ مگر قریش نے کہا کہ ہم انصار سے نہیں لڑیں گے۔ ہمارے مقابلے پر بھی ہمارے جوڑ کے آدمی بھیجے جائیں۔ اس پر بنوہاشم کے تین پہلوان حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور ایک معمّر مُطّلبی حضرت عبیدہؓ بن حارث ان کے مقابلہ پر نکل آئے اور نعرۂ تکبیر کی گونج میں دشمنوں سے جا ٹکرائے۔

قریشی قریشی سے لڑ گیا۔ کافر مکّی کے مقابلے پر مومن مکّی خم ٹھونک کر آ گیا۔ دلاورانِ قریش کے مقابلے میں فرزندانِ توحید نے تلواریں سونت لیں۔ لوہے سے لوہا ٹکرا گیا۔[1]

حضرت عبیدہؓ عتبہ بن ربیعہ کے مقابل ہوئے۔ حضرت حمزہؓ شیبہ کے سامنے آ گئے اور حضرت علیؓ ولید سے ٹکرا گئے اور لشکرِ قریش یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ حمزہؓ اور علیؓ نے اپنے مدِ مقابل کو چشم زدن میں مولی کی طرح کاٹ دیا۔ مگر حضرت عبیدہؓ اور ان کے مدمقابل کے درمیان ایک ایک وار کا تبادلہ ہوا اور دونوں شدید زخمی ہو گئے۔ حضرت عبیدہؓ کا پاؤں کٹ گیا تھا اور آواز بند ہو گئی تھی جو مسلسل بند ہی رہی۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر عتبہ پر ایک ایک ہاتھ مارا اور اس کے ٹکڑے کر دینے کے بعد حضرت عبیدہؓ کو اٹھا کر اپنے لشکر میں لے آئے۔ پھر دونوں طرف سے بہادروں نے آگے بڑھ کر ایک دوسرے پر وار کیے اور کچھ گھنٹوں کی لڑائی کے بعد کفار اپنے ستّر جوانوں کی لاشیں اور ستّر قیدی چھوڑ کر بھاگ نکلا۔

دستور کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مجاہدین کے ساتھ تین دن تک میدانِ بدر میں موجود رہے۔ پھر مدینہ کی طرف واپسی کا سفر کیا اور ایک رات وادی صفراء میں ٹھہرے جہاں قریشی قیدی نضر بن حارث کو اسلام دشمنی میں قتل کر دیا گیا۔

1- بعض روایات کے مطابق آپ کا مدّمقابل ولید تھا۔ ایک روایت اس بات کی بھی ملتی ہے کہ آپ کا مقابلہ شیبہ سے ہوا تھا۔ بہرحال آپ کا مدّمقابل بھی تلوار کا شکار ہو گیا تھا۔

Marfat.com

شہادت

بدر میں جنگ ختم ہونے کے بعد جب حضرت عبیدہؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اٹھا کر لایا گیا تو ان کا بدن زخموں سے چُور چُور تھا۔ ان کی حالت دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ پہنچا اور آپ ﷺ نے انہیں تسلی دی اور اپنا سر مبارک اظہارِ شفقت کے طور پر ان کے زانو پر رکھ دیا۔ حضرت عبیدہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا:

"یارسول اللہ کیا مجھے مرگ شہادت نصیب نہ ہو گی؟"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"بلاشبہ تم شہید ہو اور نیکو کاروں کے پیشوا ہو؟"

آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی سن کر حضرت عبیدہؓ کا چہرہ فرط مسرت سے چمک اٹھا اور انہوں نے عرض کیا:

"اگر آج ابو طالب زندہ ہوتے اور مجھے اسی حالت میں دیکھتے تو ان کو یقین ہو جاتا کہ میں ان کے اس قول کا کس قدر مستحق ہوں۔"

ترجمہ: "ہم رسول اللہ کی حفاظت کریں گے یہاں تک کہ ان کے اردگرد جانیں دے دیں گے اور اپنے اہل و عیال سے بے نیاز ہو جائیں گے۔"

حضرت عبیدہؓ بن حارث زخموں کی تاب نہ لا کر یہاں فوت ہو گئے۔ اس وقت ان کی عمر تریسٹھ سال تھی اور وادی صفراء میں ہی آپؓ کو دفن کر دیا گیا۔

حُلیہ :-

قد میانہ ـــــ رنگ گندم گوں ـــــ اور چہرہ خوبصورت۔

اولاد:-

آپ نے متعدد بیویوں سے حسب ذیل اولاد یادگار چھوڑی۔

لڑکے: معاویہ، عون، منقذ، حارث، محمد، ابراہیم۔

لڑکیاں: ریطہ، خدیجہ، سخیلہ، صفیہ۔

۸۸۷۵۷

Marfat.com

فضل و کمال

آپؓ کو دربار نبوت میں غیر معمولی رفعت حاصل تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی نہایت قدر فرماتے تھے۔ آخر میں ہم "خیر البشرؐ کے چالیس جاں نثار" کا ایک اقتباس درج کرتے ہیں۔ جس سے ان کے فضل و کمال پر روشنی پڑتی ہے۔

"غزوۂ بدر سے ایک مدت بعد رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اپنے جاں نثاروں کے ہمراہ وادیٔ صفراء سے گزرے اور رات گزرنے کے لیے وہیں پڑاؤ ڈال دیا۔ ہوا چلنی شروع ہوئی تو اس میں سے مشک کی مسحور کن لپٹیں آرہی تھیں۔ صحابہ کرامؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی:

"یارسول اللہ ﷺ کہیں سے مشک کی لپٹیں بڑی شدّت اور فراوانی سے آرہی ہیں اُن سے ہمارا مشام جان معطّر ہو گیا ہے۔"

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ابو معاویہ[1] کی قبر کے یہاں ہوتے ہوئے تمہیں تعجّب کیوں ہے؟"

غزوۂ بدر کے شہداء[2] (رضی اللہ تعالیٰ عنہم وراضوا عنہ)

1- مہجعؓ بن صالح (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام اور غزوۂ بدر کے سب سے پہلے شہید)

2- عبیدہؓ بن حارث بن مطلب بن عبد مناف بن قصی۔

3- عمیرؓ بن ابو وقاص (مالک) بن اہیب بن عبد مناف۔

4- عاقلؓ بن بکیر بن عبد یالیل۔

5- عمیرؓ بن عبد عمیر بن نقلہ۔

6- عوفؓ یا عوذ بن عفراء۔

7- معوذؓ بن عفراء۔

8- حارثؓ (یا حارثہ بن سراقہ بن حارث)

1- حضرت عبیدہؓ بن حارث کی کنیت۔

2- نقوش رسول نمبر جلد ہشتم صفحہ 123-122

Marfat.com

9- یزیدؓ بن حارث یا حرث بن قیس بن مالک۔
10- رافع بن معلے بن لوذان۔
11- عمیرؓ بن حمام بن جموح بن زید بن حرام۔
12- عمارؓ بن زیاد بن مسکن بن رافع۔
13- مسعدؓ بن خثیمہ الانصاری الدوسی۔
14- مُبشرؓ بن عبدالمنذر بن زبیر بن زید۔
15- سعدؓ بن خولی۔
16- صفوانؓ بن بیضاء فہری۔
17- عبداللہؓ بن سعید بن عاص اُموی۔

PUNJAB UNIVERSITY LIBRARY

Marfat.com

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

نام: حمزہؓ

ولدیت: عبدالمطلب

نسب: حمزہؓ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قُصَیّ

کنیت: ابو یعلیٰ، ابو عمارہ

لقب: اسد اللہ، اسد الرسول، سید الشہداء

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ: آپ آنحضرت ﷺ کے حقیقی چچا تھے۔ آپ ﷺ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ کیونکہ ابولہب کی لونڈی ثوبیہؓ نے دونوں کو دودھ پلایا تھا۔ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چار سال بڑے تھے۔

مشاغل: شمشیر زنی، تیر اندازی اور پہلوانی کا شوق بچپن ہی سے تھا۔ نیز سیر و شکار سے بھی غیر معمولی دلچسپی تھی۔ زندگی کا بڑا حصہ ان ہی مشاغل میں گزرا۔

اسلام: یہاں ہم اپنی کتاب ''حضرت محمد ﷺ، نزول وحی سے غار ثور تک'' کا ایک اقتباس صفحہ 173-167 درج کرتے ہیں تاکہ ساری واردات پر روشنی پڑ سکے۔

''سہ پہر کا وقت ہے۔ عبداللہ بن جُدعان کی لونڈی چلتے چلتے ٹھہر گئی ہے۔ وہ اس طرح کے کئی دردناک مناظر اس سے پہلے بھی دیکھ چکی ہے۔ لیکن آج تو حد ہو گئی ہے۔

''آخر ان ظالموں کو شرم کیوں نہیں آتی۔ کیا ان کی غیرت مر گئی ہے۔''

وہ بڑبڑانے لگتی ہے۔ ''کاش مجھ میں مردوں کی سی طاقت ہوتی تو میں کچھ کر گزرتی۔''

Marfat.com

جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر تسبیح و تہلیل میں محو تھے۔ ابو جہل نے انہیں یوں یکّہ و تنہا دیکھ لیا تھا۔ اس کی رگِ شیطنت پھڑک اٹھی تھی' اس لیے لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا وہاں آ نکلا اور بڑی بد تمیزی سے بولا:

"اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم ہمارے دیوتاؤں کو برا کہنے سے باز آ جاؤ ورنہ میں تمہاری زبان گدی سے کھینچ لوں گا۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا تک نہیں اور برابر ذکر الٰہی میں محو رہے۔ ابو جہل نے اسے اپنی توہین سمجھا اور بڑے غصے کے عالم میں کہا:

"اوہ تم اتنے متکبّر ہو گئے ہو کہ اب میری بات کا جواب تک نہیں دیتے۔ (پھر زور دے کر) سُنتے ہو...... میں کیا کہہ رہا ہوں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی بدستور خاموش ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ضبط و تحمّل کا بحرِ بیکراں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ایسی خرافات کا اس سے پہلے کئی بار جواب دیا ہے۔ اب مزید کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ آخر ایسی لغو اور پوچ باتوں کا جواب بھی کب تک دیا جائے۔ یہ ابو جہل ہی تو تھا جو کہا کرتا تھا۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تمہیں جھوٹا نہیں کہتا' لیکن جو کچھ تم کہتے ہو' وہ جھوٹ ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلسل خاموش رہنے کی وجہ سے وہ غصہ کے مارے آگ بگولا ہو گیا اور مٹھی بھر کنکریاں اٹھا کر اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دے ماریں۔ عبداللہ بن جدعان کی لونڈی یہ دیکھ کر تلملا اٹھی۔ اتنے میں ابو جہل نے ایک پتھر اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر دے مارا' جس سے خون کی ایک لکیر بہنے لگی اور وہ بکتا بکتا وہاں سے چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد درمیانے قد اور مضبوط جسم کا ایک پہلوان سیاہ عمامہ باندھے' کمر سے تلوار لٹکائے' کندھوں پر ترکش ڈالے اور ہاتھ میں کمان پکڑے سامنے سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ اسے دیکھ کر لونڈی کی آنکھوں میں چمک سی پیدا ہو گئی۔ امیدوں کے چراغ جل اُٹھے اور وہ بے تابی کے عالم میں اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ جب پہلوان قریب آ گیا تو اس نے بڑے طنزیہ انداز میں پوچھا:

"آ گئے آپ؟"

"ہاں۔" پہلوان نے بڑی بے پروائی سے کہا۔ "کیوں؟"

لونڈی کو جیسے بھڑوں نے کاٹ کھایا ہو۔ شور و غل مچانا شروع کر دیا۔

"آپؓ تو بس سارا سارا دن شکار ہی کھیلتے رہتے ہیں۔ صبح ہوتی ہے تو گھر سے نکل جاتے ہیں اور شام ہوتی ہے تو واپس آ جاتے ہیں۔"

پہلوان کو اس دو ٹکے کی لونڈی پر بے اختیار غصہ آ گیا اور اس نے نہایت درشتی سے پوچھا: "کیا بکتی ہو؟"

لونڈی نے کہا: "آپؓ کا بھتیجا تو یتیم ہے' اس لیے بے بس ہے' مگر آپؓ کی غیرت کو کیا ہو گیا ہے— ابو جہل نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گالیاں دیں۔ کنکر مارے اور پھر پتھر مار کر زخمی کر دیا۔ بے چارے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کوہ صفا پر تنہا ہی بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے تو ابو جہل کی کسی بات کا جواب تک نہیں دیا۔"

"میرے بھتیجے کو ابو جہل نے زخمی کر دیا ہے۔" پہلوان کی غیرت آتش فشاں پہاڑ کی طرح جاگ اٹھی۔

"آج بنو ہاشم کو اتنا ناتواں سمجھا گیا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ہاتھ اٹھنے لگے ہیں۔"

پہلوان یہ کہہ کر تیزی سے ابو جہل کی تلاش میں چل دیا اور لونڈی کو جیسے یکبارگی گھر یاد آ گیا ہو۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے حرم کعبہ سے آگے بڑھ گئی۔

حضرت حمزہؓ اور ابو جہل

پہلوان حمزہؓ ہیں۔ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور رضاعی بھائی قریش کے نامور پہلوان لاابالی شکاری' جن کی نشانہ بازی اور سپاہ گری کا ہر شخص معترف ہے۔ جو جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے چار سال بڑے ہیں اور آپ ﷺ کے ہم جولی بھی ہیں جو لڑکپن میں اکٹھے کھیلے اور جوانی میں اکٹھے رہے ہیں۔

ابو جہل حرم کعبہ میں سرداروں سے خوش گپیوں میں محو ہے۔ اتنے میں حمزہؓ آتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی چال میں غیر معمولی تیزی ہے۔ چہرہ پر غصہ کے آثار ہویدا ہیں۔ ابو جہل دیکھتے ہی پکار اٹھتا ہے۔

"لو— ابو عمارہ بھی آ گئے۔"

اور سب کی نظریں حمزہؓ کی طرف اٹھ جاتی ہیں۔

حمزہؓ ابو جہل کے بالکل قریب جا کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان کے ایک ہاتھ میں

Marfat.com

کمان ہے۔ آنکھوں سے شعلے نکلتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے سانس کی رفتار بہت تیز ہے۔ انہوں نے ابو جہل سے نہایت درشتی سے پوچھا:

"تم نے میرے بھتیجے کو گالیاں کیوں دیں' پتھر کیوں مارے' تم نے اس کا سر زخمی کر دیا' حالانکہ اس نے تمہاری کسی بات کا جواب تک نہ دیا تھا' کیا تم نے اسے لاوارث سمجھ رکھا ہے؟"

حمزہؓ کے غصے اور جلال سے سب واقف ہیں' اس لیے ابو جہل جلدی سے بولا:

"ابو عمارہ تم خود ہی سوچو' وہ ہمارے دیوی دیوتاؤں کو ہر وقت برا بھلا کہتا رہتا ہے۔ آخر کب تک برداشت کیا جائے۔ اسے کئی دفعہ کہا گیا ہے کہ تم اپنے خدا کی پوجا بے شک کرتے رہو' لیکن ہمارے خداؤں کو برا نہ کہو۔ لیکن وہ اس سے باز ہی نہیں آتا۔"

حمزہؓ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا:

"مگر تم نے اسے مارا کیوں؟ کیا تم نے اسے اکیلا سمجھ لیا ہے؟"

ابو جہل حمزہؓ کے تیور دیکھ کر لرز اٹھا اور نہایت لجاجت سے بولا:

"تم خواہ مخواہ ناراض ہو گئے ہو۔ بس اسے منع کر دو کہ آئندہ ہمارے معبودوں کی شان میں گستاخی نہ کرے ورنہ——"

"ورنہ کیا——؟" حمزہؓ نے آگے بڑھ کر ابو جہل کے سر پر اپنی کمان اس زور سے ماری کہ خون کی دھار بہہ نکلی۔ اس نے گھبرا کر پوچھا:

"حمزہؓ کیا تم مسلمان ہو گئے ہو......؟"

"ہاں۔ ہاں—— میں بھی مسلمان ہو گیا ہوں۔ کیا کر لو گے تم؟" حمزہؓ نے انتہائی جوش و جذبے سے کہا۔

کفار سناٹے میں آ گئے۔ "حمزہؓ مسلمان ہو گئے ہیں۔" یہ بات ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی—— وہ دم بخود رہ گئے اور ابو جہل خوف کے مارے بھاگ نکلا۔ وہ خون پونچھتا جاتا ہے اور زور زور سے پکارتا جاتا ہے:

"یا معشر قریش—— حمزہؓ مسلمان ہو گئے' حمزہؓ مسلمان ہو گئے۔"

حاضرین میں سے کسی کو حمزہؓ سے مزاحمت کی ہمت نہ پڑی اور وہ جوش و جلال کے عالم میں کوہِ صفا کی طرف چلے گئے۔

کوہ صفا پر—— کوہ صدق و صفا جناب محمد صلی اللہ علیہ موجود ہیں۔ سر سے خون کی دھار بہہ کر رخسار تک آ چکی ہے۔ آس پاس کنکریاں پڑی ہوئی ہیں۔ خاموشی طاری ہے۔

Marfat.com

محبوب خداﷺ یاد خدا میں محو ہیں۔ حمزہؓ اپنے بھتیجے' اپنے ہمجولی جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح یکہ و تنہا دیکھ کر بے تاب ہو گئے اور انہوں نے آگے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا۔

"بھتیجے خوش ہو جاؤ' میں نے تمہارا انتقام لے لیا ہے۔ میں نے کمان مار کر ابو جہل کا سر پھوڑ دیا ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیارے چچا کی طرف پیار بھری نظروں سے دیکھا اور فرمایا:

"چچا جان' مجھے ایسی باتوں سے خوشی نہیں ہوتی۔"

حمزہؓ نے حیران ہو کر پوچھا: "بھتیجے اگر ایسی باتوں سے تم خوش نہیں ہوتے تو پھر کس بات سے خوش ہوتے ہو؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا:

"چچا جان اگر آپ مسلمان ہو جائیں تو مجھے بے حد خوشی ہو گی۔"

حمزہؓ نے جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں جھانکا۔ روئے انور کا جی بھر کر نظارہ کیا اور نہایت سکون سے بولے:

"بھتیجے اگر تمہاری خوشی اسی میں ہے کہ میں مسلمان ہو جاؤں' تو...... لو...... میں مسلمان ہوتا ہوں۔"

"اشهد ان لا اله الا الله وحدهٗ لاشريك لهٗ

و اشهدان محمد عبده ورسوله"

جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے مبارک فرط مسرت سے گلنار ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی:

"یا اللہ حمزہؓ کو ثابت قدم رکھ۔"

حمزہؓ...... عمرؓ اور تلوار

عمر بن خطاب بنو عدی کے ستائیس سالہ ذہین نوجوان اور بہادر فرد ہیں۔ وہ انساب کے ماہر اور قریش کے نہایت کامیاب سفیر ہیں۔ یہ دیکھ دیکھ کر ان کا خون کھول اٹھتا تھا کہ مکہ کے چند سر پھرے نوجوان اور کوتاہ اندیش لوگ اپنے ہی خاندان سے کٹ کر رہ گئے ہیں اور اپنے آبائی دین کو ترک کر کے ایک ایسے دین میں شامل ہو گئے ہیں جو صرف ایک خدا کو مانتا

Marfat.com

ہے اور تمام دیوی دیوتاؤں کا انکار کرتا ہے' اس لیے آج انہوں نے ارادہ کر لیا ہے کہ اس نئے دین کی دعوت دینے والے جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی ختم کر دیں تاکہ آیندہ کے لیے اس دین کا سر چشمہ ہی بند ہو جائے۔

جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم میں موجود تھے۔ عمر تلوار لیے ادھر روانہ ہوئے۔ راستہ میں یہ خبر سن کر کہ ان کی بہن فاطمہ اور بہنوئی سعید بھی مسلمان ہو گئے ہیں' غصے کے مارے تلملا اٹھے اور ان کا خاتمہ کر دینے کے لیے ان کے گھر میں داخل ہو گئے' لیکن خلاف توقع ان کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آیا کہ ان کی کائنات ہی بدل گئی اور وہ دار ارقم کی طرف بدلے ہوئے عمر کی حیثیت سے روانہ ہوئے۔ (اس واقعہ کا ذکر ہم آیندہ صفحات میں کریں گے جہاں ان کے اسلام لانے کا تذکرہ کیا جائے گا۔)

دار ارقم میں جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں سمیت تشریف فرما ہیں۔ عمرؓ دروازہ پر سر جھکائے کھڑے ہیں۔ بلالؓ نے اندر جا کر خدمت نبوی ﷺ میں عرض کیا:

"عمرؓ ہیں۔"

عمر کا نام سن کر سب چونک اٹھتے ہیں۔ عمر اسلام کے شدید ترین دشمن ہیں۔ بڑے بہادر اور سخت گیر ہیں اور آج انہیں اس جگہ یوں اچانک دیکھ کر سب حیران رہ گئے ہیں۔ ان کی گھبراہٹ بالکل بجا ہے۔ عمرؓ سے ان کو کسی خیر کی امید نہیں ہے۔ خدا جانے وہ اس وقت کیوں آئے ہیں۔

حمزہؓ نے کہا:

"آنے دو' اگر نیک ارادہ سے آیا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کی تلوار سے اس کا سر اُتار لیا جائے گا۔"

انہوں نے سچ کہا ہے۔ وہ پہلوان ہیں دربارِ رسالت ﷺ کے شیدائی ہیں۔ وہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ہر کسی سے ٹکرانے کے لیے ہمہ وقت تیار ہیں۔ ابھی تین روز پہلے انہوں نے جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ابو جہل کو کمان مار کر زخمی کر دیا تھا......

جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی یہ بات سن کر مسکرا دیتے ہیں اور فرماتے ہیں:

"اسے آنے دو۔" چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا اور عمرؓ اندر داخل ہوئے۔ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف بڑھے۔ ان کی چادر کو مٹھی میں دبا کر زور سے کھینچا اور نہایت رعب و جلال

Marfat.com

سے فرمایا:

"ابن خطاب تمہیں کیا چیز یہاں لائی ہے۔ واللہ میں سمجھتا ہوں کہ تم باز نہ آؤ گے جب تک اللہ تم پر کوئی سخت آفت نازل نہ کر دے۔"

عمرؓ نے سر جھکا لیا ہے۔ ان کی نگاہیں زمین پر گڑ گئی ہیں۔ انہوں نے نحیف سی آواز میں کہا:

"یا رسول اللہ! مسلمان ہونے کے لیے آیا ہوں۔"

مسلمانوں نے خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

سریہ سیف البحر

رمضان المبارک 1ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا علم (جھنڈا) حضرت حمزہؓ کو عنایت فرمایا اور تیس مہاجر صحابہ کرامؓ کے ساتھ قریش کی اس جماعت کے مقابلہ پر بھیجا جو ابو جہل کی ماتحتی میں تین سو کفار پر مشتمل شام سے آ رہی ہے۔ حضرت حمزہؓ جب سیف البحر کے قریب پہنچے تو کفار سے آمنا سامنا ہو گیا۔ طرفین نے جنگ کے لیے صف بندی کی، لیکن ایک شخص مجری بن عمرو الجہنی نے فریقین کو سمجھا بجھا کر لڑائی سے روک دیا اور حضرت حمزہؓ بغیر کشت و خون کے مدینہ واپس آ گئے۔

غزوۂ ودان یا ابواء

صفر 2ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی دفعہ تقریباً ساٹھ صحابہ کرامؓ (جو صرف مہاجر تھے) کے ساتھ قریش مکہ کی نقل و حرکت میں سد راہ ہونے کے لیے ابواء پر فوج کشی فرمائی۔ حضرت حمزہؓ علمبردار تھے اور فوج کی کمان ان کے ہاتھ میں تھی لیکن چونکہ قریش کی جماعت آگے بڑھ چکی تھی، اس لیے لڑائی کی نوبت نہ آئی۔

غزوۂ ذوالعشیرہ

جمادی الآخر 2ھ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ڈیڑھ سو مجاہدین کے ساتھ پھر قریش کی ایک جماعت کی مزاحمت کے لیے نکلے تو علمبرداری کا شرف حضرت حمزہؓ کو ہی حاصل ہوا، لیکن اس دفعہ بھی کوئی جنگ نہ ہوئی اور اس مہم میں صرف بنو مدلج سے امداد باہمی کا ایک عہد نامہ طے پایا۔

Marfat.com

غزوۂ بدر

2ھ میں وسط رمضان المبارک میں بدر کا عظیم الشان معرکہ پیش آیا۔ صف آرائی کے بعد کفار کی طرف سے عتبہ' شیبہ اور ولید میدان میں نکلے اور ان کے مقابلے پر مسلمانوں کی طرف سے چند انصاری نوجوان آگے بڑھے لیکن عتبہ نے پکار کر کہا:

"اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم ناجنسوں سے نہیں لڑ سکتے۔ ہمارے مقابل والوں کو بھیجو۔"

اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہؓ' حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ کا نام لیا۔ بس حکم کی دیر تھی کہ یہ تینوں نیزے ہلاتے ہوئے نبرد آزمائی کے لیے اپنے حریفوں کے مقابل جا کھڑے ہوئے۔ حضرت حمزہؓ کے مقابلہ پر عتبہ تھا' جسے آپؓ نے ایک ہی وار میں واصل جہنم کر دیا۔ حضرت علیؓ بھی اپنے حریف پر غالب آئے' البتہ حضرت عبیدہؓ اور شیبہ میں دیر تک مقابلہ جاری رہا۔ حضرت عبیدہؓ زخمی ہو گئے تو حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ نے حملہ کر کے شیبہ کو تہ تیغ کر دیا۔ مشرکین نے طیش میں آکر عام ہلہ بول دیا۔ دوسری طرف مجاہدین اسلام بھی شیروں کی طرح کفار پر ٹوٹ پڑے۔ گھمسان کا رن پڑا۔ حضرت حمزہؓ کے سر پر شتر مرغ کی کلغی تھی۔ اس لیے جس طرف گھس جاتے' صاف نظر آتے تھے۔ آپؓ کے دونوں ہاتھوں میں تلوار تھی اور مردانہ وار دودستی حملوں سے پرے کا پرا صاف کر رہے تھے۔ غرض تھوڑی دیر میں جب کفار بہت سے قیدی اور مال غنیمت چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کر گئے تو بعض قیدیوں نے پوچھا:

"یہ کلغی لگائے کون تھا؟"

لوگوں نے کہا: "حمزہؓ۔"

تو انہوں نے کہا: "آج سب سے زیادہ نقصان ہم کو اسی نے پہنچایا۔"

غزوۂ بنو قینقاع

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر میں مصروف تھے تو مدینہ کے یہودیوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مدینہ کے مسلمانوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔ جب آپ ﷺ بدر سے واپس تشریف لائے تو یہودیوں کے قبیلہ بنو قینقاع کی دست درازیوں کا حال معلوم ہوا' چنانچہ آپ ﷺ نے وسط

Marfat.com

شوال 2 ہجری میں بنو قینقاع کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ تقریباً پندرہ دن تک جاری رہا۔ یہودیوں نے آخرکار محاصرہ کی شدت سے مرعوب ہو کر ہتھیار ڈال دیئے اور اپنی عہد شکنی کے باعث جلاوطن کر دیئے گئے۔ اس فوج کشی میں بھی علمبرداری کا منصب حضرت حمزہؓ کو عطا ہوا تھا۔

غزوۂ احد

بدر کی شکست فاش نے قریش مکہ کی آتش انتقام کو اور بھڑکا دیا اور شوال 3ھ میں وہ اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ کے قریب پہنچ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے سات سو جانبازوں کے ہمراہ کوہ احد کے دامن میں روکا اور 7 شوال 3 ہجری بروز سنیچر لڑائی شروع ہوئی۔

لشکر قریش

لشکر قریش کی تعداد تین ہزار تھی۔ اسی لشکر میں پندرہ عورتیں بھی تھیں۔ سواری اور باربرداری کے لیے تین ہزار اونٹ تھے اور سواروں کے لیے دو سو گھوڑے سات سو زرہیں تھیں۔

ابوسفیان پورے لشکر کا سپہ سالار تھا۔ رسالے کی کمان خالد بن ولید کے پاس تھی اور عکرمہ بن ابوجہل ان کا معاون تھا۔ لشکر کا پرچم بنی عبدالدآر کے ہاتھ میں تھا۔ اس لشکر کی تیاری کے دوران ہی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جو حضور کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا تھے۔ ایک قاصد کے ذریعے آپ کو اس پورے پروگرام کی اطلاع بھجوادی تھی۔

جنگ کا فیصلہ

صحابہ کرامؓ کے جوشیلے اور نوجوان گروپ نے مدینہ سے باہر نکل کر لشکر قریش کا مقابلہ کرنے کی رائے دی اور ان گرم جوش حضرات میں خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ سرفہرست تھے جو معرکۂ بدر میں اپنی تلوار کے جوہر دکھلا چکے تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب نازل کی۔ میں کوئی غذا نہ چکھوں گا۔ یہاں تک کہ مدینے سے باہر اپنی تلوار کے ذریعے ان سے دو دو ہاتھ نہ کرلوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثریت کے اصرار پر اپنی یہ رائے ترک کر دی کہ کفار کا مقابلہ شہر کے اندر رہ کر کیا جائے اور آخری فیصلہ یہی ہوا کہ مدینے سے باہر نکل کر کھلے میدان میں معرکہ آرائی کی جائے' چنانچہ لشکر اسلام روانہ ہو کر احد کے دامن میں جا پہنچا۔

جبل عینین

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہر تیر ندازوں کا ایک دستہ منتخب کیا جو پچاس جنگی بہادروں پر مشتمل تھا۔ ان کی کمان حضرت عبداللہؓ بن جبیر انصاری کے سپرد کی اور انہیں جبل رماۃ (جبل عینین) پر مقرر فرمایا اور ارشاد فرمایا:

"شہسواروں کو تیر مار کر ہم سے دور رکھو' تا کہ وہ پیچھے سے ہم پر نہ چڑھ آئیں' ہم جیتیں یا ہاریں تم اپنی جگہ پر موجود رہنا تمہاری طرف سے ہم پر حملہ نہ ہونے پائے۔"

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"ہماری پشت کی حفاظت کرنا' اگر دیکھو کہ ہم مارے جا رہے ہیں تو ہماری مدد کو نہ آنا اور اگر دیکھو کہ ہم مال غنیمت سمیٹ رہے ہیں تو ہمارے ساتھ شریک نہ ہونا۔"

صحیح بخاری کے الفاظ ہیں کہ:

"اگر تم دیکھو کہ ہمیں پرندے اُچک رہے ہیں تو بھی اپنی جگہ نہ چھوڑنا' یہاں تک کہ میں بلا بھیجوں اور اگر تم دیکھو کہ ہم نے قوم کو شکست دے دی ہے اور انہیں کچل دیا ہے تو بھی اپنی جگہ نہ چھوڑنا یہاں تک کہ میں بلا بھیجوں۔"

پہلا مقتول

پھر جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہو گئے تو سب سے پہلے لشکر قریش کا ایک بہادر شہسوار نکلا جسے مسلمان "لشکر کا مینڈھا" کہتے تھے۔ اس کا نام طلحہ بن ابی طلحہ عبدری تھا اور یہی قریش کا علمبردار تھا۔ یہ اونٹ پر سوار ہو کر نکلا اور مقابلے کے لیے مسلمانوں کو للکارا۔ مسلمان ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ حضرت زبیرؓ آگے بڑھے اور ایک لمحہ کی مہلت دیئے بغیر شیر کی طرح جست لگا کر اونٹ پر چڑھ گئے پھر اس کافر کو اپنی گرفت میں لے کر زمین پر کود گئے اور تلوار سے اسے ذبح کر دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ولولہ انگیز منظر دیکھا تو فرطِ مسرت سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ مسلمانوں نے بھی نعرۂ تکبیر لگایا۔ پھر آپ ﷺ

Marfat.com

نے حضرت زبیرؓ کی تعریف کی اور فرمایا ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرے حواری زبیرؓ ہیں۔

اس کے بعد عام معرکہ ہوا۔ دونوں لشکر ایک دوسرے سے گتھ گئے اور لشکر قریش کا ایک پہلوان عثمان بن ابی طلحہ سامنے آیا تو حضرت حمزہؓ نے ایک ہی وار سے اس کے ٹکڑے کر دیئے۔ اب گھمسان کا رن پڑ گیا۔ کان پڑی آواز تک سنائی نہ دیتی تھی۔ گھوڑے ہنہنا رہے تھے۔ تلواروں کی جھنکار سے میدان گونج اٹھا تھا۔ تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ انسانی اعضا کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ لوہے سے لوہا ٹکرا رہا تھا اور کچھ دیر کے بعد سورج یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بڑی کروفر سے آنے والا قریشی لشکر جسے اپنی کثرت تعداد اور فراوانی اسلحہ پر بڑا ناز تھا...... راہ فرار اختیار کر رہا ہے اور مسلمان ان کا تعاقب کر کے انہیں میدان سے نکال رہے ہیں۔

تیر اندازوں کی غلطی

ادھر جبل عینین پر مقرر تیر اندازوں میں سے ایک گروہ نے جب یہ دیکھا کہ مسلمان مال غنیمت جمع کر رہے ہیں تو انہوں نے اپنے امیر کے روکنے کے باوجود اپنی جگہ چھوڑی اور میدان میں آ گئے۔ ادھر لشکر قریش کے میمنہ کے امیر خالد بن ولید نے جب جبل عینین کی طرف دیکھا تو موقع سے فائدہ اٹھا کر ان پر پیچھے سے حملہ کر کے سب کو تہ تیغ کر دیا اور پھر ان مسلمانوں پر حملہ کر دیا جو میدان میں مال غنیمت اکٹھا کر رہے تھے۔ مسلمان سامنے اور پیچھے دونوں طرف سے قریش کے لشکر میں گھر گئے اور تقریباً ستر مجاہدین شہید ہو گئے۔ اللہ پاک نے قرآن مجید میں اس واقعہ کے متعلق فرمایا ہے:

''ابتدا میں اس کے حکم سے تم ہی ان کو قتل کر رہے تھے۔ مگر جب تم نے کمزوری دکھائی اور اپنے کام میں باہم اختلاف کیا اور جونہی کہ اللہ نے وہ چیز دکھائی جس کی محبت میں تم گرفتار تھے (یعنی مال غنیمت) تم اپنے سرداروں کے حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھے' اس لیے کہ تم میں سے کچھ لوگ دنیا کے طالب تھے اور کچھ آخرت کی خواہش رکھتے تھے۔ تب اللہ نے تمہیں کافروں کے مقابلے پر پسپا کر دیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے۔'' (آل عمران:152)

شہادت

حضرت حمزہؓ لشکر قریش کے ایک پہلوان ارطاۃ بن عبد شرجیل کو قتل کر کے

دوسرے قریشی سباع بن عبد العزیٰ کی طرف بڑھ رہے تھے اور جوش جہاد میں گردوپیش سے بے نیاز ہو چکے تھے۔ جبیر بن مطعم کا غلام وحشی دوڑ کھڑا انہیں دیکھ رہا تھا۔ اس نے مسلمانوں کی صفوں میں انتشار سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا اور جبل عینین کے پاس گھات میں بیٹھ گیا۔ حمزہؓ اپنی دھن میں چلے آرہے تھے۔ جونہی زد میں آئے۔ وحشی نے حربہ (چھوٹا نیزہ) ان کی طرف پھینکا جو ان کے پیٹ میں ناف سے اوپر گھس کر باہر نکل گیا۔ وہ لڑکھڑا کر گر پڑے اور تھوڑی دیر میں ان کی روح پرواز کر گئی۔

وحشی عالم مسرت میں بھاگتا ہوا اپنے آقا جبیر بن مطعم کے پاس پہنچ گیا اور جب اس نے اپنے اس کارنامے کی تفصیل سنائی تو جبیر نے خوش ہو کر اسے آزاد کر دیا۔ یہاں سے سندِ آزادی حاصل کرنے کے بعد وحشی بچتا بچاتا ہند بنت عتبہ کے پاس پہنچا (یہ سالار لشکر ابوسفیان کی بیوی تھی) اور اسے یہ خوشخبری سنائی۔ ہند کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اس نے چند عورتوں کو اپنے ساتھ لیا اور حمزہؓ کی لاش کی طرف روانہ ہو گئی' کیونکہ مسلمان اب سمٹ سمٹا کر پہاڑ کے اوپر ایک جگہ جمع ہو رہے تھے۔ ہند نے تھوڑی دیر تک حمزہؓ کی لاش کو دیکھا اور پھر بڑی سفاکی سے ان کے کان اور ناک کاٹ کر لاش کا مثلہ کر دیا۔ اس نے ان کا جگر چبانے کی کوشش بھی کی مگر اسے نگل نہ سکی۔ اس لیے تھوک دیا۔ اپنی دانست میں اس نے اپنے باپ عتبہ کا بدلہ لے لیا تھا۔

مسلمانوں کی فتح و نصرت بے شک ان کی شکست میں تبدیل ہو چکی تھی' مگر لشکر قریش بھی فتح یاب نہیں ہو سکا تھا بلکہ شکست خوردوں کی طرح مکہ کی طرف بھاگ نکلا۔ دونوں میں سے کسی کو نہ فتح ہوئی نہ شکست۔ ہاں انہوں نے ایک دوسرے سے بہت کچھ سیکھا اور اس جنگ نے دونوں کی آنکھیں کھول دیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غم

میدان جنگ میں ستر شہیدوں کی لاشیں پڑی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش بھی اس حالت میں پڑی تھی کہ کافروں نے اس کا مثلہ کر دیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری باتیں سننے والے کان کاٹ لیے تھے۔ عزت و شرف کی نشانی' ناک کو جڑ سے کاٹ دیا گیا تھا' جگر کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے اور سید الشہداء خون میں لت پت پڑے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیارے چچا کی لاش دیکھ کر رقت طاری ہو گئی اور کچھ دیر کے بعد انتہائی غم کی حالت

میں یہ الفاظ ادا ہوئے:

"چچا' اللہ تم پر رحم کرے۔ تم قرابت کا حق خوب ادا کرنے والے اور بکثرت نیکی کرنے والے تھے۔"

اسی اثناء میں حمزہؓ کی بہن صفیہؓ بنت عبدالمطلب...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی...... زبیرؓ کی والدہ...... وہاں آ پہنچیں۔ زبیرؓ نے انہیں دور سے دیکھا تو آگے آنے سے روک دیا' لیکن صفیہؓ نے فرمایا:

"بیٹا مجھے معلوم ہے کہ میرے بھائی کی لاش کا مثلہ کیا گیا ہے' اس کی بے حرمتی کی گئی ہے لیکن یہ تو ہمارے لیے فخر کا مقام ہے۔ بیٹا نہ میں روؤں گی' نہ چلاؤں گی۔ صرف دعا پڑھ کر چلی جاؤں گی۔"

وہ قریب آ گئیں۔ بھائی کی لاش دیکھ کر دل کو زبردست دھچکا لگا۔ ایک ہوک سی اٹھی۔ آہ بھر کر انا للہ انا الیہ راجعون پڑھا۔ ان کے لیے دعائے مغفرت کی اور چپ چاپ واپس چلی گئیں۔

حضرت حمزہؓ کی لاش کے پاس ہی عبداللہ بن جحش اور مصعبؓ بن عمیر کی مثلہ کی ہوئی لاشیں موجود تھیں۔ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان جاں نثاروں کی یہ حالت دیکھ کر مغموم اور دل گرفتہ تھے۔

شہیدان احد کا دفن کرنا

شہیدان جنگ کو غسل تو نہیں دیا گیا لیکن ان پر نماز جنازہ پڑھی گئی تھی۔ یہ نماز خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی تھی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ دس دس شہیدوں کو لایا جاتا تھا اور ان کی نماز جنازہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھاتے تھے اور حمزہؓ کی لاش مستقل طور پر وہاں موجود رہتی تھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ حمزہؓ کو حضرت عبداللہؓ بن جحش کے ساتھ دفن کر دیا جائے وہ حضرت حمزہؓ کے بھانجے بھی تھے اور رضاعی بھائی بھی۔

حضرت حمزہؓ کے لیے ایک سیاہ دھاریوں والی چادر کے سوا کوئی کفن نہ مل سکا۔ یہ چادر اگر سر پر ڈالی جاتی تو پاؤں کھل جاتے اور اگر پاؤں پر ڈالی جاتی تو سر کھل جاتا۔ آخر کار چادر سے سر ڈھک دیا گیا اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دی گئی۔

Marfat.com

اصابہ کی رپورٹ

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اصابہ میں لکھا ہے کہ سینتیس (37) سال بعد 40ھ میں حضرت امیر معاویہؓ کے حکم سے احد کی طرف سے نہر نکالی گئی تو کھدائی کے دوران میں کئی شہداء کی لاشیں بالکل تر و تازہ حالت میں ملیں۔ اس سلسلہ میں اتفاق سے حضرت حمزہؓ کے پاؤں میں بیلچہ لگ گیا تو ان کے پاؤں سے خون کی چھینٹیں اسی طرح اڑیں جیسے زندہ آدمی کو زخم لگنے سے خون نکلتا ہے۔

انصاری عورتوں کا نوحہ

مدینہ میں پہنچ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ گھر گھر ماتم برپا ہے۔ کسی کا باپ، کسی کا بیٹا، کسی کا شوہر اور کسی کا بھائی شہید ہوا ہے، مستورات اپنے اپنے شہیدوں کے لیے نوحہ کر رہی ہیں۔ اس دردناک منظر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ پیارے چچا کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور زبان مبارک سے بے اختیار یہ الفاظ ادا ہو جاتے ہیں۔

"حمزہؓ کا کوئی نوحہ خواں نہیں۔"

یہ کرب ناک الفاظ سن کر سعدؓ بن معاذ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے اور گلوگیر لہجے میں کہا:

"اُسیدؓ تم جاؤ اور ہماری خواتین سے کہو کہ سب مل کر عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ماتم کریں۔"

اُسیدؓ اسی وقت روانہ ہو گئے اور تھوڑی دیر میں انصار کی خواتین نوحہ کرتی ہوئی مسجد نبوی ﷺ کے سامنے حجرات نبوی ﷺ کے پاس جمع ہوئیں اور نہایت دردناک لہجے میں یہ اشعار پڑھے۔

ترجمہ:

میری آنکھیں مسلسل اشکبار ہیں اور ان کا رونا برحق ہے لیکن یہ آہ و بکا اور شور و شیون اب کیا فائدہ دے گا۔

یہ ماتم اور نوحہ خوانی اس شیرِ خدا کی ہے، جس کا نام لے کر لوگ پوچھتے پھرتے ہیں کہ کیا حمزہؓ مرد میدان اور جوان جوانان کو بھی پچھاڑ سکتا ہے؟

Marfat.com

حمزہؓ کی شہادت سے عام مسلمانوں پر گویا غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ یہ اداس فضا اور غمگین وافسردہ چہرے حتیٰ کہ خود خیر البشر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی غمگین اور دلفگار ہیں۔

اے آل ہاشم صبر کرو' تمہارا ہر مجاہد (فعّال) بہتر سے بہتر ہی ہوتا ہے۔ حمزہؓ...... اللہ کا سلام ہو آپ پر' اور جنت کی لازوال نعمتیں آپ کا حصہ ہوں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ نوحہ سنتے ہیں تو بے قرار ہو کر فرماتے ہیں:

"یہ عورتیں کون ہیں؟"

سعدؓ بن معاذ عرض کرتے ہیں:

"یہ انصاری بھائیوں کی بیویاں ہیں یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ رحمتوں کی بارش برسائے انصار پر...... ہر ایک سے اخلاص...... اور ہمدردانہ سلوک ان کا خاص شیوہ ہے اور غم نصیبوں کی غمگساری گویا ان کی خصلت بن چکی ہے ہر ایک کا ساتھ دیا کرتے ہیں...... اچھا ان عورتوں سے کہو اپنے اپنے گھر واپس چلی جائیں اور آج کے بعد پھر کسی مرنے والے پر نہ روئیں۔"

اُسیدؓ نے شکریے کے ساتھ خواتین کو واپس جانے کے لیے کہا۔

شہید اور مقتول

اس جنگ میں مسلمانوں کے ستّر آدمی شہید ہوئے۔ جن میں 41 خزرج سے اور 24 اوس سے تھے۔ مہاجرین شہداء کی تعداد صرف چار تھی۔ قریش کے مقتولین کی تعداد 22 تھی جبکہ بعض روایات میں ہے کہ ان کی تعداد 37 تھی۔ (واللہ اعلم)

وحشی

حضرت حمزہؓ کو وحشی بن حرب نے شہید کیا تھا۔ یہ شخص جبیر بن مطعم کا غلام تھا جسے اس نے حمزہؓ کو شہید کرنے کے عوض آزاد کر دیا تھا۔ صحیح بخاری میں خود حضرت وحشیؓ سے روایت ہے کہ:

جب اُحد سے لوگ واپس لوٹے تو میں چلا آیا اور مکہ میں اسلام کا چرچا ہونے تک مقیم رہا۔ پھر وہاں سے طائف چلا گیا۔ اہل طائف نے حضور ﷺ کے پاس کچھ قاصد بھیجے

Marfat.com

اور مجھ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاصدوں کو کچھ نہیں کہتے' چنانچہ میں بھی ان کے ہمراہ ہو لیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پہنچا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا:

"کیا حمزہؓ کو تو نے شہید کیا تھا اور تیرا ہی نام وحشی ہے۔"

میں نے (شرمندہ ہو کر) عرض کیا:

"جی ہاں یا رسول اللہ (ﷺ) جو کچھ آپ ﷺ کو معلوم ہے' صحیح ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر تو میرے سامنے سے ہٹ سکتا ہے تو ہٹ جا۔"

میں اس وقت وہاں سے نکل گیا اور پھر تمام عمر آپ ﷺ کی حاضری میں نہ جا سکا۔ (اس وقت تک وحشی مسلمان ہو چکے تھے) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور مسیلمہ کذاب نے خروج کیا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ مسیلمہ کے مقابلے میں چلنا چاہیے اور اس کو قتل کرنا چاہیے' شاید حضرت حمزہؓ کا بدلہ پورا ہو جائے۔ لہٰذا میں لوگوں کے ساتھ روانہ ہوا۔ (اس کے بعد جو کچھ ہوا سو ہوا جب میں یمامہ پہنچا تو) وہاں میں نے گندمی رنگ کے ایک بکھرے ہوئے بالوں والے آدمی کو دیکھا جو ایک دیوار کے ساتھ کھڑا تھا۔ (یہ مسیلمہ کذاب تھا) میں نے اپنا نیزہ اس کے سینے پر مارا اور دونوں ہاتھوں سے اس کے دونوں مونڈھوں کے درمیان پار کر دیا۔ اتنے میں ایک انصاری لپکا اور اس نے تلوار سے اس کا سر جدا کر دیا۔"

اس طرح حضرت وحشیؓ بن حرب کی ذات سے اسلام کو جس قدر نقصان پہنچا تھا' اسی قدر اس سے فائدہ بھی پہنچا۔

حضرت حمزہؓ کے اخلاق

آپؓ کے اخلاق اور سپاہیانہ خصائل نہایت نمایاں تھے۔ شجاعت جانبازی اور بہادری ان کے مخصوص اوصاف تھے۔ مزاج قدرتاً تیز و تند تھا۔ شراب حرام ہونے سے پہلے اس کے عادی تھے۔ ایک دفعہ ایک انصار کے مے خانے میں صحبت احباب گرم تھی اور دور ساغر کے ساتھ ایک رقاصہ کی خوش الحان راگنیوں سے محفل کا رنگ جما ہوا تھا۔ آپؓ اس مجلس میں موجود تھے۔ اسی حالت میں رقاصہ نے دو اونٹوں کی طرف اشارہ کر کے جو سامنے بندھے ہوئے تھے یہ مصرعہ پڑھا:

Marfat.com

الا یا حمزۃ للشرف النواء

یہ کئی اشعار تھے اور ان کا اردو ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔

آگاہ ہو جاؤ اے حمزہ' فربہ اونٹنیوں کے لیے اور وہ اونٹنیاں صحن میں بندھی ہوئی ہیں۔ ان اونٹنیوں کی کلیجیوں کو ان کے خون کے ساتھ نکال لو اور جلدی کرو' ان کے جوہر کو پینے کے لیے' خواہ ہانڈی کے اندر پکا کر یا بھون کر۔"

حضرت حمزہؓ نشہ کی مدہوشی میں بے اختیار کودے اور دونوں کے جگر اور کوہان کاٹ لائے۔ یہ اونٹ حضرت علیؓ کے تھے۔ انہوں نے یہ حال دیکھا تو آنکھوں میں آنسو آگئے اور اسی حالت میں دربار نبوت میں شکایت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اور حضرت زیدؓ بن حارثہ کو ساتھ لیے ہوئے اسی وقت محفل طرب میں تشریف لائے اور حضرت حمزہؓ کو ملامت فرمانے لگے' لیکن یہاں ہوش و حواس پر نشہ کا قبضہ ہو چکا تھا...... انہوں نے ایک دفعہ سر سے پاؤں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گھور کر دیکھا اور آنکھیں لال پیلی کر کے بولے:

"تم سب میرے باپ کے غلام ہو۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدہوشی کی یہ کیفیت دیکھی تو الٹے پاؤں لوٹ آئے۔ بعد میں حضرت حمزہؓ کو بہت افسوس ہوا۔

حضرت حمزہؓ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور تمام نیک کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے' چنانچہ شہادت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی لاش سے مخاطب ہو کر اس طرح ان محاسن کی داد دی تھی۔

"تم پر خدا کی رحمت ہو کیونکہ جہاں تک مجھے معلوم ہے تم قرابت داروں کا سب سے زیادہ خیال رکھتے تھے۔ نیک کاموں میں پیش پیش رہتے تھے۔"

ازواج و اولاد

آپؓ نے زندگی میں کئی شادیاں کیں۔ بیویوں کے نام یہ ہیں۔ بنت الملہ' ان سے یعلی اور عمر دو لڑکے پیدا ہوئے۔ خولہ بنت قیس' ان سے عمارہ پیدا ہوئے۔ سلمیٰ بنت عمیس' ان سے ایک لڑکی امامہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیب (پروردہ) حضرت عمرؓ بن ابی سلمہ مخزومیؓ سے بیاہی گئیں' مگر ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اسی طرح حضرت حمزہؓ کا سلسلۂ نسل نہ بیٹوں سے اور نہ بیٹی سے چلا۔

Marfat.com

سلمٰی بنت عمیس کے بطن سے امامہؓ نام کی جو لڑکی پیدا ہوئی تھی، فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مراجعت (واپسی) فرمائی تو امامہؓ نے "بھائی بھائی" کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھا کیا۔ حضرت حمزہؓ کے رشتہ داروں میں سے حضرت علیؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت زیدؓ بن حارثہ نے ان کو اپنی اپنی تربیت میں لینے کا دعویٰ کیا، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفرؓ کے حق میں فیصلہ دے دیا، کیونکہ ان کی بیوی اسماء بنت عمیس امامہؓ کی حقیقی خالہ تھیں۔ حضرت علیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امامہؓ سے شادی کر لینے کی ترغیب دی تھی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا اور فرمایا:

"حمزہؓ میرا رضاعی بھائی تھا۔"

مختلف واقعات و حالات

مولانا رومؒ نے مثنوی میں لکھا ہے کہ حضرت حمزہؓ ہمیشہ زرہ پہن کر لڑا کرتے تھے، لیکن عہد شباب کے بعد جب اسلام لائے تو زرہ پہننا بالکل ترک کر دیا اور لڑائیوں میں اس طرح شریک ہونے لگے کہ سینہ سامنے سے کھلا ہوتا اور دونوں ہاتھوں سے تلوار چلا رہے ہوتے۔ لوگوں نے پوچھا، اے عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اے صف شکن مجاہد ایسے جوانمردوں کے سردار کیا آپؓ نے اللہ کا حکم نہیں سنا کہ جان بوجھ کر ہلاکت میں نہ پڑو۔ پھر آپؓ احتیاط سے کام کیوں نہیں لیتے۔ جب آپؓ جوان تھے اور مضبوط و طاقتور تھے۔ اس زمانہ میں آپؓ کبھی زرہ کے بغیر لڑائی میں شامل نہیں ہوتے تھے۔ اب جبکہ آپؓ بوڑھے ہو گئے ہیں تو آپؓ اپنی جان کی حفاظت اور احتیاط کے تقاضوں سے کیوں بے پروا ہو گئے ہیں۔ بھلا تلوار کسی کا لحاظ کرتی ہے اور تیر کسی کی رعایت کرتا ہے۔ ہم تو یہ پسند نہیں کرتے کہ آپؓ جیسا شیر پیشۂ شجاعت اپنی بے احتیاطی کی بدولت دشمن کے ہاتھوں قتل ہو جائے۔

حضرت حمزہؓ نے ان کی باتیں سن کر فرمایا کہ:

"جب میں جوان تھا تو سمجھتا تھا کہ موت انسان کو اس دنیا کے عیش و آرام سے محروم کر دیتی ہے، اس لیے کیوں خواہ مخواہ موت کی جانب رغبت کروں اور اژدھے کے منہ میں جاؤں۔ یہی وجہ تھی کہ میں اپنی جان کی حفاظت کے لیے زرہ پہنتا تھا۔ لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے میرے خیالات بدل گئے۔ اب مجھ کو اس دنیائے فانی سے مطلق کوئی لگاؤ نہیں رہا اور موت مجھ کو جنت کی کنجی معلوم ہوتی

Marfat.com

ہے۔ زرہ تو وہ پہنے جس کے لیے موت کوئی دہشت ناک چیز ہو جس کو تم موت کہتے ہو وہ میرے لیے ابدی زندگی ہے۔"

طبقات ابن سعد میں روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت حمزہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے جبریل امین علیہ السلام کو ان کی اصلی شکل وصورت میں دکھا دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"چچا آپ میں اتنی طاقت نہیں کہ جبریل امین علیہ السلام کو اصلی شکل میں دیکھ سکیں۔"

لیکن حضرت حمزہؓ نے انہیں دیکھنے پر اصرار کیا۔ ایک دن جبریل امین علیہ السلام نازل ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہؓ سے فرمایا:

"اپنی نگاہ اوپر اٹھائیے۔ اور دیکھئے جبریل علیہ السلام اپنی اصلی صورت میں نازل ہوئے ہیں۔"

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے نگاہ اٹھائی تو حضرت جبریل علیہ السلام کے پاؤں دیکھ کر ہی غش آگیا۔

امام حاکمؒ نے مستدرک میں حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں گزشتہ رات جنت میں داخل ہوا تو دیکھا کہ جعفرؓ ملائکہ کے ساتھ اڑ رہے ہیں اور حمزہؓ ایک تخت کے اوپر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔

Marfat.com

حضرت زیدؓ بن حارثہ

نام: زیدؓ

ولدیت: حارثہ

والدہ: سعدیٰ بنت ثعلبہ بنی معن سے تھیں جو قبیلۂ بنو طے کی ایک شاخ تھی۔

نسب: زیدؓ بن حارثہ بن شرجیل بن کعب بن عبدالعزیٰ۔ آپ کے والد بنو قضاعہ سے تعلق رکھتے تھے جو یمن کا ایک معزز قبیلہ تھا۔

کنیت: ابو اسامہؓ۔

لقب: حبّ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

فضیلت: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنا بیٹا کہا۔ متبنیٰ ہونے کا اعلان فرمایا۔ چونکہ آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنا بیٹا فرمایا ہے' اس لیے ہم نے ان کو خاندانِ نبوت کے شہداء میں شمار کیا ہے۔

اسلام: طلوع اسلام کے ساتھ ہی چھوٹی عمر میں آپؓ نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

اپنے گھر سے رسول اللہ ﷺ کے کاشانۂ مبارک تک

ذیل میں ہم اپنی کتاب ''حضرت محمد...... ولادت سے نزول وحی تک'' کا ایک اقتباس درج کرتے ہیں:

''سہ پہر کا وقت ہے۔ چند نفوس پر مشتمل ایک قافلہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ اس میں قبیلۂ کلب کے حارثہ بن شرجیل کی بیوی سعدیٰ بنت ثعلبہ' جو قبیلۂ طے

Marfat.com

کی شاخ بنی معن سے ہے...... اپنے آٹھ سالہ بچے زید کے ساتھ موجود ہے...... جب یہ قافلہ ایک گھاٹی سے گزرتا ہے تو سامنے سے چند رہزن ناگہاں وارد ہوتے ہیں اور ان کو سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر لوٹ مار کا بازار گرم کر دیتے ہیں۔ جب چھینا جھپٹی اور شور و غوغا کا یہ ہنگامہ فرو ہوتا ہے تو سعدیٰ یہ دیکھ کر بے ہوش ہو جاتی ہے کہ سامان کے ساتھ ساتھ اس کا بیٹا زید بھی غائب ہے اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے جاتے ہیں اور جب ذرا ہوش آتا ہے تو بیچاری چلا اٹھتی ہے:

"ہائے میرا زید...... ہائے میرا نور نظر...... ڈاکو اسے بھی لے گئے...... آہ میری دنیا اندھیر ہو گئی...... میں کیا کروں...... کہاں جاؤں...... مجھ دکھیاری کا اب کیا ہو گا...... حارث کو کیا منہ دکھاؤں گی......"

قافلہ میں سے چند آوازیں بلند ہوتی ہیں:

"سعدیٰ اب صبر کرو' اب کیا ہو سکتا ہے 'کیا تم نہیں دیکھتیں کہ زید کے ساتھ اور کئی آدمی بھی غائب ہیں۔"

بدنصیب ماں روتی دھوتی اور بین کرتی ہوئی قافلہ کے ہمراہ چل دیتی ہے۔ یہ رہزن بنی قیس بن جشر کے آدمی تھے جو ان اغوا ہونے والے بندوں کو بازار عکاظ میں بیچنے کے لیے لے گئے تھے۔

عکاظ کی منڈی میں لونڈی غلام فروخت ہو رہے ہیں۔ خریداروں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حکیم بن حزام بھی شامل ہیں۔ ان کی نگاہ میں آٹھ سال کا ایک بچہ...... زید...... کھب جاتا ہے۔ آپ اسے معقول قیمت پر خرید لیتے ہیں اور گھر میں لا کر اپنی پھوپھی ام المومنین حضرت خدیجہؓ کو بطور تحفہ پیش کرتے ہیں جو زید سے شفقت کا اظہار کرتی ہیں۔ ان کے سینے میں ماں کا دل دھڑکتا ہے۔ ان کے اپنے بچے ہالہ' حارث اور ہند بھی موجود ہیں۔ وہ زید کو دیکھ کر آہ بھرتی اور کہتی ہیں:

"یہ بھی کسی ماں کا لاڈلا ہے۔ آہ...... بے چاری اس کے غم میں کس طرح گھلتی جا رہی ہو گی۔"

زید کو اس گھر میں آ جانے کے بعد ماں کا پیار مل جاتا ہے اور فطرت پکار پکار کر کہہ رہی ہے۔

"پیارے زید...... گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہاں تمہیں ماں کا پیار اور باپ کی شفقت ملے گی۔ اس گھر سے پیار کے وہ ازلی اور ابدی سوتے پھوٹنے والے ہیں جن سے

Marfat.com

سیر اب ہو کر تم اپنے ماں باپ کو بھول جاؤ گے۔ اس گھر سے رحمت کی گھٹا اٹھنے والی ہے جو سارے جہان کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ تم خوش نصیب ہو جو یہاں پہنچ گئے ہو۔"

وقت گزرتا گیا اور ایک دن جناب محمد ﷺ بن عبداللہ اس گھر میں دولہا بن کر تشریف آئے۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا دنیا کی سب سے زیادہ خوش نصیب خاتون ہیں جن کو سید الانبیاء ﷺ کی رفیقۂ حیات بن جانے کی سعادت نصیب ہوئی۔

حضرت خدیجہؓ نے زید کو جناب محمد ﷺ کے لیے ہبہ کر دیا۔ ان کی صاف ستھری عادتیں دیکھ کر جناب ابوالقاسم محمد ﷺ کو مسرت ہوتی ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں زید کے لیے ایسی شفقت ہے جو ان کی زندگی میں تازگی، طبیعت میں خوشی اور سیرت میں عمدگی پیدا کرتی ہے، جس سے پاس پڑوس کے تمام لوگ بہت متاثر ہوتے ہیں۔

حضرت زیدؓ کے والد مکہ میں

حج کا زمانہ ہے۔ زید کی عمر کا تقریباً سولہواں سال ہے۔ وہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں۔ یکایک ان کی نظریں اٹھتی ہیں تو چند آدمی دکھائی دیتے ہیں جو ان کی طرف ٹکٹکی باندھے ہوئے ہیں۔ آپ بھی انہیں غور سے دیکھتے ہیں تو صورتیں آشنا سی محسوس ہوتی ہیں۔ وہ آگے بڑھتے ہیں۔ کچھ وہ ان کی طرف آتے ہیں اور جب آمنا سامنا ہوتا ہے تو ان میں سے ایک آدمی بے اختیار ان سے لپٹ جاتا ہے اور دوسرا کہتا ہے:

"اوہ...... یہ تو حارث کا بیٹا زید ہے۔"

"ہاں...... میں نے بھی آپ کو پہچان لیا ہے۔" زید جواب دیتے ہیں۔

یہ قبیلۂ بنو کلب کے لوگ اور زید کے اقرباء میں سے ہیں۔ وہ زید سے ان کی ساری داستان سن کر متحیر رہ جاتے ہیں اور ایک آدمی کہتا ہے:

"زید تمہاری جدائی میں تمہارے والدین کا برا حال ہے۔ تمہارا باپ حارثہ بن شرجیل تمہارے فراق میں رات دن یہ شعر پڑھتا رہتا ہے۔ ترجمہ:

(1) "میں زید پر رویا اور مجھے نہیں معلوم کہ اسے کیا ہوا، کیا وہ زندہ ہے جس کی امید کی جائے یا اسے موت آ گئی۔

(2) واللہ مجھے معلوم نہیں اگرچہ میں اس کی تلاش میں ہوں کیا تجھے زمین کھا گئی یا پہاڑ نگل گیا ہے۔

(3) اے کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تو کسی وقت مجھے واپس بھی ملے گا۔ اگر مجھے یہ معلوم ہو جاتا تو دنیا بھر کے بدلے تیری واپسی کو کافی سمجھتا۔

(4) آفتاب اپنے طلوع کے وقت مجھے زید کی یاد دلاتا ہے' اور اس کی یاد آجاتی ہے جب شب کی تاریکی پھیلتی ہے۔

(5) ہوائیں چلتی ہیں تو وہ بھی اس کی یاد کو تازہ کرتی ہیں' آہ...... میرا غم واندوہ کس قدر طویل ہے۔

(6) میں اس کی تلاش میں اونٹ پر سوار ہو کر روئے زمین کا چپّہ چپّہ چھان ماروں گا اور میری تلاش کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ اونٹ نہ تھک جائے۔

(7) میری زندگی باقی رہے یا موت آجائے' ہر شخص فانی ہے اگرچہ امید اسے دھوکا دیتی ہے۔

یہ اشعار سن کر زید پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور جذبات کا تلاطم جب ذرا مدھم پڑتا ہے تو کہتے ہیں۔ ترجمہ:

1- میری قوم کو خبر پہنچادو' اگرچہ میں دور ہوں کہ میں بیت اللہ میں مشعر الحرام کے پاس مقیم ہوں۔

2- اس غم سے باز رہو جس نے تمہیں نڈھال کر دیا ہے اور میری تلاش میں روئے زمین کو اونٹوں سے نہ روندو۔

3- کیونکہ بحمد اللہ میں شریف خاندان میں ہوں۔ ایسا شریف خاندان جو نسلاً بعد نسل بزرگ رہتا چلا آیا ہے۔

اس کے بعد زید تو کاشانۂ محمد ﷺ کی طرف لوٹ آتے ہیں اور قبیلۂ بنو کلب کے یہ لوگ اپنے وطن کو روانہ ہو جاتے ہیں۔

حارثہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

ان لوگوں کی زبانی زید کی خبر سن کر حارثہ پر شادیٔ مرگ کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور وہ اپنے بھائی کعب کو ساتھ لے کر منزلیں مارتا ہوا مکہ میں پہنچتا اور جناب محمد ﷺ کے متعلق دریافت کرتا ہے تو اسے اطلاع ملتی ہے کہ وہ بیت اللہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ دونوں بھائی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور یہ نورانی چہرہ مبارک دیکھ

Marfat.com

کران میں امید اور انبساط کی لہر دوڑ جاتی ہے۔
حارث عرض کرتا ہے:
"آپ فرزند عبداللہ و عبدالمطلب اور چراغ کاشانۂ ہاشم آپ ﷺ سردار قوم کے نور نظر اور فخر قریش کے لخت جگر ہیں۔ آپ ﷺ اہلِ حرم ہیں۔ رب کعبہ کے ہمسایہ اور بیت اللہ کے پاسبان آپ ﷺ جو غمزدوں کا غم دور کرتے ہیں اور اسیروں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم آپ ﷺ سے اپنے بیٹے کی آزادی کے ملتجی ہیں جو آپ ﷺ کے پاس ہے۔ آپ ﷺ ہم پر احسان کیجئے۔ آپ ﷺ تو احسان کرنے والے ہیں۔ اس کا فدیہ قبول کر کے ہم سے نیکی کیجئے، جس قدر فدیہ آپ ﷺ چاہیں ہم ابھی پیش کرتے ہیں۔"
جناب محمد ﷺ نہایت ملائمت سے فرماتے ہیں:
"وہ کون ہے؟"
حارث عرض کرتا ہے:
"میرا بیٹا زید......"
جناب محمد ﷺ "کیا تم اس کی آزادی کے سوا کسی اور صورت میں بھی راضی ہو؟"

حارث: "وہ کون سی صورت ہے؟"
جناب محمد ﷺ: "میں زید کو بلاتا ہوں۔ اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہتا ہے تو میں اس کا کوئی فدیہ نہ لوں گا، اسے بلا معاوضہ ہی آزاد کر دوں گا۔ لیکن اگر وہ میرے پاس رہنا پسند کرے تو میں ایسا آدمی نہیں ہوں کہ جو شخص میرے پاس رہنا چاہے اسے خواہ مخواہ نکال دوں۔"
حارث: "یہ تو آپ ﷺ نے انصاف سے بڑھ کر بات فرمائی ہے۔ آپ ﷺ بچے کو بلا لیں۔"
جناب محمد ﷺ پیغام بھیج کر زید کو بیت اللہ میں ہی بلوا لیتے ہیں۔ زید حاضر ہو جاتے ہیں اور جناب محمد ﷺ پوچھتے ہیں:
"زید ان دونوں کو جانتے ہو؟"
زید: "جی حضور ﷺ جانتا ہوں۔ یہ میرے والد ہیں اور دوسرے چچا ہیں۔"
جناب محمد ﷺ: "تم ان کو بھی جانتے ہو اور مجھے بھی۔ اب تمہیں پوری پوری آزادی ہے، چاہو تو ان کے ساتھ چلے جاؤ اور چاہو تو میرے ساتھ رہو۔"

Marfat.com

زید: "آقا حضور ﷺ میں آپ ﷺ کو چھوڑ کر کسی کے پاس نہیں جانا چاہتا۔"

زیدؓ ابن محمد ﷺ

یہ انوکھی بات سن کر حارث اور کعب دونوں حیران رہ جاتے ہیں۔ زید نے یہ کیا کہہ دیا۔ کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ بیٹا باپ اور چچا کو چھوڑنے کے لیے تیار ہو جائے' لیکن اپنے آقا کو چھوڑنا پسند نہ کرے اور آزادی پر غلامی کو ترجیح دے۔ سات سال تک بیٹے کی جدائی میں تڑپتے رہیں۔ آنکھیں اشکبار اور سینہ فگار ہو اور جب لخت جگر سے ملاقات ہو تو وہ انہونی بات کہہ کر امیدوں کے سب چراغ گُل کر دے۔ خوشی کے پھول مسل دے۔ باپ کو چھوڑ کر آقا کا دامن تھام لے اور اپنے گھر کا رخ کرنے کی بجائے زندان کی طرف چل دے۔ یہ سب کچھ بلاشبہ حیرت زا' حیرت انگیز اور افسوسناک ہے لیکن یہاں معاملہ حارث اور جناب محمد ﷺ میں سے کسی ایک کو منتخب کرنے کا ہے۔ حارث' زید کا باپ ہے لیکن جناب محمد ﷺ وہ ہیں جنہیں خالق اکبر نے پوری کائنات میں سے چن لیا ہے پھر بھلا زید جناب محمد ﷺ کو کیونکر محبوب نہ رکھیں گے۔ ان کے دوٹوک فیصلے کو سن کر حارث اور کعب کی رگ حمیت پھڑک اٹھتی ہے اور حارث تاسف اور طیش کے ملے جلے جذبات سے مغلوب ہو کر کہتا ہے:

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو' کیا تمہیں آزادی پسند نہیں جو غلامی پر راضی ہو۔ ہماری طرف دیکھو۔ ہم نے تمہاری جدائی میں کس طرح رو رو کر سات سال گزارے ہیں۔ تمہاری تلاش میں دن رات سرگرداں رہے ہیں اور ایک تم ہو کہ غلامی میں خوش ہو اور اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر غیروں کے پاس رہنا چاہتے ہو۔"

زید: "میں نے آقا حضور ﷺ میں جو اوصاف دیکھے ہیں ان کا تجربہ کر لینے کے بعد اب دنیا میں کسی کو بھی ان پر ترجیح نہیں دے سکتا۔"

حارث کی آنکھوں کے سامنے سے جیسے پردہ ہٹ گیا ہو۔ اس نے آقا اور غلام دونوں کا بغور جائزہ لیا اور یہ دیکھ کر کہ اس بات میں کسی قسم کا کوئی کھوٹ نہیں ہے' نہ ہی زید پر کوئی دباؤ ہے' اسے اپنے بیٹے کی رضامندی پر خوشی محسوس ہوئی اور بولا:

"بیٹے اگر تم اپنے آقا ﷺ کے پاس خوش ہو تو میں بھی راضی ہوں۔ تمہاری خوشی میں میری خوشی ہے۔"

جناب محمد ﷺ نوجوان زید کی وفاداری پر بے حد مسرور ہیں اور ان کا ہاتھ پکڑ کر

حجر اسود کے پاس کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:
"یا معشر قریش، تم سب اس بات کے گواہ ہو کہ زید میرے بیٹے ہیں اور میں ان کا وارث ہوں اور وہ میرے وارث ہیں۔"

حاضرین اس انوکھے اعلان کو سن کر بھونچکا سا رہ جاتے ہیں۔ یہ عرب کی سرزمین پر اپنی نوعیت کا عجیب ترین واقعہ ہے۔ لوگ رہزنی کرتے اور انسانوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح فروخت کرتے ہیں۔ آقا مظلوم غلاموں پر جی بھر کر ظلم کرتے ہیں، ان کے نزدیک نہ تو یہ انسان ہیں اور نہ ہی انہیں انسانوں کی طرح رہنے کا کوئی حق ہے، لیکن یہاں آقا ﷺ غلام کو آزاد کر رہا ہے۔ بیٹا باپ کو چھوڑ کر آقا ﷺ کا دامن تھام لیتا ہے اور آقا ﷺ اعلان کرتا ہے کہ آج سے یہ غلام نہیں بلکہ میرا بیٹا ہے۔ میرا وارث ہے۔

نوع انسانی پر یہ جناب محمد ﷺ کا احسان ہے۔ یہ رحمتہ للعالمین کی شان ہے۔ اولاد آدم کی آزادی کا اولین اعلان ہے۔

اس جود و کرم نے حارثہ کو اطمینان قلب کی دولت سے مالا مال کر دیا ہے۔ وہ اپنے بھائی کے ساتھ خوشی خوشی واپس چلا جاتا ہے اور لوگ اب اس کے بیٹے کو زید بن محمد ﷺ کہتے ہیں۔

اسلام

خدیجۃ الکبریٰ جیسی پاکباز خاتون اپنے سرتاج جناب محمد ﷺ کی زبان صدق بیان سے اقراء کا واقعہ سنے اور کسی وسوسے میں مبتلا ہو جائے؟ یہ اسی طرح ناممکن ہے جس طرح آفتاب عالم تاب کو دیکھ کر کوئی اس کے وجود میں شک کرے۔ حق شناس خاتون نے آفتاب نبوت کی پہلی کرن دیکھتے ہی بے اختیار کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئیں۔ نزول وحی کا واقعہ سنا کر گویا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی تبلیغ کا آغاز کر دیا تھا اور اس پر آمنّا و صدقنا کہنے کا شرف سب سے پہلے اس خاتون کو حاصل ہوا، جس نے اپنے پندرہ سالہ عملی تجربہ کی بنا پر جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کا سب سے زیادہ پاکباز اور سچا انسان پایا تھا۔

علی رضی اللہ عنہ گو نو عمر ہیں، لیکن صدق و صفا کا ذاتی جوہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت سے نکھر گیا ہے۔ وہ بھی کلمہ پڑھ لیتے ہیں۔

زید بن حارثہ اسی گھر میں پروان چڑھے ہیں۔ انہوں نے اس گھر کی غلامی کو آزادی پر ترجیح دی ہے۔ وہ بھی حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے ہیں۔ ان کے ساتھ حضور اکرم

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست ابو بکرؓ اسلام قبول کر لیتے ہیں۔

نزول وحی کے پہلے ہی دن ان چار پاکیزہ روحوں نے اللہ جل شانہ کے پیغام پر شرح صدر کے ساتھ لبیک کہہ کر وہ سعادت حاصل کرلی جو پھر کسی کو نصیب نہ ہو سکی۔ گلشن اسلام میں کھلنے والے یہ چار پھول اسی حقیقت کے شاہد ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جوانی اجلی چاندنی سے زیادہ شفاف گلوں کی مہک سے زیادہ معطر اور کلیوں کی نفاست سے کہیں بڑھ کر پاکیزہ ہے اور وہ جو کچھ کہتے ہیں ہمیشہ سچ ہوتا ہے۔

نکاح

ام ایمن رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آیا اور کنیز تھیں۔ آپ ﷺ ان کو نہایت محبوب رکھتے تھے اور امی بعد امی فرمایا کرتے تھے۔ اور امی کہہ کر مخاطب فرماتے تھے۔ ایک روز آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی جنتی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کو ام ایمنؓ سے نکاح کرنا چاہیے۔ حضرت زیدؓ نے (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے کسی موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے) ان سے نکاح کر لیا' چنانچہ اسامہ بن زیدؓ جو اپنے والد کے بعد حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب سے مشہور ہوئے' ان ہی کے بطن سے مکہ میں پیدا ہوئے۔

ہجرت

مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح یہ بھی حضرت کلثوم بن ہدم کے مہمان ہوئے اور حضرت اُسیدؓ بن حضیر انصاری جو قبیلہ عبدالاشہل کے معزز رئیس تھے' ان کے اسلامی بھائی بنائے گئے۔ وہ اب تک مکے میں خاندان نبوت کے یک فرد کی حیثیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔ لیکن مدینہ شریف پہنچ کر آپ ﷺ نے ان کے لیے ایک علیحدہ مکان مخصوص فرمادیا اور اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ بنت جحش سے نکاح کر دیا۔ اس طرح یہ دوسرا افتخار ہے جو آپؓ کو نصیب ہوا' لیکن آپ کی یہ شادی زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی۔ خاندانی عدم توازن نے دونوں کے مزاج میں تبدیلی پیدا کر دی اور حضرت زیدؓ نے دربار نبوت میں بار بار ناموافقت کی شکایت کی اور بالآخر طلاق دینے پر مجبور ہو گئے۔ جب حضرت زینبؓ کی عدت کی مدت پوری ہو گئی تو آپ ﷺ نے حضرت زیدؓ کی معرفت حضرت زینبؓ کو نکاح کا پیام بھجوایا' لیکن

انہوں نے جواب دیا کہ:

"جب تک خدا کی طرف سے کوئی حکم نہ آئے، میں کچھ نہیں کر سکتی۔"

چنانچہ اس کے بعد اللہ پاک نے مندرجہ ذیل آیت نازل فرما کر اس مسئلہ کو حل کر دیا۔

(1) "منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو۔ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ بات ہے۔" (الاحزاب:5)

اس کے بعد سے لوگ زیدؓ بن محمد ﷺ کو زیدؓ بن حارثہ کہنے لگے۔

(2) اے نبی ﷺ یاد کرو وہ موقع جب تم اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے اور تم نے احسان کیا تھا کہ "اپنی بیوی کو نہ چھوڑ اور اللہ سے ڈر۔" اس وقت تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ کھولنا چاہتا تھا۔ تم لوگوں سے ڈر رہے تھے، حالانکہ اس کا زیادہ حقدار وہ ہے کہ تم اس سے ڈرو۔ پھر جب زیدؓ اس سے اپنی حاجت پوری کر چکا تو ہم نے اس (مطلقہ خاتون) کا نکاح تم سے کر دیا تاکہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے معاملہ میں کوئی تنگی نہ رہے، جبکہ وہ ان سے اپنی حاجت پوری کر چکے اور اللہ کا حکم تو عمل میں آنا ہی چاہیے تھا۔ نبی ﷺ پر کسی ایسے کام میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے جو اللہ نے ان کے لیے مقرر کر دیا ہو۔" (الاحزاب:38-37) (بحوالہ تفہیم القرآن)

اس شخص سے مراد حضرت زیدؓ بن حارثہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام اور آپ ﷺ کے منہ بولے بیٹے تھے اور ان کی بیوی سے مراد حضرت زینبؓ جو آپ کی پھوپھی زاد بہن تھیں اور آپ ﷺ نے ان کا نکاح حضرت زیدؓ سے کر دیا تھا، مگر دونوں کا نباہ نہیں ہو رہا تھا اور حضرت زیدؓ ان کو طلاق دینے پر آمادہ ہو رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ تھی کہ جب حضرت زیدؓ حضرت زینبؓ کو طلاق دے دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان سے نکاح کر کے عرب کی اس قدیم رسم کو توڑ دیں، جس کی رو سے منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹا سمجھا جاتا تھا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس اندیشے سے کہ اس پر اہل عرب سخت نکتہ چینیاں کریں گے، اس آزمائش میں پڑنے سے بچنا چاہتے تھے، اس لیے آپ ﷺ نے کوشش فرمائی کہ زیدؓ اپنی بیوی کو طلاق نہ دیں۔

3- (لوگو) محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔" (الاحزاب:40)

Marfat.com

اس ایک جملے میں ان تمام اعتراضات کی جڑ کاٹ دی گئی ہے جو مخالفین نبی ﷺ کے اس نکاح پر کر رہے تھے۔ ان کا اولین اعتراض یہ تھا کہ آپ ﷺ نے اپنی بہو سے نکاح کیا ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔

یعنی وہ بیٹا تھا کب کہ اس کی مطلقہ سے نکاح حرام ہوتا۔

دوسرا اعتراض یہ تھا کہ اگر منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہے تب بھی اس کی چھوڑی ہوئی عورت سے نکاح کر لینا کچھ ضروری تو نہ تھا۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا:

"مگر وہ اللہ کے رسول ہیں۔"

یعنی رسول ہونے کی حیثیت سے ان پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ جس حلال چیز کو تمہاری رسموں نے خواہ مخواہ حرام کر رکھا ہے' اس کے بارے میں تمام تعصبات کا خاتمہ کر دیں اور اس کی حلت کے معاملے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہنے دیں' پھر مزید تاکید کے لیے فرمایا:

"اور وہ خاتم النبین ہیں۔"

یعنی ان کے بعد کوئی رسول تو درکنار کوئی نبی تک آنے والا نہیں ہے کہ اگر قانون اور معاشرے کی کوئی اصلاح ان کے زمانے میں نافذ ہونے سے رہ جائے تو بعد کا آنے والا نبی یہ کسر پوری کر دے۔ لہٰذا یہ اور بھی ضروری ہو گیا تھا کہ اس رسم جاہلیت کا خاتمہ وہ خود ہی کر کے جائیں۔ اس کے بعد مزید زور دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ:

"اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔"

یعنی اللہ کو معلوم ہے کہ اس وقت محمد ﷺ کے ہاتھوں' اس رسم جاہلیت کو ختم کرا دینا کیوں ضروری تھا اور ایسا نہ کرنے میں کیا قباحت تھی۔

حضرت زینبؓ کو اس بات پر فخر تھا کہ خود اللہ پاک نے آپ کا نکاح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا جیسا کہ سورۃ الاحزاب کی آیت 38-37 میں واضح کر دیا گیا ہے:

"جب زیدؓ نے حاجت پوری کی تو ہم نے اس کو (حضرت زینبؓ) تم سے بیاہ دیا۔"

غزوات

آپؓ تیر اندازی میں مخصوص کمال رکھتے تھے۔ آپؓ کا شمار ان مشاہیر صحابہ میں تھا جو فن تیر اندازی میں اپنا نظیر نہیں رکھتے ہیں۔ معرکۂ بدر سے لے کر غزوۂ موتہ تک جس

Marfat.com

قدر اہم اور خون ریز معرکے پیش آئے' آپؓ سب میں پامردی اور شجاعت کے ساتھ شریک کار رہے۔ غزوۂ مریسیع میں چونکہ آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اپنی جانشینی کا فخر بخشا تھا' اس لیے اس مہم میں آپؓ حصہ نہ لے سکے۔

ہم ذیل میں آپ کے معرکوں کا مختصر ذکر کرتے ہیں۔

1- غزوہ تلاش کرز

اس غزوے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا تھا۔

2- حضرت زیدؓ بن حارثہ کی مہم

جب قریش کی قدیم تجارتی شاہراہ جو ساحل قلزم کے ساتھ ساتھ شام تک جاتی تھی' مسلمانوں کے متواتر حملوں سے غیر محفوظ ہو گئی تو قریش کی اکثریت نے اس کا استعمال ترک کر دیا۔ البتہ ایک گروہ' جس کا سردار صفوان بن امیہ تھا (یہ اپنے آپ کو ابوسفیان کا رقیب سمجھتا تھا) شام سے تجارت کرنے پر مصر تھا' چنانچہ انہوں نے ایک قافلہ اس ہدایت کے ساتھ شام کو بھیجا کہ وہ آتے جاتے مدینہ کے مشرق سے گریز اور رہبری کے لیے بنو عجل کے ایک آدمی فرات بن حیان کو اجرت پر ساتھ بھیج دیا۔ قافلے کی قیادت صفوان بن امیہ کے سپرد تھی۔ جب یہ قافلہ مال تجارت لے کر لوٹا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع مل گئی۔ آپ ﷺ نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو سو سواروں کے ساتھ جمادی الآخر 3ھ میں اس قافلے کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ جونہی یہ لوگ قافلے کے قریب پہنچے تو تمام محافظ قافلے کو چھوڑ کر بھاگ نکلے اور حضرت زیدؓ سارے قافلے کو مدینہ میں ہانک لائے۔ اس تمام مال و متاع کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی۔

متفرق کارنامے

حضرت زیدؓ نے تمام مشہور معرکوں میں شمولیت کے علاوہ اکثر چھوٹی چھوٹی مہموں میں سپہ سالاری کے فرائض بھی انجام دیئے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس فوج کشی میں حضرت زیدؓ شریک ہوتے تھے' اس میں امارات کا منصب ان ہی کو عطا ہوتا تھا۔ اس طرح آپ متعدد بار سپہ سالار بنائے گئے۔

Marfat.com

ربیع الآخر 6ھ میں آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی سلیم کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا۔ بنی سلیم مدینہ سے چار کوس کے فاصلہ پر بطن نخلہ کے پاس مقام جموم میں رہتے تھے۔ اس مہم میں حضرت زیدؓ کو غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی اور آپؓ مال غنیمت کے طور پر بہت سے اونٹ بکریاں اور قیدی پکڑ لائے۔

اسی سال جمادی الاول کے مہینہ میں آپؓ کو قریش کے ایک کاروان تجارت کو جو شام سے واپس آرہا تھا' روکنے کا حکم ہوا۔ آپؓ نے ستر سواروں کے ساتھ مقام عیص میں اس قافلہ پر کامیاب چھاپہ مارا اور تمام اہل قافلہ کو معہ سامان کے گرفتار کر لیا۔ مال غنیمت میں چاندی کا ایک بڑا ذخیرہ آپؓ کے ہاتھ لگا جو صفوان بن امیہ کے لیے شام سے آرہا تھا۔ قیدیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابوالعاص بھی تھے جنہوں نے اپنی اہلیہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر نیک اختر زینبؓ کی پناہ حاصل کر کے قید سے رہائی حاصل کی۔

اسی سال جمادی الآخر میں آپ پندرہ مجاہدین کے ساتھ بنی ثعلبہ کی سرکوبی کے لیے روانہ کیے گئے۔ دشمن آپؓ کی خبر ملتے ہی بھاگ گیا' چنانچہ آپؓ مال غنیمت میں کچھ اونٹ اور بکریاں لے کر مدینہ واپس آئے۔

رجب 6ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو بارہ مجاہدین کا قائد بنا کر بنی فزارہ کی سرکوبی کے لیے وادی اقریٰ کی جانب روانہ فرمایا۔ کفار نے مسلمانوں پر اچانک حملہ کر کے نو کو شہید اور ایک زخمی کر دیا' تاہم آپؓ سلامتی سے مدینہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

رمضان المبارک 6ھ میں حضرت زیدؓ ایک اسلامی کاروان تجارت کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ سامان تجارت میں صحابہ کرامؓ کا بہت سامان بھی آپؓ کے ساتھ تھا۔ لوٹتے وقت وادی القریٰ میں قبیلۂ فزارہ کی رہزن وغارت پیشہ جماعت بنی بدر نے تمام قافلہ لوٹ لیا اور مسلمانوں کو سخت اذیتیں پہنچائیں۔ حضرت زیدؓ بمشکل اپنی جان بچا کر مدینہ واپس آئے اور دربار نبوت میں اس واقعہ کی اطلاع دی چونکہ اسی قسم کے متعدد واقعات پیش آ چکے تھے' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کو ایک جمعیت کے ساتھ قبیلہ کی سرکوبی پر مامور فرمایا۔ حضرت زیدؓ بڑی احتیاط سے دن کو چھپتے اور رات کو یلغار کرتے ہوئے اچانک ان رہزنوں پر ٹوٹ پڑے اور انہیں قرار واقعی سزا دے کر مدینہ واپس آئے۔ آپؓ نے آستانۂ نبوت پر دستک دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس حالت میں تھے اسی حالت میں

Marfat.com

باہر تشریف لائے اور آپؓ کی کامیابی کا سن کر بہت خوش ہوئے اور جوش مسرت سے گلے لگا کر آپؓ کی پیشانی چومی۔

جمادی الآخر 7ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو پانچ سو مجاہدین کے ساتھ مقام حسمی کی طرف روانہ فرمایا۔ اس فوج کشی کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد حضرت وحیہ کلبیؓ جب قسطنطنیہ کی سفارت سے واپس آرہے تھے تو حسمی کے مقام پر نہید بن عارض اور اسی کے ساتھیوں نے راستہ روک کر انہیں لوٹ لیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت زیدؓ کو اس زیادتی کا انتقام لینے پر مامور فرمایا۔ حضرت زیدؓ نہایت خاموشی کے ساتھ دن کو پہاڑوں میں چھپتے اور رات کو منزلیں طے کرتے ہوئے اچانک غنیم پر جا پڑے اور نہید کو معہ اسؐ کے بیٹوں اور گروہ کے اکثر افراد کے سب کو قتل کر دیا۔ مال غنیمت میں ایک ہزار اونٹ پانچ ہزار بھیڑ بکریاں اور بہت سے قیدی گرفتار کر کے مدینہ لائے۔

سریہ موتہ[1] اور شہادت

ہم اپنی کتاب "حضرت محمد ﷺ ہجرت سے الرفیق الاعلیٰ تک" کا ایک اقتباس پیش کرتے ہیں:

"جمادی الاول 8ھ کا مہینہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ بر حضرت حارثؓ بن عمیر بڑی تیزی سے بلقا میں سے گزر رہے ہیں ان کے پاس آپ ﷺ کا ایک مکتوب گرامی ہے جو آپ ﷺ نے حاکم بصرہ کے نام دعوت اسلام کے لیے لکھوایا ہے۔ اثنائے راہ میں موتہ کا حاکم شرجیل بن عمرو غسانی انہیں روک لیتا ہے اور پوچھتا ہے:

"تم کون ہو؟"

حارث: "میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ بر ہوں۔"

شرجیل: "(حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی محمدؐ سن کر ناک سکیڑتا اور بڑے تلخ لہجہ میں کہتا ہے) کہاں جا رہے ہو؟"

1- دمشق کے قریب ایک مقام کا نام ہے۔
موتہ کا غزوہ سب سے بڑا خونریز معرکہ تھا جو مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں پیش آیا اور یہی معرکہ عیسائی ممالک کی فتوحات کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

حارثؓ: "حاکم بصرہ کے پاس جا رہا ہوں۔ یہ نامہ مبارک اسی کے نام ہے۔"

شرجیل ایک بار پھر گھور کر حارث کی طرف دیکھتا ہے اور تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد ایک آدمی سے کہتا ہے:

"اسے قتل کر دو۔"

سفیروں کا قتل سخت ظالمانہ فعل اور بین الاقوامی دستور کے عین خلاف ہے۔ مسافروں کی جان سے کھیلنا انتہائی سنگدلی کی علامت ہے لیکن شرجیل کو ان آداب و اخلاق کی ذرّہ بھر پروا نہیں ہے' اس لیے حارثؓ کو کہنے سننے کا موقع دیئے بغیر شہید کر دیا جاتا ہے۔

جب اس سنگدلانہ کارروائی کی خبر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد صدمہ ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ظالم کو سزا دینے اور اس کی سرکوبی کرنے کے لیے لشکر کی تیاری کا حکم دے دیتے ہیں چنانچہ مجاہدین تھوڑے سے وقت میں مدینہ سے شام کی راہ میں تین میل کے فاصلے پر مقام جرف میں جمع ہو جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس لشکر کا بہ نفس نفیس ملاحظہ فرماتے ہیں اور مجاہدین کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میں تمہیں تقویٰ اور مسلمان بھائیوں سے حسن سلوک کی نصیحت کرتا ہوں۔ اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں منکرین سے جہاد کرنا۔"

تین ہزار مجاہدین کا یہ لشکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کا منتظر ہے اور آپ ﷺ فرما رہے ہیں:

"سب کے امیر زیدؓ بن حارثہ ہوں گے۔ اگر وہ قتل کر دیئے جائیں تو جعفرؓ بن ابی طالب امیر ہوں گے۔ اگر وہ بھی قتل کر دیئے جائیں تو امارت عبداللہؓ بن رواحہ کے حوالے کر دی جائے اور اگر عبداللہؓ بن رواحہ بھی قتل ہو جائیں تو پھر مسلمان جس کو چاہیں اپنی مرضی سے اپنا رہبر چن لیں۔"

حضرت جعفرؓ بن ابی طالب چونکہ اپنے مخصوص تعلقات کی بنا پر سمجھتے تھے کہ قیادت کا شرف انہی کو حاصل ہوگا' اس لیے انہوں نے کھڑے ہو کر یہ عرض کی:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' میرا کبھی یہ خیال نہ تھا کہ آپ ﷺ زیدؓ کو مجھ پر امیر بنائیں گے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اس کو جانے دو' تم نہیں جان سکتے کہ بہتر کیا ہے۔"

اب لشکرِ اسلام اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا ہے۔ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ ثنیۃ الوداع تک تشریف لے جاتے ہیں اور وہاں سے ان کو رخصت کرتے وقت فرماتے ہیں:

"میں تمہارے دین، تمہاری امانت اور تمہارے نتائج اعمال کو اللہ کے سپرد کر کے تمہیں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے بھیجتا ہوں۔"

شرجیل کو بھی لشکرِ اسلام کی آمد کی خبر مل گئی ہے۔ وہ ہرقل قیصر روم کی طرف سے موتہ کا حاکم ہے اور اس وقت قیصر بھی ایک لاکھ فوج کے ساتھ مواب میں موجود ہے۔ اس کے ساتھ شاہی فوجوں کے علاوہ لخم، جذام، بلقین اور بلی وغیرہ قبائل کے ایک لاکھ سے زائد جنگجو بھی شامل ہیں۔ معان پہنچ کر لشکرِ اسلام کو اس زبردست فوجی اجتماع کی خبر ملتی ہے تو مستقبل کا لائحہ عمل طے کرنے کے لیے لشکر یہیں رک جاتا ہے۔ مجاہدین میں سے ایک گروپ کی رائے ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کثیر تعداد لشکر کی اطلاع دی جائے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید اقدامات کا فرمان حاصل کیا جائے کیونکہ عین ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمک روانہ فرمائیں۔ دو دن اس قسم کی گفت و شنید میں گزر جاتے ہیں۔ آخر حضرت عبداللہؓ بن رواحہ فیصلہ کن انداز میں کہتے ہیں:

"بھائیو! ہم تو شوقِ شہادت میں نکلے ہیں اور اب اس کے پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ ہماری منزل ہمارے سامنے ہے، پھر اس کی طرف قدم بڑھانے میں اب اس قدر تامل کیوں؟ ہم تعداد اور قوت کے بل پر جنگ نہیں لڑتے، فتح حاصل کریں تو بے شک ہمارے لیے بھلائی ہی ہے اور اگر شہادت پائیں تو بھی ہمارے لیے بہترین ہے۔"

مجاہدین ان کی رائے پر متفق ہو جاتے ہیں اور لشکرِ اسلام غنیم کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔

موتہ کے پاس ہی ایک وسیع میدان میں ایک طرف دشمن کی ایک لاکھ فوج موجود ہے جن کے پاس بہترین اسلحہ اور سواریاں ہیں اور دوسری طرف مسلمان ہیں جن کی تعداد صرف تین ہزار اور دشمن کے مقابلہ پر اسلحہ اور سواریاں بھی کم ہیں۔

نقارے پر چوٹ پڑتی ہے اور عربی دستور کے مطابق سب سے پہلے سالارِ لشکر زیدؓ بن حارثہ علم اٹھائے ہوئے میدان میں آتے ہیں اور بڑی جوانمردی سے لڑتے ہوئے کفار کے لشکر میں گھستے چلے جاتے ہیں اور جوشِ جہاد اور شوقِ شہادت میں تلوار چلاتے ہوئے اتنا آگے نکل گئے ہیں کہ دشمنانِ اسلام کے نرغے میں پھنس گئے ہیں۔ اسی حالت میں نیزے

Marfat.com

کے ایک وار نے سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وفاشعار غلام کی تمنائے شہادت پوری کردی۔ ان کے بعد یکے بعد دیگر حضرت جعفرؓ بن ابی طالب اور حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے علم سنبھالا اور شدید کشت وخون کے بعد شہادت کا درجہ پایا۔ ان تینوں صحابہؓ کی شہادت کے بعد حضرت خالدؓ بن ولید نے قیادت سنبھالی اور غازیان دین کو جمع کر کے ایک ایسا زوردار حملہ کیا کہ دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ان کی اس بہادری پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کا خطاب عطا فرمایا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان جنگ سے کسی قاصد کے پہنچنے سے پہلے ہی صحابۂ کرامؓ کو امرائے لشکر کی خبر شہادت سنادی۔ حضرت زیدؓ کی خبر شہادت سنانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جعفرؓ نے علم لیا اور شہید ہوئے' پھر فرمایا' ابن رواحہؓ نے علم لیا اور شہید ہوئے۔ یہ فرماتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفور غم سے آبدیدہ ہوگئے۔ حضرت زیدؓ کی ایک صاحبزادی نے جب باپ کی شہادت کے متعلق سنا تو زار وقطار رونے لگیں۔ ان کی آواز سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ضبط نہ فرما سکے اور اس قدر روئے کہ آواز گلے میں رک گئی۔ حضرت سعدؓ بن عبادہ نے عرض کیا:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا ہے؟"

فرمایا: "یہ جذبۂ محبت ہے۔"

اسامہؓ ابن زیدؓ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے محبوب غلام کی مفارقت کا اس قدر شدید غم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجتہ الوداع سے واپسی کے تقریباً دوماہ بعد اس کا انتقام لینے کے لیے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو مامور فرمایا۔ وہ چونکہ ابھی کمسن تھے اس لیے اکابر صحابہؓ کی موجودگی میں ان کی قیادت پر منافقین کو شرارت کا موقع ملا۔ انہوں نے مسلمانوں میں یہ بات پھیلانی شروع کی کہ بڑے بوڑھوں کے ہوتے ہوئے ایک نوجوان کو یہ منصب کیوں عطا ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں صاحب فراش تھے' تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب لوگوں کے اس اعتراض کا علم ہوا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات اقدس کے آخری خطبہ میں...... جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رحلت سے ایک یا دو دن قبل از نماز ظہر ارشاد فرمایا تھا' اس مسئلہ کی نسبت فرمایا:

"اگر اسامہؓ کی سرداری پر تم کو اعتراض ہے تو اس کے باپ (زیدؓ) کی سرداری پر بھی تم معترض تھے۔ خدا کی قسم وہ اس منصب کا مستحق تھا اور وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا اور اب اس کے بعد یہ سب سے زیادہ محبوب ہے۔"

اور اس ارشاد کے ایک دو دن بعد جبکہ یہ مہم ابھی روانہ نہیں ہوئی تھی کہ آفتاب رسالت و نبوت غروب ہو گیا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے صحابہؓ کی مخالفت اور ہجوم مصائب کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری فرستادہ فوج کو کوچ کا حکم دیا اور حضرت اسامہؓ بن زیدؓ اپنے شفیق باپ کے قاتلوں سے انتقام لینے کے بعد غیر معمولی کامیابی کے ساتھ مدینہ واپس آئے۔

حضرت زیدؓ کا فضل و کمال

آپ رضی اللہ عنہ کے اخلاق میں وفاشعاری کا عنصر نمایاں تھا۔ آپؓ کی زندگی کا مقصد آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی و خوشنودی کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ آپؓ نے حضرت ام ایمنؓ جیسی عمر رسیدہ اور بیوہ عورت سے محض اس لیے نکاح کیا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بہت محبوب رکھتے تھے۔ ان کی یہ فضیلت بہت نمایاں ہے کہ آپؐ ان کو اور ان کی اولاد کو سب سے زیادہ محبوب رکھتے تھے' چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر حضرت زیدؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندہ رہتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنا جانشین بناتے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک دفعہ حضرت زیدؓ کے پوتے محمد بن اسامہ بن زیدؓ کو مدینہ کی مسجد میں دیکھا تو تعظیم سے اپنی گردن جھکالی اور فرمایا: "اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھتے تو انہیں بھی محبوب رکھتے۔"

اسلام سے محبت

حضرت زیدؓ کو اسلام سے اس قدر محبت تھی کہ عین اس وقت جبکہ آپ یقینی موت کے منہ میں تھے' آپؓ نے ارکان دین کی ادائیگی کے لیے بے انتہا خواہش کا اظہار فرمایا۔ جس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک ظالم کے پنجے سے چھٹکارا دلا دیا۔ الاستیعاب کے بیان کے مطابق ایک دفعہ حضرت زیدؓ نے مکہ سے طائف تک کے لیے خچر کرایہ پر لیا۔ خچر والا ڈاکو تھا۔ وہ آپؓ کو ایک سنسان جنگل میں لے گیا جہاں لاشیں ہی لاشیں پڑی تھیں۔ وہ

Marfat.com

جب ان کو قتل کرنے لگا' تو آپؓ نے اس سے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت مانگی۔ اس نے اجازت دے دی۔ مگر ساتھ ہی کہا' کہ جن لاشوں کو تو دیکھ رہا ہے یہ بھی نمازیں پڑھنے والے تھے لیکن میرے ہاتھ سے کوئی نہیں بچا۔ حضرت زیدؓ نے نماز پڑھی اور تین بار یاارحم الرحمین کہا۔ حضرت جبرائیل آئے اور انہوں نے اس ڈاکو کو قتل کر دیا۔

حلیہ اور عمر

آپؓ کا قد کوتاہ' ناک پست' رنگ گہرا گندمی تھا۔ آپؓ نے چوّن یا پچپن برس کی عمر میں سریۂ موتہ میں جام شہادت نوش فرمایا تھا۔

ازواج واولاد

آپ رضی اللہ عنہ نے متعدد شادیاں کیں جن سے دو لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ ان میں سے حضرت اسامہؓ آپؓ کی وفات کے وقت موجود تھے۔ باقی دو کم سنی میں ہی انتقال کر گئے تھے۔

Marfat.com

حضرت جعفر طیارؓ بن ابو طالب

نام: جعفرؓ
ولدیت: عبد مناف جو ابو طالب کی کنیت سے مشہور ہیں۔
نسب: جعفرؓ بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف' بن قصی القریشی
لقب: طیار' ذوالجناحین
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور حضرت علیؓ کے سگے بھائی۔ (اور عمر میں ان سے تقریباً دس سال بڑے تھے۔)

اسلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز حضرت علیؓ کے ساتھ ایک وادی میں مشغول عبادت تھے کہ خاندان بنو ہاشم کے سردار ابو طالب وہاں سے گزرے اور اپنے دو عزیزوں کو سربسجود دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور اپنے ساتھ موجود اپنے بیٹے جعفرؓ کی طرف دیکھ کر کہا: ''جعفر تم بھی اپنے ابن عم (چچازاد بھائی) کے پہلو میں کھڑے ہو جاؤ۔'' حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد بزرگوار سے اجازت پاکر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ ان کو اللہ پاک کی مرضی سے اس عبادت میں ایسا مزہ آیا کہ بہت جلد ہی اسلام قبول کر لیا۔ اس وقت تک صرف اکتیس بتیس آدمی اسلام قبول کر چکے تھے۔

Marfat.com

ہجرت

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ عام کا حکم ملا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام لوگوں تک کھلے بندوں اسلام کی تعلیمات پہنچانے کا کام شروع کیا تو کفار قریش نے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے ایسے ایسے پہاڑ توڑے کہ انسانیت سر پیٹ کر رہ گئی اور ان کا مکہ میں رہنا مشکل ہو گیا' اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب 5 ہجری بعد بعثت مظلوم مسلمانوں سے ارشاد فرمایا:

''اچھا ہو ــــ کہ تم لوگ مکہ سے ہجرت کر کے حبش چلے جاؤ' وہاں ایک ایسا بادشاہ ہے جو کسی پر ظلم نہیں ہونے دیتا۔ وہ بھلائی کی سرزمین ہے۔ تم وہیں قیام کرو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس مصیبت کو دور کرنے کی کوئی صورت تمہارے لیے پیدا کر دے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ ارشاد سن کر گیارہ مردوں اور چار عورتوں پر مشتمل مسلمانوں کے ایک گروہ نے سب سے پہلے مکہ کو الوداع کہا اور بحری سفر کر کے حبش میں پہنچ گئے اور وہاں اقامت اختیار کر لی۔ اس کے بعد بھی مسلمان ہجرت کرتے رہے۔ 6 ہجری بعد بعثت 80 سے زیادہ مردوں اور اٹھارہ عورتوں پر مشتمل مسلمانوں کے دوسرے قافلے نے بھی حبش کی طرف ہجرت کی اور بعض روایات کے مطابق اس قافلے میں حضرت جعفرؓ بھی اپنی اہلیہ اسماءؓ بنت عمیس سمیت شامل تھے۔ وہاں یہ لوگ بڑی خیریت سے اپنا وقت گزار رہے تھے کہ قریش کو ان کے خلاف سخت قدم اٹھانے کی ضرورت محسوس ہوئی اور انہوں نے طے کیا نجاشی بادشاہ حبشہ کے پاس ایک وفد بھیجا جائے جو اسے ترغیب دے کہ ان مسلمانوں کو اپنے ملک سے نکال دے۔ چنانچہ کفار قریش نے عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو بہت سا قیمتی سامان بطور تحفہ نجاشی کو پیش کرنے کے لیے دے کر حبش کی طرف روانہ کیا۔

نجاشی کے دربار میں

قریش کے وفد نے حبش پہنچ کر نجاشی کے اعیان سلطنت کو تحفے دے کر اپنے مقصد کے لیے ہموار کر لیا تاکہ وہ ان کے موقف کی نجاشی کے سامنے تائید کریں۔ پھر وہ نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے اور تحفے دے کر اس کی خدمت میں عرض کیا:

''ہماری قوم کے چند ناسمجھ نوجوان اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ کر آپ کے ملک میں

Marfat.com

آبسے ہیں۔ انہوں نے ایک ایسا نرالا مذہب ایجاد کیا ہے جس کو پہلے کوئی نہ جانتا تھا۔ ہم کو ان کے بزرگوں اور رشتے داروں نے بھیجا ہے کہ آپ ان لوگوں کو ہمارے ساتھ واپس کر دیں۔"

درباریوں نے بھی ان کی تائید کی مگر نجاشی نے کہا کہ پہلے ان مسلمانوں سے پوچھا جائے کہ ان کا نیا مذہب کیا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کو دربار میں بلایا گیا اور ان سے یہ سوال کیا گیا کہ تمہارا مذہب کون سا ہے۔ مسلمانوں نے بالاتفاق حضرت جعفرؓ کو اپنا نمائندہ بنایا تاکہ وہ نجاشی کے سامنے اس کی باتوں کا جواب دیں چنانچہ انہوں نے کہا:

"بادشاہ سلامت ہماری قوم نہایت جاہل تھی۔ ہم بت پوجتے تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ بدکاری کرتے تھے۔ رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو تنگ کرتے تھے۔ طاقت ور کمزوروں کو کھا جاتا تھا۔ غرض ہم اس بدبختی میں تھے کہ خدا نے خود ہی ہماری جماعت میں سے ایک شخص کو ہمارے پاس رسول بنا کر بھیجا۔ ہم اس کی شرافت راستی' دیانت داری اور پاکبازی سے اچھی طرح آگاہ تھے۔ اس نے ہم کو شرک اور بت پرستی سے روک کر توحید کی دعوت دی۔ راست بازی' امانت داری' ہمسایہ اور رشتے داروں سے محبت کا سبق ہم کو سکھایا اور ہم سے کہا کہ ہم جھوٹ نہ بولیں' بلا وجہ دنیا میں خونریزی نہ کریں' بدکاری اور فریب سے باز آئیں' یتیم کا مال نہ کھائیں' شریف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں' بت پرستی چھوڑ دیں' ایک خدا پر ایمان لائیں' نماز پڑھیں' روزے رکھیں' زکوۃ دیں' ہم اس پر ایمان لائے اور اس کی تعلیم پر چلے۔ ہم نے بتوں کو پوجنا چھوڑ دیا' صرف ایک خدا کی پرستش کی اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا۔ اس پر ہماری قوم ہماری جان کی دشمن ہو گئی۔ اس نے طرح طرح سے ظلم و تشدد کر کے ہم کو پھر بت پرستی اور جاہلیت کے برے کاموں میں مبتلا کرنا چاہا۔ یہاں تک کہ ہم لوگ ان کے ظلم و ستم سے تنگ آکر آپ کی حکومت میں چلے آئے ہیں۔"

نجاشی نے کہا' تمہارے نبی پر جو کتاب نازل ہوئی' اس کو کہیں سے پڑھ کر سناؤ۔ حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کی چند آیات تلاوت کیں تو نجاشی پر ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی اور اس نے کہا:

"خدا کی قسم یہ اور تورات ایک چراغ کے پرتو ہیں۔"

اور قریش سے مخاطب ہو کر کہا:

"واللہ ان کو کبھی واپس نہ جانے دوں گا۔"

قریش کے یہ سفیر اپنی ناکامی پر بہت پریشان ہوئے لیکن مکر کا جال پھیلانے کے

Marfat.com

لیے ایک دن پھر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

"بادشاہ سلامت ان سے پوچھیئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ان کا کیا خیال ہے؟"

دوسرے روز نجاشی نے اس بات کا جواب دینے کے لیے مسلمانوں کو پھر اپنے دربار میں بلایا۔ مسلمانوں میں اضطراب پھیل گیا کہ اب کیا جواب دیں، لیکن حضرت جعفر طیارؓ نے کہا، کچھ بھی ہو، خدا اور رسول ﷺ نے ہمیں جو کچھ بتایا ہے، ہم اس سے انحراف نہیں کریں گے۔ غرض جب یہ لوگ دربار میں پہنچے تو نجاشی نے دریافت کیا کہ تمہارا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا اعتقاد ہے۔ حضرت جعفرؓ نے کہا: "ہم ان کو خدا کا بندہ، پیغمبر اور اس کی ایک روح مانتے ہیں۔" نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا: "واللہ جو کچھ تم نے کہا عیسیٰ ابنِ مریم اس سے اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں ہیں۔" یہ سن کر دربار کے پادری جو ابن اللہ کا عقیدہ رکھتے تھے، نہایت برہم ہوئے اور ان کے نتھنوں سے خرخراہٹ کی آوازیں آنے لگیں، لیکن نجاشی نے کچھ پرواہ نہ کی اور قریش کی سفارت ناکام واپس آ گئی۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ نجاشی نے حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت بھی کی تھی۔

حبش سے مدینہ

حضرت جعفرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ کی ہجرت کے چھ سال بعد تک بھی حبشہ میں ہی رہے۔ 7ھ میں وہ حبش سے مدینہ آئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ خیبر فتح ہو گیا تھا اور مسلمان خوشی منا رہے تھے کہ ان لوگوں کے واپس آجانے کے بعد مسلمانوں کو اپنے ان دور افتادہ بھائیوں کی واپسی کی دوہری خوشی حاصل ہوئی۔ یہ لوگ فرط عقیدت سے خیبر میں جا پہنچے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفرؓ کو اپنے سامنے دیکھا تو ان کو بے اختیار گلے سے لگا لیا۔ ان کی پیشانی چومی اور فرمایا:

"میں نہیں جانتا کہ مجھ کو جعفرؓ کے آنے سے زیادہ خوشی ہوئی ہے یا خیبر کی فتح سے۔" اس کے بعد آپ ﷺ نے دوسرے ساتھیوں سے بھی معانقہ کیا۔

حضرت جعفرؓ کی حبش سے واپسی کو ابھی ایک سال بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ آپؓ کے امتحان کا وقت آ گیا اور موتہ کی جنگ شروع ہو گئی۔

Marfat.com

جنگ موتہ

گزشتہ صفحات میں ہم نے اس جنگ کی وجہ بیان کر دی تھیں اور مختصر حالات بھی قلم بند کر دیئے تھے۔اب صرف وہ قصہ بیان کیا جاتا ہے جس کا تعلق حضرت جعفرؓ سے ہے۔

جب سالار لشکر حضرت زیدؓ شہید ہو جاتے ہیں تو ان کے بعد جعفرؓ بن ابی طالب علم سنبھال کر آگے بڑھتے ہیں۔اس جنگ میں آپ کا دایاں بازو کٹ جاتا ہے تو علم کو بائیں بازو سے سنبھالتے ہیں جب وہ بھی کٹ جاتا ہے تو علم کو سینے سے لگا لیتے ہیں اور اسے آخری دم تک سر بلند رکھتے ہیں۔اتنے میں ان کی کمر میں تلوار کی ضرب پڑتی ہے جس سے جسم کے دو حصے ہو جاتے ہیں۔ان کے جسم پر زخموں کے نوّے نشان ہیں جو زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ میدان جنگ سے جعفرؓ منہ موڑلیں' یہ تو ممکن ہی نہیں۔

زبانِ رسالت ﷺ کے مطابق اب عبداللہؓ بن رواحہ کی باری ہے۔ وہ علم سنبھالتے ہی اس قدر سرعت سے آگے بڑھتے ہیں کہ کفار حیران رہ جاتے ہیں لیکن نرغہ کر کے انہیں بھی شہید کر دیتے ہیں۔ شہادت ان کی دلی آرزو تھی اور آج وہ اس سے ہمکنار ہوئے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس جنگ میں شریک تھے' فرماتے ہیں کہ میں نے جعفرؓ کی لاش کو تلاش کر کے دیکھا تو سامنے کی طرف پچاس زخم تھے۔ تمام جسم کے زخموں کا شمار کیا تو نوّے سے بھی زیادہ نکلے۔

مسلمانوں کے تین جلیل القدر سالار شہید ہو چکے ہیں۔ان کا مرکز بکھر چکا ہے اور وہ ہزیمت زدہ ہو کر اسی عالم میں پسپا ہو رہے ہیں کہ ایک کو دوسرے کا ہوش تک نہیں رہا ہے۔اسی اثناء میں ثابت بن اقرم انصاری علم اٹھا کر اسی تیزی سے بھاگتے ہیں۔ فرار ہونے والے اسلام سپاہ کے آگے پہنچ کر اس علم کو گاڑ دیتے ہیں اور پکار کر کہتے ہیں:

''لوگو میرے پاس آؤ۔''

افرا تفری کے عالم میں یہ آواز سنتے ہی لوگ سمٹ سمٹا کر سب ان کے گرد و پیش جمع ہو جاتے ہیں اور وہ کہتے ہیں:

''مسلمانو! تم اپنے میں سے کسی کو امیر منتخب کرو اور اس کی سرکردگی میں جنگ جاری رکھو۔''

''ہم تمہیں اپنا امیر تسلیم کرتے ہیں......'' ایک طرف سے چند آوازیں سنائی دیتی ہیں۔

"نہیں نہیں۔ میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ خالدؓ بن ولید کو اپنا امیر بنالو۔"

اگرچہ خالدؓ کو اسلام قبول کیے ہوئے ابھی تین ہی ماہ گزرے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے وہ پہلی بار اس لشکر میں شامل ہوئے ہیں لیکن لوگ ان کی جنگی صلاحیتوں سے بخوبی واقف ہیں' اس لیے بالاتفاق رائے سب ان کو امیر منتخب کر لیتے ہیں۔ خالدؓ علم تھام کر اس لشکر کی از سر نو تنظیم کرتے ہیں اور پھر اس مہارت سے لڑواتے ہیں کہ دشمن بدحواس ہو جاتا ہے۔ خالدؓ کی ترتیب کے مطابق تھوڑی دیر کے بعد ایک دستہ اللہ اکبر کے نعرے لگاتا ہوا میدان میں داخل ہوتا ہے اور دشمنوں سے ٹکرا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ اس قدر مربوط اور منظم ہے کہ دشمن اسے لامتناہی سمجھ کر دہشت زدہ سا ہو جاتا ہے۔ خالدؓ خود غنیم کے لشکر میں گھس کر اس بے جگری سے لڑتے ہیں کہ ان کے ہاتھ سے اس دن نو تلواریں ٹوٹ جاتی ہیں۔ دشمن گھبرا کر پسپا ہو جاتا ہے۔ ان کے مقتولین کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

اگرچہ جنگ کا قطعی فیصلہ نہیں ہو سکا لیکن دشمن پر مسلمانوں کی اس قدر ہیبت طاری ہو گئی ہے کہ وہ ان کا تعاقب کرنے کی ہمت نہیں کر پاتا۔ حالانکہ وہ اپنے گھر میں ہیں اور مسلمان اپنے گھر سے کئی سو میل دور۔

لشکر اسلام ابھی موتہ سے مدینہ کی طرف روانہ بھی نہیں ہوا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ کے لیے منبر پر تشریف لاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اشکبار ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں:

"اے لوگو! بہتری کی خبر ہے۔ بہتری کی خبر ہے۔ میں تمہیں اس غازی لشکر کے حالات سناتا ہوں۔ وہ یہ ہیں کہ مجاہدین یہاں سے رخصت ہو کر دشمن سے نبرد آزما ہوئے۔ پس زیدؓ بن حارثہ شہید ہو گئے اور صحابہؓ نے ان کے لیے دعائے مغفرت کی۔ پھر جعفرؓ نے علم سنبھالا اور ثابت قدمی سے لڑے' یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ ان کے لیے بھی صحابہؓ نے دعائے مغفرت کی۔ پھر عبداللہؓ بن رواحہ نے علم سنبھالا اور شہید ہوئے۔ صحابہؓ نے ان کے لیے بھی دعائے مغفرت کی۔ پھر خالدؓ بن ولید نے علم سنبھالا۔ وہ میرے نامزد سپہ سالاروں میں سے نہیں تھے بلکہ قوم کے منتخب کردہ تھے' لیکن وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار تھے۔ پس وہ میدان جنگ سے مظفر و منصور واپس ہوئے۔

اس طرح خالدؓ بن ولید کو "سیف اللہ" کا خطاب ملا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب شہداء کا بڑا صدمہ ہے لیکن زیدؓ اور جعفرؓ کا بہت زیادہ ملال ہے۔ یہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت چہیتے تھے۔

Marfat.com

جعفرؓ کے گھر میں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جعفرؓ کے گھر تشریف لے جاتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں: ”جعفرؓ کے بچوں کو میرے پاس لاؤ۔“

جعفرؓ کی اہلیہ اسماءؓ بنت عمیس بچوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کرتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے پیار کرتے ہیں اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں۔

اسماءؓ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو بہتے ہوئے دیکھتی ہے تو عرض کرتی ہے: ”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں۔ آپ ﷺ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں کے متعلق کچھ معلوم ہوا ہے؟“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ”ہاں...... آج وہ شہید ہو گئے ہیں۔“

اسماءؓ یہ سن کر رونے پیٹنے لگتی ہیں۔ محلے کی عورتیں ان کے پاس جمع ہو جاتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”اے اسماء، واویلا نہ کرو، بے صبری کے کلمات نہ کہو اور نہ ہی اپنے چہرے پر دوہتڑ مارو۔“

لیکن دوسری عورتیں عرب کے قدیم دستور کے مطابق برابر نوحہ کرتی رہتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی کو بھیجتے ہیں کہ انہیں منع کرے مگر وہ ناکام واپس آتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے دوبارہ بھیجتے ہیں لیکن ان عورتوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا تو تیسری بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”ان عورتوں کے منہ میں خاک جھونک دو۔“

سیدالنساء حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بھی اپنے شجاع چچا کی مفارقت کا شدید صدمہ ہوا اور وہ ”واعماہ واعماہ“ (ہائے میرے چچا ہائے میرے چچا) کہہ کر روتی ہوئی بارگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باچشم نم فرمایا:

”بے شک جعفرؓ جیسے شخص پر رونے والیوں کو رونا چاہیے۔“

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لختِ جگر فاطمہؓ سے فرمایا:

Marfat.com

''فاطمہؓ جعفرؓ کے بچوں کے لیے کھانا تیار کرو کیونکہ اسماءؓ آج سخت غمزدہ ہیں۔''

تیسرے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر حضرت اسماءؓ کے گھر تشریف لے گئے اور ان کو صبر کی تلقین کی۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرصہ تک حضرت جعفرؓ کی جدائی کا شدید غم رہا۔ یہاں تک روح الامین (جبریل امین) نے یہ بشارت دی۔ خدا نے جعفرؓ کو دو کٹے ہوئے بازوؤں کے بدلہ میں دو نئے بازو عنایت کیے ہیں جن سے وہ ملائکہ جنت کے ساتھ مصروف پرواز رہتے ہیں' چنانچہ ذوالجناحین اور طیّار ان کا لقب ہو گیا۔

محاسن و فضائل

حضرت جعفرؓ بہت فیاض تھے۔ غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے میں ان کو خاص لطف حاصل ہوتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ابوالمساکین کے نام سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں اکثر بھوک کے باعث پیٹ کو کنکروں سے دبائے رکھتا تھا اور آیت یاد بھی رہتی تو اس کو لوگوں سے پوچھتا پھرتا تھا کہ شاید مجھے کوئی اپنے گھر میں لے جائے اور کچھ کھلائے' لیکن میں نے جعفرؓ کو مسکینوں کے حق میں سب سے بہتر پایا۔ وہ ہم لوگوں (اصحاب صفہ) کو اپنے گھر لے جاتے تھے اور جو کچھ ہوتا تھا' سامنے لا کر رکھ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات گھی یا شہد کا خالی مشکیزہ لا دیتے اور اس کو پھاڑ کر ہمارے سامنے رکھ دیتے اور ہم اس کو چاٹ لیتے تھے۔

آپؓ کے فضائل و مناقب کا پایہ نہایت بلند تھا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ: ''مجھ سے پہلے جس قدر نبی گزرے ہیں ان کو صرف سات رفیق دیئے گئے تھے لیکن میرے رفقاء خاص کی تعداد چودہ ہے۔ ان میں سے ایک جعفرؓ بھی ہیں۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ ان کے صاحبزادے کو سلام کرتے تو کہتے: ''السلام علیک یا ابن ذوالجناحین''

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات میں حضرت علیؓ سے کچھ مانگتا تو انکار کر دیتے لیکن جب اپنے والدؓ جعفر کا واسطہ دیتا تو بغیر کچھ دیئے نہ رہتے۔

علامہ ابن اثیرؒ نے ''اسد الغابہ'' میں لکھا ہے کہ حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں حضرت زیدؓ اور حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کی شہادت کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ بھی ارشاد فرمائے:

ترجمہ: ''یہ میرے بھائی' میرے مونس اور میرے جلیس تھے۔''

Marfat.com

آپؓ نہایت حسین و جمیل اور وجیہہ آدمی تھے۔ ارباب سیر نے لکھا ہے کہ وہ صورت شکل میں سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال درجے کی مشابہت رکھتے تھے۔ صرف صورت ہی نہیں بلکہ سیرت اور کردار کے اعتبار سے بھی وہ اخلاق پیغمبری کا ایک مثالی پیکر جمیل تھے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ خود رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ:

"جعفرؓ تم صورت اور سیرت دونوں میں مجھ سے مشابہت رکھتے ہو۔"

حبش کے قیام کے دوران حضرت اسماءؓ بنت عمیس کے بطن سے حضرت جعفرؓ کے تین بچے تھے۔ عبداللہؓ، محمدؓ اور عونؓ۔ حضرت جعفرؓ حبش سے واپس آئے تو اپنے نوعمر فرزند عبداللہؓ کو حضور اکرم صلی اللہ عیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر ان کی بیعت لی اور دعا دی۔ حضرت جعفرؓ کی شہادت کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہؓ پر غیر معمولی شفقت فرماتے تھے۔ حافظ ابن حجرؒ نے "اصابہ" میں لکھا ہے کہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہؓ کا ہاتھ پکڑ کر دعا کی:

"الٰہی عبداللہ کو جعفرؓ کا صحیح جانشین بنا۔ اس کی بیعت میں برکت عطا فرما اور میں دنیا اور آخرت دونوں میں آل جعفرؓ کا والی ہوں۔"

حضرت جعفرؓ کے علم و فضل، فہم و فراست، جوش ایمان اور حق گوئی کا اندازہ اس تقریر سے بخوبی کیا جا سکتا ہے جو انہوں نے نجاشی شاہ حبشہ کے دربار میں کی اور جس کی وجہ سے بادشاہ کو اسلام کی دولت نصیب ہوئی۔

حضرت جعفرؓ کے بیٹے حضرت عبداللہؓ جب جوان ہوئے تو حضرت علیؓ نے اپنی لخت جگر زینبؓ کو ان سے بیاہ دیا۔ حضرت جعفرؓ کی نسل حضرت عبداللہؓ ہی سے چلی۔ دوسرے صاحبزادے لاولد فوت ہوئے۔

Marfat.com

حضرت عمرؓ بن خطاب

نام: عمرؓ

ولدیت: خطاب

نسب: عمرؓ بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزی بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بن لوی بن فہر۔

کنیت: ابو حفص

لقب: فاروق

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ: سسر...... آپؓ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

عمر: آپؓ ہجرت نبوی سے چالیس سال پہلے پیدا ہوئے تھے۔ بچپن کے حالات کا پتہ نہیں ہے' جوان ہونے پر نسب دانی' سپہ گری' پہلوانی اور خطابت میں مہارت پیدا کی۔ اسی زمانے میں انہوں نے لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا تھا' چنانچہ زمانۂ جاہلیت میں جو لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے' ان میں سے ایک حضرت عمرؓ بھی تھے۔

زمانۂ جاہلیت میں خصوصی امتیاز

آپؓ کا خاندان ایام جاہلیت سے ہی نہایت ممتاز تھا۔ آپؓ کے جد اعلیٰ عدی عرب کے باہمی جھگڑوں میں ثالث مقرر ہوا کرتے تھے اور قریش کو کسی قبیلہ کے ساتھ کوئی ملکی معاملہ پیش آجاتا تو سفیر بن کر جایا کرتے تھے اور یہ دونوں منصب عدی کے خاندان میں نسلاً بعد نسل چلے آرہے تھے۔ داد ھیال کی طرح حضرت عمرؓ ننھیال کی طرف سے بھی نہایت معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی والدہ حنتمہ ہاشم بن مغیرہ کی بیٹی تھیں اور مغیرہ

اس درجہ کے آدمی تھے کہ جب قریش کسی قبیلہ سے جنگ کے لیے جاتے تو فوج کا انتظام ان ہی کے متعلق ہوتا ہے۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد فکر معاش کی طرف متوجہ ہوئے۔ عرب میں لوگوں کا ذریعۂ معاش زیادہ تر تجارت ہی تھا' اس لیے انہوں نے بھی یہی شغل اختیار کیا اور اس سلسلہ میں دور دور ممالک کا سفر کیا۔ اس سے آپؓ کو بڑے تجربے اور فوائد حاصل ہوئے۔ آپؓ کی خودداری' بلند حوصلگی' تجربہ کاری اور معاملہ فہمی اسی کا نتیجہ تھی اور انہی اوصاف کی بنا پر قریش نے آپؓ کو سفارت کے منصب پر مامور کر دیا تھا۔ قبائل میں جب کوئی پیچیدگی پیدا ہو جاتی تھی تو آپؓ ہی سفیر بن کر جاتے تھے اور اپنے غیر معمولی فہم و تدبّر اور تجربے سے اس مشکل کو حل کر لیتے تھے۔

اسلام سے عداوت

جب آپ کی عمر 27 سال ہوئی تو اسلام کی آواز بلند ہوئی اور مکہ کی گھاٹیوں سے توحید کا نور چمکا۔ آپؓ کے لیے اسلام کی آواز سخت ناپسند تھی۔ اس لیے سخت برہم ہوئے۔ یہاں تک کہ جس کے متعلق معلوم ہو جاتا کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے' آپؓ اس کے دشمن بن جاتے۔ آپؓ کے خاندان کی ایک کنیز بسینہ مسلمان ہو گئی تھی۔ اس کو اتنا مارتے کہ مارتے مارتے تھک جاتے۔ بسینہ کے سوا اور جس جس پر قابو چلتا اسے مارنے سے دریغ نہ کرتے تھے' لیکن اسلام کا نشہ ایسا نہ تھا جو چڑھ کر اتر جاتا۔ ان تمام سختیوں کے باوجود وہ کسی ایک آدمی کو بھی اسلام سے بددل نہ کر سکے۔

اسلام کی راہ میں

قریش کے ممتاز افراد میں ابو جہل اور عمرؓ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں بہت سرگرم تھے۔ اس لیے آپ ﷺ نے خصوصیت کے ساتھ ان دونوں کے لیے اسلام قبول کرنے کی دعا فرمائی:

"اے اللہ! اسلام کو ابو جہل یا عمر بن خطاب سے معزز کر۔"

چنانچہ یہ دعا عمرؓ کے حق میں قبول ہوئی اور آپؓ نے اسلام قبول کر لیا جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

روایات کے مطابق عمرؓ اسلام سے کسی ایک شخص کو بھی بددل نہ کر سکے تو ایک

دن گھر سے اس ارادہ سے نکلے کہ آج (نعوذ باللہ) خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کردوں گا اور تلوار کمر سے لٹکا کر سیدھے دار ارقم کی طرف روانہ ہوئے جہاں ان دنوں خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیام پذیر تھے۔ راستے میں اتفاقاً نعیم بن عبداللہ مل گئے۔ انہوں نے ان کے تیور دیکھے تو پوچھا: "خیر تو ہے؟" بولے: "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فیصلہ کرنے جاتا ہوں۔" انہوں نے کہا: "پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ خود تمہاری بہن اور بہنوئی اسلام لا چکے ہیں۔" یہ سن کر سخت غصے کے عالم میں فوراً اپنی بہن کے گھر کی طرف پلٹے اور جب ان کے گھر پہنچے تو وہ قرآن پڑھ رہی تھیں۔ ان کی آہٹ پا کر چھپ گئیں اور قرآن کے اجزاء چھپا لیے۔ لیکن بہن کی آواز کان میں پڑ چکی تھی' اس لیے ان سے پوچھا یہ کیسی آواز تھی۔ انہوں نے کہا کچھ بھی نہیں۔ آپ نے کہا' میں سب سن چکا ہوں کہ تم دونوں مرتد ہو گئے ہو۔ یہ کہہ کر بہنوئی سے گتھم گتھا ہو گئے اور جب ان کی بہن بچانے کو آئی تو ان کو بھی مارا۔ یہاں تک کہ ان کا جسم لہولہان ہو گیا لیکن اسلام کی محبت بدستور قائم رہی اور انہوں نے اپنے بھائی عمرؓ سے کہا:

"عمر جو بن آئے کر لو' لیکن اسلام اب دل سے نہیں نکلتا۔"

ان الفاظ نے عمرؓ کے دل پر خاص اثر کیا۔ بہن کی طرف محبت آمیز نظروں سے دیکھا۔ ان کے جسم سے خون جاری تھا۔ اسے دیکھ کر اور بھی رقت طاری ہو گئی۔ آپؓ نے کہا: "تم لوگ جو پڑھ رہے تھے' مجھے بھی سناؤ۔" آپؓ کی بہن فاطمہؓ نے قرآن کے اجزاء سامنے لا کر رکھ دیئے۔ آپؓ نے اٹھا کر دیکھا تو یہ سورۃ تھی۔ (سورۂ الحدید کی پہلی آیات) ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:

"زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے سب خدا کی تسبیح پڑھتے ہیں وہ غالب اور حکمت والا ہے۔"

ایک ایک لفظ پر ان کا دل مرعوب ہوتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ جب اس آیت پر پہنچے:

"خدا اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ۔"

تو بے اختیار پکار اٹھے: "اشھدان لا الہ الا اللّٰہ واشھد ان محمد الرسول اللّٰہ" بعض روایات کے مطابق یہ آیات سورۂ طٰہٰ کی تھیں۔

یہ وہ زمانہ تھا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم میں مقیم تھے۔ یہ مکان کوہ صفا کے نیچے واقع تھا۔ حضرت عمرؓ نے آستانہ مبارک پر پہنچ کر دستک دی' چونکہ تلوار

Marfat.com

کندھے سے لٹک رہی تھی، اس لیے صحابہؓ کو تردّد ہوا، لیکن حضرت حمزہؓ نے کہا اندر آنے دو۔ اگر مخلصانہ آیا ہے تو بہتر ہے ورنہ اس کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں گا۔ دار ارقم کا دروازہ کھلا اور حضرت عمرؓ نے اندر قدم رکھا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود آگے بڑھے اور ان کا دامن پکڑ کر فرمایا:

''کیوں عمر، کس ارادے سے آئے ہو؟''

نبوت کی پر رعب آواز نے ان کو کپکپا دیا۔ نہایت عاجزی سے کہا:

''ایمان لانے کے لیے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بے ساختہ اللہ اکبر کا نعرہ اس زور سے مارا کہ تمام پہاڑیاں گونج اٹھیں۔

زمانۂ اسلام

عام مورخین اور ارباب سیر نے حضرت عمرؓ کے مسلمان ہونے کا زمانہ 7 نبوی مقرر کیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ چالیسویں مسلمان تھے۔ آپؓ نے اسلام کے ساتھ ہی حرم میں نماز پڑھنا شروع کر دیں اور اسی وجہ سے آپؓ کو دربار نبوت سے فاروق کا خطاب مرحمت ہوا۔

ہجرت

کفار کے ظلم و ستم کے مارے ہوئے مسلمانوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی اجازت دے دی۔ کچھ حبش کی طرف چلے گئے اور کچھ بعد میں جب مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت ملی تو مدینہ چلے گئے کیونکہ اب مدینہ میں اسلام کی روشنی پھیل چکی تھی اور انصار مدینہ مہاجرین مکہ کے ساتھ برادرانہ سلوک کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ 7 نبوی میں اسلام لائے تھے اور 13 نبوی میں آپؓ نے ہجرت کی۔ اس طرح مسلمان ہو جانے کے بعد آپؓ چھ سات سال تک کفار کے مظالم برداشت کرتے رہے۔ جب آپؓ ہجرت کے لیے تیار ہوئے تو بارگاہ نبوت سے اجازت لے کر چند آدمیوں کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور اس شان سے روانہ ہوئے کہ پہلے مسلح ہو کر مشرکین کے مجمعوں سے گزرتے ہوئے خانہ کعبہ پہنچے۔ نہایت اطمینان سے طواف کیا۔ نماز پڑھی۔ پھر مشرکین سے مخاطب ہو کر کہا، جس کو مقابلہ کرنا ہو، وہ مکہ سے باہر نکل کر مقابلہ

Marfat.com

کر لے۔ لیکن کسی کو ہمت نہ ہوئی اور آپؓ مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

مدینہ میں قیام

آپؓ مدینہ پہنچ کر قبا میں رفاعہ بن عبدالمنذر کے مہمان ہوئے۔ قبا کا دوسرا نام عوالی ہے' چنانچہ صحیح مسلم میں ان کی فرودگاہ کا نام عوالی ہی لکھا ہے۔ حضرت عمرؓ کے بعد بہت سے صحابہؓ نے ہجرت کی۔ یہاں تک 634ء میں خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے قبا پہنچے۔

مدینہ میں سلسلہ مواخات شروع کرنے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنو سالم کے رئیس حضرت عتبہ بن مالک کو حضرت عمرؓ کا بھائی بنادیا۔

غزوۂ بدر

کفر اور اسلام کی پہلی جنگ بدر کے مقام پر لڑی گئی جس میں حضرت عمرؓ نے اپنے کافر ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو اپنی تلوار سے خود قتل کیا۔ یہ آپؓ کی حمیت اسلامی کا بہترین مظاہرہ تھا۔ یہ آپؓ کی خصوصیات میں سے ایک ہے کہ آپؓ اسلام کے مقابلے پر قرابت اور محبت کے تعلقات سے بالکل متاثر نہیں ہوتے تھے۔

اسی طرح جب اسیران بدر کا معاملہ سامنے آیا تو آپؓ نے سب کو قتل کر دینے کی رائے دی' لیکن حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ فدیہ لے کر سب کو زندہ چھوڑ دیا جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شان رحمت کے صدقے میں ابو بکرؓ کی رائے سے اتفاق کیا اور فدیہ لے کر قیدیوں کو چھوڑ دیا' مگر اللہ پاک کو یہ بات پسند نہ آئی اور اس پر عتاب نازل ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی:

"کسی پیغمبر کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ اس کے پاس قیدی ہوں جب تک وہ خونریزی نہ کرے۔"

اس آیت کے نزول کے بعد خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ نے سخت افسوس کا اظہار کیا اور بعض روایات کے مطابق آپؓ دونوں نے گریہ وزاری بھی کی۔

غزوۂ احد

جب جبل عینین پر مقرر تیراندازوں کی غلطی سے جنگ احد کا پانسہ بدل گیا اور

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تیس فدائیوں کے ہمراہ پہاڑ پر تشریف لائے تو کفار کے سالار خالد بن ولید کو ایک دستہ فوج کے ساتھ اُس طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "خدایا یہ لوگ یہاں تک نہ آنے پائیں۔" حضرت عمرؓ نے چند مہاجرین اور انصار کے ساتھ آگے بڑھ کر حملہ کیا اور کفار کو بھگا دیا۔

حضرت حفصہؓ کا نکاح

حضرت حفصہؓ آپؓ کی صاحبزادی تھیں۔ جن کا پہلا نکاح حضرت خنیسؓ بن حذافہ سہمی سے ہوا تھا۔ جو اصحاب بدر میں سے تھے۔ انہوں نے مدینہ آکر وفات پائی تو حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ سے حضرت حفصہؓ کا ذکر کیا، لیکن انہوں نے کہا کہ میرا ارادہ نکاح کا نہیں ہے۔ پھر آپؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے خواہش ظاہر کی کہ وہ حضرت حفصہؓ سے نکاح کرلیں لیکن وہ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا کیونکہ ان دونوں صاحبوں کو معلوم ہو چکا تھا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہؓ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ شعبان 3ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ سے نکاح کرلیا۔

مختلف معرکے

آپؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں تقریباً تمام جنگوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہے تھے۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر آپؓ نے اپنے تمام مال واسباب میں سے نصف لاکر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات

حجتہ الوداع سے واپس تشریف لانے کے بعد اوائل ربیع الاول 11ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوگئے اور چند روز کی مختصر علالت کے بعد 13 ربیع الاول بروز دوشنبہ (سوموار) بوقت چاشت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا لیکن حضرت عمرؓ کو اس کا یقین نہیں آتا تھا، چنانچہ اس عظیم حادثہ سے آپ اس قدر ذہنی اضطراب میں مبتلا ہو گئے کہ آپ نے مسجد نبویؐ میں اعلان کیا کہ جو یہ کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، میں اس کا سر اڑا دوں گا۔ لیکن جب حضرت ابو بکرؓ نے آیات قرآنی سے وفات نبویؐ پر استدلال کیا تو آپؓ بے خود ہو کر زمین پر گر گئے۔ آپؓ خود فرماتے ہیں:

"خدا کی قسم جب ابو بکرؓ نے آیت تلاوت کی تو میں حیران رہ گیا۔ یہاں تک کہ میرے پاؤں میرا بوجھ نہ اٹھا سکے اور میں زمین پر گر پڑا۔"

ان روایات کے مطابق وفات نبوی ﷺ کا جو اثر حضرت عمرؓ پر پڑا۔ دوسرے صحابہؓ کے حالات میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

بیعت سقیفہ

بیعت سقیفہ تمام تر حضرت عمرؓ کی کوششوں کا نتیجہ تھی کیونکہ جو فتنہ سقیفہ بنو ساعدہ میں کھڑا ہو گیا تھا' اسے اگر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ وقت پر پہنچ کر ختم نہ کرتے تو کیا عجب تھا کہ یہی فتنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ساتھ ہی شمع اسلام کو ہمیشہ کے لیے گل کر دیتا' لیکن یہ حضرت عمرؓ ہی کا تدبّر تھا کہ جب انصار مدینہ دو خلفاء کے مطالبہ پر اصرار کرنے لگے تو آپ نے حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس گتھی کو سلجھا دیا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ تمام مسلمان حضرت ابو بکرؓ کی خلافت پر متفق ہو کر تاریخ اسلام کے ایک سنگین بحران سے بچ گئے۔ حضرت عمرؓ کا یہ اقدام معاملہ کی اہمیت اور حالات کی نزاکت کے پیش نظر اس قدر مناسب' بروقت اور برمحل تھا کہ تاریخِ عالم میں شاید ہی ایسی مثال ملے۔

خلافت صدیقیؓ اور حضرت عمرؓ

آپؓ خلیفۃ الرسول حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور خلافت میں ان کے مددگار و معاون رہے اور بہت عمدہ مشوروں سے ان کی مدد کرتے رہے۔

جمع قرآن کا مشورہ

قرآن مجید کی تدوین کا کام خصوصیت سے حضرت عمرؓ کے مشورے اور اصرار پر ہوا۔ حضرت زیدؓ بن ثابت کاتب وحی بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے جنگ یمامہ کے بعد مجھ کو بلایا۔ میں ان کے پاس پہنچا تو حضرت عمرؓ ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا:

"عمرؓ میرے پاس آئے اور بیان کیا کہ جنگ یمامہ میں حفاظ قرآن بکثرت کام آئے (یعنی شہید ہو گئے) اور مجھے خوف ہے کہ اگر اسی طرح لڑائیوں میں حفاظ کام آتے رہے تو قرآن کا بڑا حصہ جاتا رہے گا۔ میرا خیال ہے کہ قرآن جمع کرنے کا حکم دیجئے۔"

Marfat.com

میں نے کہا: "عمرؓ تم مجھ سے وہ کام کیوں کرانا چاہتے ہو، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔"

عمرؓ نے جواب دیا: "خدا کی قسم اسی میں بھلائی ہے۔"

چنانچہ عمرؓ مجھ سے برابر اس کے متعلق گفتگو کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ اس کام کے لیے کھول دیا اور میری بھی وہی رائے قائم ہو گئی جو عمرؓ کی رائے تھی۔

حضرت زیدؓ بن ثابت کہتے ہیں کہ اس تمام گفتگو میں حضرت عمرؓ خاموش بیٹھے رہے چنانچہ اس کے بعد ایک کمیٹی تشکیل دی گئی اور قرآن مجید کی تدوین بہت ہی احسن طریقے سے مکمل ہو گئی۔

حضرت عمرؓ کی خلافت

حضرت ابو بکرؓ نے اپنے دور خلافت میں ہی یہ اندازہ کر لیا تھا کہ منصب خلافت کے لیے حضرت عمرؓ سے زیادہ موزوں کوئی دوسرا شخص نہیں ہے اور تجربہ نے ثابت کر دیا کہ ان کا یہ فیصلہ کس قدر اہم، ضروری اور مفید تھا۔ یہ انتخاب فی الحقیقت حضرت ابو بکرؓ کا اتنا بڑا احسان تھا کہ تمام عالمِ اسلامی ہمیشہ اس کو سراہتا رہے گا۔

آپؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے ساتھ ساتھ اپنے لیے "امیر المومنین" کا لقب اختیار کیا تھا۔ یہ لفظ اگرچہ بہت سادہ ہے، مگر قیصر و کسریٰ پر یہ نام سن کر ہی ہیبت طاری ہو جاتی تھی۔

حضرت عمرؓ کی مہمات اور فتوحات (فتوحات فارس)

ذیل میں ہم ان مہمات اور فتوحات کی صرف ایک فہرست پیش کرتے ہیں کیونکہ ان کا احوال لکھنے سے یہ بیان بہت طویل ہو جائے گا۔

1- فتوحات عراق۔
2- واقعہ بویب 14ھ۔
3- جنگ قادسیہ محرم 14ھ۔
4- ایران کے پایۂ تخت مدائن پر قبضہ 15ھ۔
5- جلولا کا معرکہ 16ھ۔
6- حلوان پر قبضہ۔

Marfat.com

7- تکریت پر قبضہ 17ھ۔
8- خوزستان۔
9- عراق عجم پر فوج کشی اور معرکہ نہاوند (اسی معرکہ میں ابولولو فیروز جس کے ہاتھ سے حضرت عمرؓ کی شہادت مقدّر تھی گرفتار ہوا تھا)
10- ایران پر عام لشکر کشی 19ھ۔
11- اصفہان کی فتح۔
12- ہمدان اور رے کی فتح 22ھ۔
13- طبرستان 22ھ۔
14- آذربائی جان۔
15- آرمینیہ۔
16- فارس 23ھ۔
17- کرمان 23ھ۔
18- سیستان 23ھ۔
19- مکران 23ھ۔
20- خراسان کی فتح اور یزدگرد (شاہ ایران) کا آخری مقابلہ۔

فتح فارس کے بعد

حضرت احنفؓ فاتح نے بارگاہ خلافت میں فتح نامہ روانہ کیا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے تمام لوگوں کو جمع کیا اور فتح کی خوشخبری سنا کر ایک موثر تقریر کی اور آخر میں فرمایا:

"آج مجوسیوں کی سلطنت برباد ہو گئی۔ اب ان کے ملک کی ایک چپّہ زمین بھی ان کے پاس نہیں ہے کہ مسلمانوں کو کسی قسم کا نقصان پہنچا سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی زمین ان کا ملک اور ان کی دولت کا تم کو اس لیے وارث بنایا کہ تم کو آزمائے۔ اس لیے تم اپنی حالت نہ بدلو ورنہ اللہ پاک بھی تمہاری جگہ دوسری قوم کو بدل دے گا۔"

فتوحات شام

1- فتح دمشق 13ھ۔
2- اردن کی فتح، معرکہ فحل ذی قعدہ 14ھ۔

3- حمص کی فتح۔

4- یرموک کا میدان اور شام کی قسمت کا فیصلہ' فتح یرموک 15ھ

5- بیت المقدس 16ھ۔

6- قیساریہ کی فتح 18ھ۔

بعض مشہور واقعات

1- حضرت خالدؓ بن ولید کی معزولی 17ھ۔

2- طاعون عمواس' اس میں کثرت سے مسلمان وفات پا گئے۔

3- سالارِ اعظم حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کی وفات 17ھ۔

مصر کی فتوحات

1- فسطاط کی فتح۔

2- اسکندریہ کی فتح 21ھ۔

3- سالارِ اعظم طرابلس الغرب کی تسخیر۔

حضرت عمرؓ کے بہترین کارنامے

1- ایسا آئین حکومت مرتب کرنا اور ایسا عادلانہ نظام قائم کرنا جو مسلمانوں کی جملہ سعادتوں اور ترقیوں کا ضامن ہو۔

2- اپنی خداداد حکمت عملی' دانائی' جرأت' بہادری اور موقع شناسی سے کام لے کر اللہ کی مدد سے اتنی وسیع سلطنت اسلامیہ کا قیام جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

3- جمہوری حکومت کا قیام' اہلِ الرائے صحابہ کرام کی کمیٹی کی تشکیل جو حکومت کے معاملات میں مجلس مشاورت کا کام دیتی تھی اور جس کے مستقل ممبر مندرجہ ذیل تھے۔

(1) حضرت علیؓ (2) حضرت عثمانؓ (3) حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف (4) حضرت معاذؓ بن جبل (5) حضرت ابیؓ بن کعب (6) حضرت زیدؓ بن ثابت۔
اس کے علاوہ اہم معاملات میں مہاجرین و انصار اور سرداران لشکر کی رائے بھی ضروری سمجھی جاتی تھی۔

Marfat.com

-4 لوگوں کو آزادیٔ رائے اور حکومت پر نکتہ چینی کی اجازت۔

-5 ملکوں کا صوبوں اور ضلعوں میں تقسیم کرنا۔

-6 صوبوں میں حاکم اعلیٰ، میر منشی، دفتر فوج کا میر منشی، کلکٹر افسر پولیس، خزانچی اور قاضی کے عہدے قائم کرنا۔

-7 بڑے بڑے عہدوں کا انتخاب عموماً مجلس شوریٰ میں ہوتا تھا۔

-8 تنخواہ مقرر کرنا اور اس کی تقسیم کے قوانین و ضوابط۔

-9 سرکاری ملازمین کے کردار اور فرائض کی ادائیگی کی تحقیق کرنا ہر سرکاری ملازم سے یہ عہد لیا جاتا تھا کہ:

1- وہ ترکی گھوڑے پر سوار نہیں ہوگا۔

2- باریک کپڑا نہ پہنے گا۔

3- چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا۔

4- دروازے پر دربان نہ رکھے گا۔

5- اور اہلِ حاجت کے لیے ہمیشہ دروازہ کھلا رکھے گا۔

ان کے ساتھ ہی اس کے مال و اسباب کی فہرست تیار کر کے محفوظ کر دی جاتی تھی۔ نوکری سے واپسی کے بعد ملازم کے مال و اسباب کی تحقیق کی جاتی تھی۔ اگر فہرست سے زیادہ ہوتا تو آدھا مال ضبط کر لیا جاتا تھا۔

-10 حج کے موقع پر سب عہدیدار حاضر ہوتے اور لوگ ان کے خلاف شکایات پیش کر سکتے تھے تاکہ ان کی حق تلفی نہ ہو۔

-11 خراج ٹیکس اور جزیہ وغیرہ وصول کر کے محکمہ محاصل قائم کرنا۔

-12 ملک کی زراعت کی ترقی کے لیے محکمہ آب پاشی کا قیام۔

-13 بیت المال کا قیام اور اس کی حفاظت۔

-14 صیغۂ عدالت کا قیام اور اس کا طریقہ کار، ضلعی عدالتیں اور قاضی کا قیام۔

-15 محکمہ افتاء، فتوے دینا۔

محکمہ افتاء کے ممتاز رکن

حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت معاذؓ بن جبل، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت ابیؓ بن کعب، حضرت زیدؓ بن ثابت، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابوالدرداؓ۔

Marfat.com

16- فوجداری اور پولیس۔

17- جیل خانہ کی ایجاد۔

18- محکمہ تعمیرات کیونکہ مملکت کی وسعت کے بعد تعمیرات کا کام بھی بڑھتا جارہا تھا۔

19- نئے شہر آباد کرنا چنانچہ بصرہ، کوفہ فسطاط، موصل، جنیرہ وغیرہ نئے شہر آباد کرائے اور ان کے شاہراہ عام اور گلیوں وغیرہ کی پیمائش مقرر کی گئی۔

20- فوجوں کے لیے مناسب انتظامات، مثلاً تنخواہ، کھانا، کپڑا کا بندوبست، چھاؤنیاں آباد کیں، اصطبل اور چراگاہیں تیار کرائیں۔ بعض بڑے بڑے فوجی مرکز یہ تھے جنہیں جند کہتے تھے۔ مدینہ، کوفہ، بصرہ، موصل، فسطاط، مصر، دمشق، حمص، اردن وغیرہ۔

21- خبر رسانی اور پرچہ نویسی (سی آئی ڈی) کا خاص انتظام کیا گیا۔

22- مذہبی خدمات (تاکہ اشاعت اسلام ہوتی رہے) کا خاص بندوبست۔

23- شعبہ تعلیم، خدمت قرآن، حفاظ کو مختلف جگہوں پر بھیجنا۔

24- حدیث کی خدمات، حدیث کی حفاظت اور اشاعت کا انتظام۔

25- فقہ کی خدمت۔

26- تعمیر مساجد۔

27- مذہبی احکام کا اجراء اور نفاذ۔

28- سن ہجری کا اجراء (یہ سن 20 جمادی الآخر 17ھ بمطابق 9/12 جولائی 638ء کو باقاعدہ جاری ہوا۔)

29 ذمیوں کے حقوق۔

30- غلامی کا رواج کم کرنے کی کوشش، مکاتبت کو رواج دینا۔ (اس کے مطابق غلام اپنی آزادی کے لیے اپنے مالک سے کچھ دے کر آزادی حاصل کر سکتا تھا۔)

31- امن وامان کے لیے مختلف طریقے ایجاد کیے۔

32- انصاف میں مساوات۔

33- تعلیم و تعلم اور علم و فضل کی اشاعت و وسعت (آپؓ کی ذہانت، طباعی اور اصابت رائے کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ آپؓ کی بہت سی رائیں، مذہبی احکام بن گئیں۔ اذان کا طریقہ آپؓ ہی کی تجویز سے قائم ہوا۔ اسیران بدر کے متعلق آپؓ کی رائے کو وحی الٰہی کی تائید حاصل ہوئی۔ شراب کی حرمت ازواج

Marfat.com

مطہرات کے پردہ اور مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنانے میں قرآن حکیم نے آپ کی رائے کی تائید کی۔

34- دفترِ مال قائم کیا۔
35- پیمائش کا طریقہ جاری کیا۔
36- دُرّہ کا استعمال کیا۔
37- مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ تک آرام کے لیے چوکیاں اور سرائیں بنوائیں۔
38- نماز تراویح جماعت سے قائم کی۔
39- تین طلاقوں کو جو ایک ساتھ دی جاتی تھیں طلاق بائن قرار دیا۔
40- شراب کی حد کے لیے 80 کوڑے مقرّر کیے۔
41- تجارت کے گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر کی۔
42- وقف کا طریقہ ایجاد کیا۔
43- مساجد میں روشنی کا انتظام کیا۔
44- اماموں اور موذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔
45- مساجد میں وعظ کا طریقہ جاری کیا۔
46- نماز جنازہ میں چار تکبیروں پر اجماع کرایا۔
47- قاعدہ مقرّر کیا کہ اہلِ عرب غلام نہیں بنائے جاسکتے۔
48- مفلوک الحال عیسائیوں اور یہودیوں کے لیے روزینے مقرر کیے۔
49- راہ پڑے بچوں کی پرورش اور پرداخت کے لیے روزینے مقرر کیے۔
50- مکاتب قائم کیئے۔

سیرت و کردار کی نمایاں خصوصیات

1- علم فقہ میں کمال۔
2- اخلاق و عادات (حضرت مسور بن مخرمہؓ کا بیان ہے کہ ہم اس غرض کے لیے حضرت عمرؓ کے ساتھ رہتے تھے کہ ان سے پرہیزگاری اور تقویٰ سیکھیں۔
3- خشیت الٰہی (تمام محاسن اخلاق کا سرچشمہ خوف خدا ہے اور یہ خوف حضرت عمرؓ کے رگ و پے میں اس قدر سمایا ہوا تھا کہ آپؓ مواخذہ کے خوف سے لرزہ براندام رہتے تھے۔ آپؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر آسمان سے ندا آئے کہ ایک آدمی کے سوا

Marfat.com

سب دنیا جنت میں داخل ہو گی تب بھی مواخذہ کا خوف زائل نہ ہو گا کہ شاید وہ بدقسمت انسان میں ہی ہوں۔

-4 آیات قرآن کا تاثر حضرت امام حسنؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نماز پڑھ رہے تھے کہ جب اس آیت پر پہنچے ان عذاب ربك لواقع O ماله من دافع (الطور:8-7) تو بہت متاثر ہوئے اور روتے روتے آنکھیں سوج گئیں۔

-5 حب رسولؐ اور اتباع سنتؐ (ایک مرتبہ حضرت حفصہؓ نے عرض کیا کہ اب خدا نے خوشحالی عطا فرمائی ہے اس لیے اب آپ کو نرم کپڑوں اور اچھی غذا سے پرہیز نہ کرنا چاہیے۔ (یہ زمانۂ خلافت کا واقعہ ہے) آپؓ نے فرمایا: "جان پدر، تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عُسرت (تنگی) کی زندگی بھول گئیں۔ خدا کی قسم میں اپنے آقا کے نقش قدم پر چلوں گا تاکہ آخرت کی فراغت اور خوشحالی نصیب ہو۔")

-6 حُبِ اہل بیت (آپؓ اپنے عہد خلافت میں جب نماز استسقا پڑھاتے تو حضرت عباسؓ کے وسیلہ سے دعا مانگتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ پہلے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بناتے تھے اب ان کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں۔)

-7 حبّ متعلقین رسالت (آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام متعلقین کا پاس و لحاظ اپنی اولاد سے زیادہ کرتے تھے۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ کے صاحبزادے حضرت اسامہؓ کی تنخواہ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ سے جو بدری تھے زیادہ مقرّر کی اور اس پر حضرت عبداللہؓ نے عذر کیا تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسامہؓ کو تجھ سے اور اسامہؓ کے باپ کو تیرے باپ سے زیادہ محبوب رکھتے تھے۔)

-8 حب مدینہ (آپؓ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے: "خداوندا مجھ کو اپنی راہ پر شہید کر اور مجھے اپنے رسول ﷺ کے شہر میں موت دے۔"

-9 زہد و قناعت (آپؓ کے فضائل اخلاق میں یہ عنوان سب سے نمایاں اور واضح نظر آتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ دنیاوی حیثیت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو جو اعزاز عطا کیا تھا، اس کے ساتھ انہوں نے جو زہد و قناعت کی زندگی اختیار فرمائی۔ اس کی نظیر انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی عظیم الشان خلیفہ یا بادشاہ کی زندگی میں نہیں مل سکتی۔

Marfat.com

آپؓ کی زندگی کا ایک رخ یہ ہے کہ ایران پر فوجیں بھیج رہے ہیں۔ قیصر و کسریٰ کے سفیروں سے معاملہ درپیش ہے۔ حضرت خالدؓ اور حضرت معاویہؓ سے بازپرس ہو رہی ہے۔ فاتح مصر و ایران کے نام فرامین جاری ہو رہے ہیں اور دوسرا رخ یہ ہے کہ بدن پر پیوند لگا ہوا کرتہ ہے' سر پر پھٹا ہوا عمامہ' پاؤں میں بوسیدہ چپل اور اسی حالت میں بیوہ عورتوں کے گھروں میں پانی بھرنے کے لیے کاندھے پر مشک ہے یا کسی وقت مسجد کے گوشہ میں کام سے تھک کر فرش خاک پر نیند آگئی ہے۔)

-10 سادگی (شام کے سفر میں جب بیت المقدس کے قریب پہنچے تو مسلمانوں نے اس خیال سے کہ عیسائی امیر المومنینؓ کو دیکھ کر اپنے دل میں کیا خیال کریں گے' ترکی گھوڑا اور قیمتی لباس پیش کیا' لیکن آپؓ نے فرمایا' خدا نے ہم کو جو عزت دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور ہمارے لیے کافی ہے۔)

-11 مزاج کی شدت (اگرچہ آپؓ فطرتاً مزاج کے تند و تیز تھے' لیکن خلافت کا بوجھ اٹھانے کے بعد بہت نرم ہو گئے تھے۔ اور آپؓ کا غصہ اور لطف و رحم محض خدا کے لیے تھا۔ ذاتیات کو اس میں مطلقاً دخل نہ تھا۔

-12 شفقت (اگرچہ شفقت اور شدت دو متضاد اوصاف ہیں لیکن حضرت عمرؓ میں شدت کے ساتھ شفقت بھی درجہ کمال تک موجود تھی۔

-13 برائیوں سے اجتناب (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی عصمت کے متعلق خود بیان فرمایا ہے:

"اے ابن خطاب' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم کو جب شیطان کسی راستہ میں چلتا ہوا ملتا ہے تو تمہارا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے۔"

ظاہر ہے کہ جس شخص سے شیطان اس قدر دور رہتا ہو' اس کی عصمت کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔

شہادت

اس کی تفصیل میں مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کا پارسی غلام جس کا نام فیروز اور کنیت ابولولو تھی' ایک دن حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور اپنے آقا

Marfat.com

کی شکایت کی کہ انہوں نے بہت بھاری محصول مقرر کیا ہے۔ آپؓ کم کرادیجئے۔ آپؓ نے پوچھا' کتنا محصول لیتے ہیں؟ اس نے کہا: دو درہم روزانہ۔ آپؓ نے پوچھا' تم کیا کام کرتے ہو؟ اس نے کہا' آہن گری (لوہا کا کام)' نجاری (بڑھئی کا کام) اور نقاشی۔ آپؓ نے فرمایا ان صنعتوں کے مقابلے میں یہ رقم کچھ زیادہ نہیں ہے۔ اس فیصلہ پر وہ ناراض ہو کر چلا گیا۔

دوسرے دن یعنی 26 ذوالحجہ 23ھ کو فجر کی نماز کے وقت ابولولو خنجر لیے مسجد میں آیا۔ جونہی حضرت عمرؓ نے نماز شروع کی' ابولولو نے دفعتہً مسلسل چھ وار کیے جن میں سے ایک ناف کے نیچے پڑا۔ آپ اس صدمے سے گر پڑے اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے نماز تمام کرائی۔ کچھ لوگ ابولولو کو گرفتار کرنے کے لیے آگے بڑھے مگر اس نے ان کو بھی زخمی کر دیا لیکن بالآخر پکڑ لیا گیا اور ساتھ ہی اس نے خودکشی کر لی۔ حضرت عمرؓ کو لوگ اٹھا کر گھر لائے۔ آپؓ نے پہلا سوال یہ کیا کہ میرا قاتل کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا' "فیروز"۔ فرمایا' الحمدللہ میرا قاتل مسلمان نہیں ہے۔ جب آپؓ کی حالت زیادہ خراب ہو گئی تو آپؓ نے اپنی آخری قیام گاہ کے لیے اپنے صاحبزادہ حضرت عبداللہؓ کو بلا کر حکم دیا:

"ام المومنین عائشہؓ کے پاس جاؤ اور کہو عمرؓ آپ کو سلام کہتے ہیں۔ امیر المومنین نہ کہنا' کیونکہ میں آج مومنین کا امیر نہیں ہوں۔ ان سے کہنا کہ عمرؓ بن خطاب آپؓ سے اپنے دونوں ساتھیوں (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ) کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت مانگتے ہیں۔"

حضرت عبداللہؓ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے۔ وہ رو رہی تھیں۔ حضرت عبداللہؓ نے سلام کیا اور پیغام پہنچایا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: "یہ جگہ میں نے اپنے لیے تجویز کی تھی لیکن عمرؓ کو اپنے اوپر ترجیح دوں گی۔"

حضرت عبداللہؓ واپس آئے تو آپؓ نے پوچھا' کیا جواب لائے عرض کی کہ امیر المومنین جو تمنا تھی۔ فرمایا:

"خدا کا شکر ہے۔ اس خواب گاہ سے زیادہ میرے لیے کوئی چیز اہم نہ تھی۔ جب میرا انتقال ہو تو جنازہ اٹھا کر لے جانا اور سلام کے بعد کہنا۔ عمرؓ بن خطاب اجازت چاہتے ہیں' اگر وہ (حضرت عائشہؓ) اجازت دیں تو اندر لے جانا اور اگر انکار کریں تو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔"

Marfat.com

جانشین کے لیے

جب آپؓ کی حالت زیادہ خراب ہو گئی تو لوگوں نے اپنا جانشین مقرر کرنے کے لیے کہا۔ جب لوگوں کا اصرار بڑھ گیا تو آپؓ نے مندرجہ ذیل اصحاب کی ایک کمیٹی مقرر کر دی اور انہیں فرمایا کہ ان میں سے جس پر کثرت رائے ہو جائے اسے امیر بنانا اور تاکید فرمادی کہ میری وفات کے بعد تین دن کے اندر اندر یہ مرحلہ طے ہو جائے۔ پھر حضرت صہیبؓ کو حکم دیا کہ میرے دفن سے فارغ ہونے کے بعد ان چھ اصحاب کو ایک مکان کے اندر بند کر دینا اور جب تک ان میں سے کسی کا انتخاب نہ ہو جائے دروازہ نہ کھولنا۔ حضرت عبداللہؓ (آپ کے صاحبزادے) مشورے میں شریک رہیں گے لیکن امارت سے انہیں کوئی تعلق نہ ہوگا۔ کثرت رائے کے بعد بھی اگر کوئی شخص خلافت کا مدعی رہے تو اسے قتل کر دینا۔ کمیٹی کے ممبر حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف۔ (ان حضرات کی اسلام میں بڑی خدمات تھیں اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت[1] دی تھی۔

1- جن بزرگوں کو ان کی زندگی میں ہی جنت کی بشارت دی گئی تھی وہ مندرجہ ذیل دس اصحاب تھے۔ جنہیں عشرۂ مبشرہ کہا جاتا ہے۔

1- حضرت ابو بکر صدیقؓ۔

2- حضرت عمر فاروقؓ۔

3- حضرت عثمان غنیؓ۔

4- حضرت علیؓ۔

5- حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح۔

6- حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف۔

7- حضرت سعدؓ بن ابی وقاص

8- حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ۔

9- حضرت زبیرؓ بن العوام۔

10- حضرت سعیدؓ بن زید۔

Marfat.com

آخری وصیتیں

نامزدگی کے مرحلہ سے فارغ ہو کر فرمایا:

''میں اپنے بعد والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین اولین کا حق پہچانے اور ان کی عزت کی حفاظت کرے اور میں اس کو انصار کے حق میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں جنہوں نے مدینہ کو گھر بنایا اور ایمان کو پناہ دی۔ مہاجرین سے پیشتر یہ کہ ان کے محسن کو قبول کرے اور برائی کرنے والے سے درگزر کرے اور میں اس کو اہل امصار (شہر والے) کے متعلق بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ اسلام کے پشت پناہ، مال کے فراہم کرنے والے اور دشمن کو غصہ دلانے والے ہیں۔ ان سے جو کچھ لیا جائے رضامندی سے لیا جائے اور فاضل مال لیا جائے اور میں اس کو اعراب (عرب کے لوگ دیہاتی) کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ عرب کے اصل اور اسلام کے مادہ ہیں۔ ان کا عمدہ مال نہ لیا جائے اور جو لیا جائے وہ ان کے فقراء میں تقسیم کر دیا جائے اور میں اس کو ان لوگوں کی نسبت وصیت کرتا ہوں جن کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذمہ ہے یہ کہ ان کا عہد پورا کرے اور ان کی طرف سے لڑا جائے اور ان کی طاقت سے زیادہ ان کو تکلیف نہ دی جائے۔

قومی امور سے فراغت کے بعد ذاتی معاملات کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے بیٹے حضرت عبداللہؓ کو بلا کر کہا کہ میرے بعد میرا قرض ادا کر دینا، اگر میرے متروکہ مال سے ادا نہ ہو سکے تو خاندان عدی سے درخواست کرنا، اگر ان سے بھی نہ ہو سکے تو کل قریش سے، لیکن ان کے علاوہ اور کسی کو تکلیف نہ دینا۔

وفات

ہر قسم کی وصیتوں کے بعد چند دن بیمار رہ کر یکم محرم 23ھ بروز شنبہ (سنیچر وار) امیر المومنین حضرت عمرؓ بن خطاب کی روح عالم اقدس میں پرواز کر گئی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تجہیز و تکفین کے بعد جنازہ اٹھایا گیا۔ جب حجرہ عائشہؓ (مزار نبوی ﷺ) کے دروازہ پر پہنچے تو حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے پکار کر کہا:

''عمرؓ بن خطاب اجازت طلب کرتے ہیں۔''

Marfat.com

حضرت عائشہؓ نے آواز دی:

"ان کو اندر لاؤ۔"

چنانچہ میت اٹھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تیسری قبر میں دفن کر دی۔

آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابیؓ' اسلام کی عملی تصویر' قرآن حکیم کی روح اور عرب کا قلب زمین کے اندر داخل ہوا تھا۔ اس لیے مسلمانوں پر ایک عالمگیر مصیبت چھا گئی۔ حضرت عمروؓ بن العاص کہتے ہیں:

"ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آج سے قبل کبھی لوگوں پر مصیبت ہی نہیں آئی تھی۔"

عمر

انتقال کے وقت آپؓ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔

مدت خلافت

(زخمی ہونے تک) دس سال چھ ماہ اور چار دن۔

حُلیہ

آپؓ قوی آدمی تھے۔ قد لمبا' سینکڑوں کے مجمع میں کھڑے ہوں تو سب سے سربلند نظر آئیں' رنگ گندم گوں' داڑھی گھنی' رخسار پہ کم گوشت' جسم بھرا ہوا' آنکھیں سرخ اور چندیا کے بال صاف تھے' مونچھیں بڑی۔

ازواج و اولاد

آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں چھ مختلف خواتین آئیں جن سے اولاد بھی ہوئی۔ سب سے زیادہ ممتاز آپ رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تھیں کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سات لڑکے تھے جن میں سے حضرت عبداللہؓ' حضرت عبیداللہؓ اور حضرت عاصمؓ اپنے علم و فضل اور مخصوص اوصاف کی وجہ سے زیادہ مشہور ہیں۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اپنے زمانے کے مشہور محدث تھے۔ ان کے بیٹے حفص نے بھی علوم اسلامیہ میں کمال حاصل کیا تھا۔ عاصمؓ

Marfat.com

حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی کے نانا تھے جو خلفائے بنو امیہ میں خلیفہ راشد شمار کیے جاتے ہیں۔

خانگی زندگی

آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی اولاد اور ازواج سے محبت تھی مگر اس قدر نہیں کہ خالق و مخلوق کے تعلقات میں فتنہ ثابت ہو۔ زید رضی اللہ عنہ سے جو بھائی تھے بہت محبت تھی' ہجرت کے بعد مدینہ سے دو میل کے فاصلے پر عوالی میں رہتے تھے۔ تجارت اور زراعت بھی کرتے تھے پھر خلیفہ بننے کے بعد ان کے لیے پانچ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کیا گیا۔ غذا نہایت سادہ تھی' لباس بھی معمولی تھا۔

حضرت عثمانؓ بن عفان

نام: عثمانؓ۔
ولدیت: عفان۔
نسب: عثمانؓ بن عفّان بن ابی العاص بن اُمیّہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی القرشی۔
والدہ: والدہ کی طرف سے اروئی بنت کریز بن ربیعہ بن جیب آفر عبد مناف تک۔
کنیت: ابو عبداللہ' ابو عمر
لقب: ذوالنّورین۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ: آپ کی نانی بیضاام الحکیم' حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی سگی بہن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں اس لیے ماں کی طرف سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہیں نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں۔
پیدائش: آپ واقعہ "فیل" کے چھٹے سال یعنی ہجرت نبوی ﷺ سے 47 سال قبل پیدا ہوئے۔

زمانۂ جاہلیت میں آپؓ کا خاندان

غیر معمولی وقعت واقتدار رکھتا تھا۔ آپؓ کے جدّ اعلیٰ امیہ بن عبد شمس قریش کے رئیسوں میں سے تھے۔ قریش کا قومی عَلم اسی خاندان کے قبضہ میں تھا۔ جنگ فجار میں اسی خاندان کا نامور سردار حرب بن امیہ سپہ سالار اعظم کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس خاندان کے

Marfat.com

ممتاز افراد عقبہ بن معیط ابو سفیانؓ بن حرب بھی تھے۔ یہ خاندان بنو ہاشم کا ہم سر تھا۔

حضرت عثمانؓ نے سن رشد میں پہنچنے کے ساتھ ہی لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ عہد شباب کا آغاز ہوا تو تجارتی کاروبار میں مشغول ہو گئے اور اپنی صداقت' دیانت اور راست بازی کے باعث غیر معمولی فروغ حاصل ہوا۔

قبول اسلام

آپؓ کی عمر کا چونتیسواں سال تھا' جب توحید کی آواز بلند ہوئی۔ آپؓ کے دوست حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان کے سامنے اسلام اس پُر تاثیر انداز میں بیان کیا کہ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اسلام قبول کرنے پر تیار ہو گئے لیکن اسی دوران خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے آئے اور حضرت عثمانؓ کو دیکھ کر فرمایا:

''عثمان...... خدا کی جنت قبول کر' میں تیری اور تمام خلق کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔''

حضرت عثمانؓ کا بیان ہے کہ زبان نبوت کے ان سادہ و صاف جملوں میں خدا جانے کیا تاثیر بھری تھی کہ میں بے اختیار کلمہ شہادت پڑھنے لگا اور دست مبارک میں ہاتھ دے کر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ اسلام قبول کرنے والوں میں آپ کا پانچواں نمبر تھا۔

بنو امیہ میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف آپؓ ہی کو حاصل ہے۔ اس وقت ان کے والد عفان وفات پا چکے تھے۔

نوجوانی کا زمانہ

عرب میں شراب نوشی' جوا بازی' زناکاری اور ایسی ہی کئی خبیث رسموں کا زور تھا' مگر آپؓ ان میں سے کسی میں بھی ملوث نہ ہوئے۔ ''کنز الایمان'' کی ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپؓ نے فرمایا:

''میں نے عہد جاہلیت میں یا اسلام میں نہ کبھی زنا کیا ہے' نہ شراب پی ہے اور نہ گانا سنا ہے۔''

آپؓ کی سیرت چٹکی ہوئی چاندنی اور مہکتی ہوئی کلیوں کی طرح معصوم' جاذب اور قابلِ رشک تھی۔ جود و سخا' انفاق فی سبیل اللہ' حلم اور حیا آپؓ کی سیرت کے بہت زیادہ نمایاں اور درخشندہ پہلو ہیں۔

Marfat.com

اسلام قبول کر لینے کی وجہ سے آپؓ کا چچا حکم بن ابی العاص' جو آپ کا سرپرست بن گیا تھا' آپؓ کو بہت سخت سزائیں دیا کرتا تھا' مگر اسلام کی راہ میں آپؓ نے ان تمام سزاؤں کو نہایت صبر سے برداشت کیا' حتیٰ کہ خود آپؓ کا چچا ہی کچھ عرصہ بعد اس ظلم و ستم سے باز آ گیا۔

شادی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی منجھلی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا نکاح آپؓ سے کر دیا۔ یہ نکاح مکہ ہی میں ہوا اور یہ آپؓ کے لیے بہت بڑی سعادت تھی۔

ہجرت حبشہ

جب کفار کے ظلم و ستم سے مسلمانوں کی زندگی اجیرن ہو گئی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے 5 نبوت میں اپنے صحابہ کرامؓ سے فرمایا:

''اچھا ہو کہ تم لوگ نکل کر حبش چلے جاؤ' وہاں ایک اچھا بادشاہ ہے جس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا اور وہ بھلائی کی سرزمین ہے۔ جب تک اللہ تمہاری اس مصیبت کو رفع کرنے کی کوئی صورت پیدا نہ کرے' تم لوگ وہیں ٹھہرے رہو۔''

مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے والے مہاجروں کے پہلے گروہ میں سیدنا عثمانؓ اور ان کی اہلیہ حضرت رقیہؓ بھی شامل تھے اور اس قافلہ کے امیر بھی سیدنا عثمانؓ ہی تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا تھا:

''لوط اور ابراہیم علیہم السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جنہوں نے راہ خدا میں ہجرت کی ہے۔''

آپؓ کی ہجرت کے چند برس بعد حبشہ میں یہ افواہ پھیل گئی کہ قریش مسلمان ہو گئے ہیں تو بہت سے مسلمان واپس مکہ آ گئے۔ جن میں حضرت عثمانؓ اور آپؓ کی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہؓ بھی شامل تھے' مگر مکہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی۔ اس پر بہت سے مسلمان واپس حبشہ چلے گئے لیکن سیدنا عثمانؓ اور ان کی اہلیہ محترمہ مکہ میں ہی رہ گئے۔

ہجرت مدینہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری بیعت عقبہ یعنی ذی الحجہ 13 نبوی میں

Marfat.com

مسلمانوں کو مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے کا اذن عام دیتے ہوئے فرمایا:

"اللہ عزوجل نے اب تمہارے لیے بھائی پیدا کر دیئے ہیں اور ایک ایسا شہر فراہم کر دیا ہے جہاں تم امن سے رہ سکتے ہو۔"

اس حکم کے ملتے ہی مسلمان چھپ چھپ کر مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرتے رہے۔ ان ہی مسلمانوں کی تیسری جماعت کے ساتھ سیدنا عثمانؓ اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ ہجرت کر گئے۔ مدینہ منورہ میں سیدنا عثمانؓ کے میزبان حضرت حسانؓ بن ثابت کے بھائی حضرت اوسؓ بن ثابت تھے اور مواخات کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا دینی بھائی بنا دیا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب

بہت سے مورخوں نے آپؓ کا اسم شریف کاتبان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ آپؓ زمانۂ جاہلیت میں ہی پڑھنے لکھنے کی صلاحیت حاصل کر چکے تھے۔ اسلام لانے کے بعد اس خوبی میں قابلِ قدر اضافہ ہوا۔ تحریر و کتابت میں آپؓ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ اسی بنا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو وحی کی کتابت پر مقرر فرمایا تھا۔ جب کوئی آیت نازل ہوتی' آپ ﷺ سیدنا عثمانؓ کو بلوا کر لکھوا دیتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ شب کے وقت وحی نازل ہوئی' سیدنا عثمانؓ موجود تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لکھنے کا حکم دیا تو آپؓ نے اسی وقت تعمیل ارشاد کی۔ آپؓ کے انداز نگارش کا اندازہ آپؓ کے ان فرامین و خطوط سے لگایا جا سکتا ہے جو اب تک محفوظ ہیں۔

بیر رومہ کی خریداری

مدینہ میں آجانے کے بعد مہاجرین کو پانی کی سخت تکلیف تھی۔ تمام شہر میں صرف بیر رومہ ہی ایک ایسا کنواں تھا' جس کا پانی پینے کے لائق تھا' لیکن اس کا مالک ایک یہودی تھا' جس نے اس کنویں کو ذریعۂ معاش بنا رکھا تھا۔ سیدنا عثمانؓ نے اس مصیبت کو رفع کرنے کے لیے اس کنویں کو خریدنا چاہا' یہودی بڑی مشکل کے بعد اس کا نصف حق بیچنے پر راضی ہوا۔ آپؓ نے بارہ ہزار درہم میں نصف کنواں خرید لیا اور شرط یہ قرار پائی کہ ایک دن حضرت عثمانؓ کی باری ہوگی اور دوسرے دن یہ کنواں اس یہودی کے لیے مخصوص رہے گا۔ پھر حضرت عثمانؓ نے آٹھ ہزار درہم مزید دے کر اس یہودی سے باقی آدھا حصہ بھی خرید لیا

Marfat.com

اور اس کو عام مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔

غزوہ بدر

اس جنگ کے لیے لشکر اسلام مدینہ سے بروز یک شنبہ (اتوار) 8 رمضان المبارک 2ھ کے دن روانہ ہوا۔ اس وقت سُوئے اتفاق سے سیدنا عثمانؓ کی اہلیہ محترمہ جناب رقیہؓ بیمار ہو گئیں اور گھر میں کوئی دوسرا تیمارداری کے لیے موجود نہ تھا' اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمانؓ کو ان کی تیمارداری کے لیے مدینہ ہی میں چھوڑا۔ یوں آپؓ اس موقع پر لشکر اسلام میں شامل نہ ہو سکے۔

جب غزوہ بدر کی فتح کی خوشخبری لے کر حضرت زیدؓ بن حارثہ مدینہ میں داخل ہوئے تو سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو قبر میں اتارا جا رہا تھا۔ اس وقت ان کی عمر بیس سال تھی۔ انہوں نے اپنا ایک بیٹا عبداللہ نشانی کے طور پر چھوڑا جو دو سال بعد جمادی الاول 4ھ میں فوت ہو گئے تھے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نور نظر کے جنازہ میں شریک نہ ہو سکے' کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بدر میں ہی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا عثمانؓ کو بدر کے مال غنیمت میں شرکائے بدر کے برابر حصّہ دیا اور آخرت میں اسی تناسب سے اجر کی امیدیں دلائی گئیں۔

غزوہ بدر بروز جمعہ 17 رمضان المبارک 2ھ میں ہوا اور لشکر اسلام کا مدینہ میں فاتحانہ داخلہ بروز شنبہ 25 رمضان المبارک 2ھ میں ہوا۔

نکاح ثانی

اوائل رمضان 2ھ میں حضرت رقیہ کے انتقال کے بعد ربیع الاول 3ھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری بیٹی سیدہ ام کلثومؓ کا نکاح سیدنا عثمانؓ سے کر دیا۔ نکاح کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمانؓ کو قریب بلا کر ارشاد فرمایا:

"یہ جبرئیل علیہ السلام ہیں جو کہہ رہے ہیں کہ خدائے بزرگ و برتر کا حکم ہے کہ میں اپنی دوسری بیٹی تجھ سے بیاہ دوں۔"

حضرت ام کلثومؓ نے چھ سال تک حضرت عثمانؓ کے ساتھ ازدواجی زندگی بسر کرنے کے بعد شعبان 9ھ میں رحلت فرمائی۔ ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ ان کی نماز جنازہ خود

Marfat.com

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی اور ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

"اگر میری کوئی اور بھی (بن بیاہی) بیٹی ہوتی تو میں اسے بھی عثمانؓ کے نکاح میں دے دیتا۔" (یہ فتح الباری کی روایت ہے)

ان دونوں نکاحوں کی وجہ سے سیدنا عثمانؓ کا لقب ذوالنورین ہو گیا۔ اور یہ شرف حضرت عثمانؓ کو ہی حاصل ہے کیونکہ آپؓ کے سوا کسی دوسرے آدمی کے عقد میں کسی نبی کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے نہیں آئیں۔

غزوۂ ذات الرقاع

غزوۂ اُحد کے بعد 4ھ میں غزوۂ ذات الرقاع پیش آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اس مہم میں تشریف لے گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔ پھر بنو نصیر کی جلاوطنی عمل میں آئی اور اس کے بعد 5ھ میں غزوۂ خندق پیش آیا۔ حضرت عثمانؓ ان تمام مہموں میں شریک تھے۔

حدیبیہ

صلح حدیبیہ تاریخ اسلام کا ایک نہایت اہم موڑ ہے کیونکہ اس کے بعد سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی رفتار بہت تیز ہو گئی تھی۔ 6ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت کعبہ کا قصد فرمایا۔ حدیبیہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ قریش مخالفت پر تلے ہوئے ہیں چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لڑنا منظور نہیں تھا' اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو صلح کا سفیر بنا کر مکہ بھیجا' مگر قریش نے انہیں کئی دن تک روک لیا جس سے مسلمانوں کو بہت فکر لاحق ہو گئی۔ اسی دوران یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا انتقام لینے کے لیے اس وقت کے موجود چودہ سو صحابہ کرامؓ سے بیعت لی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے خود اپنے دست مبارک پر دوسرا ہاتھ رکھ کر بیعت لی۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے ایسا شرف تھا جو دوسرے کسی کو نصیب نہ ہوا۔ آخر میں مشرکین قریش نے مسلمانوں کے جوش سے خوفزدہ ہو کر مصالحت کر لی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سال عمرہ کیے بغیر اپنے جاں نثاروں کے ساتھ مدینہ واپس تشریف لے گئے۔

Marfat.com

7ھ میں معرکۂ خیبر پیش آیا۔ پھر 8ھ میں مکہ فتح ہوا۔ اسی سال ہوازن کی جنگ ہوئی جو غزوۂ حنین کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت عثمانؓ ان تمام معرکوں میں شریک رہے۔

مسجد نبوی میں توسیع

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نمازیوں کی تعداد بڑھ جانے کے باعث مسجد نبوی میں اضافہ کی ضرورت محسوس ہوئی تو ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"کون ہے جو آلِ فلاں کے تختۂ زمین کو خرید کر مسجد میں شامل کر دے اور اللہ کی رضا اور خوشنودی کو پالے؟"

یہ پلاٹ مسجد سے ملحق تھا۔ سیدنا عثمانؓ نے ایک روز اس کے مالکوں سے بیس یا پچیس ہزار میں یہ پلاٹ خرید کر مسجد نبوی میں شامل کر دیا اور یوں اللہ پاک کی رضا اور خوشنودی کے حق دار بن گئے۔

غزوۂ تبوک اور تجہیز جیش عسرہ

9ھ میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ قیصر روم عرب پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ اس کا تدارک ضروری تھا' لیکن یہ زمانہ نہایت عسرت اور تنگی کا تھا' اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تشویش ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو جنگی سامان حاصل کرنے کے لیے زر و مال خرچ کرنے کی ترغیب دی۔ اکثر لوگوں نے بڑی بڑی رقمیں دیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک دولت مند تاجر تھے۔ اس زمانہ میں ان کا ایک تجارتی قافلہ ملک شام سے کثیر نفع کے ساتھ واپس آیا تھا' اس لیے انہوں نے ایک تہائی فوج کے جملہ اخراجات اپنے ذمے لے لیے۔

ابن سعدؒ کی روایت کے مطابق غزوۂ تبوک کی مہم میں تیس ہزار پیادے اور دس ہزار سوار شامل تھے۔ اس بنا پر گویا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دس ہزار سے زیادہ فوج کے لیے سامان مہیا کیا اور اس اہتمام کے ساتھ کہ اس کے لیے ایک ایک تسمہ تک ان کے روپے سے خریدا گیا تھا۔ اس کے علاوہ ایک ہزار اونٹ' ستر گھوڑے اور سامان رسد کے لیے ایک ہزار دینار پیش کیے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس فیاضی سے اس قدر خوش تھے کہ اشرفیوں کو دست مبارک سے اچھالتے تھے اور فرماتے تھے:

Marfat.com

"آج کے بعد عثمانؓ کا کوئی کام اس کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

حجتہ الوداع

10ھ میں سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج کیا جو حجتہ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی ہمرکاب تھے۔ حج سے واپس آنے کے بعد ماہ ربیع الاول 11ھ کی ابتداء میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور بارہویں ربیع الاول دوشنبہ (پیر) کے دن اس جہان سے رخصت ہو گئے۔

سقیفہ بنو ساعدہ اور خلافت کے ابتدائی سال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی لیکن سوا دو سال کی خلافت کے بعد آپؓ کا انتقال ہو گیا۔ اپنی وفات سے قبل آپؓ (حضرت ابو بکر صدیقؓ) نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اپنے جانشین کے لیے وصیت نامہ لکھوایا لیکن جانشین کا نام لکھوانے سے پہلے آپؓ پر غشی طاری ہو گئی۔ حضرت عثمانؓ نے اپنی عقل اور فراست سے سمجھ کر حضرت عمرؓ کا نام لکھ دیا۔ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ہوش آیا تو حضرت عثمانؓ سے کہا:

"پڑھو کیا لکھا ہے؟"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سنانا شروع کیا اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لیا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ بے اختیار اللہ اکبر پکار اٹھے اور حضرت عثمانؓ کی اس فہم و فراست کی بہت تعریف کی۔

اس کے تقریباً دس برس کی خلافت کے بعد محرم 24 میں حضرت عمرؓ کو ابولولو فیروز پارسی نے سخت زخمی کر دیا جس کی وجہ سے چند دن تک زخمی رہنے کے بعد فوت ہو گئے۔ لیکن انہوں نے لوگوں کے اصرار پر نئے خلیفہ کے انتخاب کے لیے مندرجہ ذیل آدمیوں کی ایک کمیٹی بنا دی اور تاکید کر دی کہ تین دن کے اندر اندر ان میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کیا جائے۔ کمیٹی کے ممبر مندرجہ ذیل تھے۔

خلافت

حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص

اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف۔ اس کمیٹی نے حضرت عثمانؓ کو خلافت کے لیے منتخب کیا اور مسجد میں اس کا اعلان کرنے کے بعد حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے ایک مختصر سی تقریر کی اور حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے بیعت کے لیے ہاتھ بڑھایا اور پھر تمام حاضرین بیعت کے لیے ٹوٹ پڑے۔ یہ واقعہ چار محرم 24ھ دوشنبہ کے دن ظہور میں آیا۔

عہد خلافت کا پہلا فیصلہ

بہت سی روایات یہ بتاتی ہیں کہ خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زخمی ہونے کے بعد یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ ان کا قاتل اکیلا نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ہرمزان مجوسی اور جفینہ عیسائی بھی شامل ہیں کیونکہ ان کو مشورہ کرتے ہوئے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابو بکرؓ نے دیکھا تھا۔

حضرت عمرؓ کے بیٹے حضرت عبیداللہؓ نے اپنے والد محترم کے قتل کا انتقام لینے کے لیے جذبات سے مغلوب ہو کر ان دونوں کو قتل کر دیا اور ساتھ ہی فیروز کی چھوٹی بیٹی کو بھی تلوار سے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس لیے صحابہ کرامؓ نے انہیں قابو میں لا کر ان کے گھر میں نظر بند کر دیا۔

پھر اہل الرائے صحابہ کرامؓ کو بلایا گیا تاکہ اس کا فیصلہ کیا جائے۔ حضرت علیؓ کی رائے تھی کہ عبیداللہؓ پر حد جاری کی جائے لیکن یہ بات سن کر اکابر مہاجرین نے کہا کہ یہ تو عجیب سی بات ہے کہ کل امت کا عظیم باپ شہید کر دیا گیا اور آج اس کا بیٹا بھی قتل کر دیا جائے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے لیکن حضرت عثمانؓ نے عبیداللہؓ کی طرف سے خود دیت کی رقم اپنے پاس سے ادا کر کے اسے بیت المال میں داخل کر دیا اور اس طرح اس مقدمے کا فیصلہ ہو گیا جسے لوگوں نے بہت پسند کیا اور حقیقت بھی یہ ہے کہ سیدنا عثمانؓ کا یہ فیصلہ وقت اور زمانہ کی مصلحتوں کے پیش نظر ان کی سمجھ اور دور اندیشی کی دلیل ہے۔

(واضح رہے کہ اسی زمانے میں ایک جان کی دیت (خون بہا) ایک ہزار دینار سونے کے بارہ ہزار درہم چاندی کے تھی)

آپؓ کے عہد کے مشہور واقعات

1- نئے گورنر کا تقرر: آپ کی سب سے پہلی تقرری حضرت سعدؓ بن وقاص کو

Marfat.com

مغیرہؓ بن شعبہ کی جگہ پر کوفہ کا گورنر بنانا تھا کیونکہ یہ سابق خلیفہ کی وصیت تھی۔

2- فتح طرابلس
3- فتح افریقیہ: وہ علاقے جنہیں اب الجزائر اور مراکش کہا جاتا ہے۔
4- اسپین پر حملہ: جہاں کچھ علاقے فتح کیے گئے۔
5- فتح قبرص
6- والیٔ بصرہ کی معزولی
7- فتح طبرستان
8- سواحل شام پر ایک عظیم الشان بحری جنگ

آپؓ کے عہد خلافت میں فتنہ و فساد کی وجوہات

1- آپؓ کے عہد خلافت کے آخری سالوں میں مسلمانوں میں مال غنیمت وغیرہ زیادہ ملنے کی وجہ سے وہ لوازمات پیدا ہو چکے تھے جو قوموں کی وحدت کا شیرازہ بکھیرنے اور انحطاط پیدا کرنے کا باعث ہوتے ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں ایک بار فرمایا تھا:

"مجھے تمہارے فقر و فاقہ سے کوئی خوف نہیں بلکہ تمہاری دولتِ دنیاوی ہی کے خطرات سے ڈرتا ہوں۔"

2- صحابہ کرامؓ کی اکثریت اس دنیا سے رخصت ہو چکی تھی' باقی بہت بوڑھے ہو گئے تھے اور ان کی نئی نسل زہد و اتقا' عدل و انصاف اور حق پسندی میں اپنے بزرگوں سے بہت کم تر تھی۔ اس لیے رعایا کی خاطر فرشتہ رحمت ثابت نہ ہو سکے۔

3- قیادت و سیادت زیادہ تر قریش کے پاس تھی اور نوجوان قریش اسے اپنا حق سمجھتے تھے' اس لیے عام عرب قبائل ان سے مطمئن نہ ہوتے تھے۔

4- مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی قوت کو ختم کرنے کے لیے مختلف سازشی عناصر متحرک ہو گئے تھے جنہوں نے سازشوں کا جال پھیلایا' ان میں سب سے آگے مجوسی اور یہودی تھے۔

5- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بہت زیادہ رحمدل تھے۔ اسی لیے شریروں کے حوصلے بڑھ گئے۔

6- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خود بہت مالدار تھے اور اپنے مال سے اپنے اہل خانہ ان

کو فائدہ پہنچایا کرتے تھے لیکن سازشی عناصر یہ پروپیگنڈا کرتے رہتے تھے کہ یہ داد و دہش اور جود و سخا سرکاری بیت المال سے کی جاتی ہے۔

-7 حالات کو دیکھتے ہوئے کہ نئی نسل میں اطاعت امیر کا وہ جذبہ موجود نہیں تھا جو ان کے آباؤاجداد میں تھا' آپؓ خلافت کے استحکام کے لیے بنی امیہ میں سے زیادہ افراد لینے پر مجبور ہو گئے۔

-8 مختلف محکوم قوموں کے شورش پسند اشخاص اس لیے انقلاب کے خواہاں تھے کہ شاید اس سے ان کی حالت میں کوئی فرق پیدا ہو۔

-9 مسلمانوں نے غیر قوموں کی عورتوں سے جو شادیاں کر لی تھیں یا وہ جو باندیاں بنی تھیں ان کی اولادیں کئی فتنوں کا باعث بنیں۔

-10 بنوہاشم بنوامیہ کے عروج و ترقی کو پسند نہیں کرتے تھے اور خود کو خلافت کے عہدوں کا زیادہ مستحق جانتے تھے۔

-11 مجوسی ایسے لوگوں کو برسرِ اقتدار لانا چاہتے تھے جن سے زیادہ مراعات حاصل کر سکیں۔

-12 یہودی چاہتے تھے کہ مسلمانوں میں ایسا انتشار پیدا کر دیا جائے جس سے ان کی قوت پاش پاش ہو کر رہ جائے۔

اسلامی خدمات

قرآن مجید کی قرأت میں اختلاف اور اس کا تدارک

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں یہ بات رفتہ رفتہ بڑھنے لگی کہ قبائل میں اختلاف صرف قرأت اور تلفظ تک ہی محدود نہ رہا بلکہ خود الفاظ بھی اس کی زد میں آ گئے۔ یعنی ایک مفہوم اور معنی کو ادا کرنے کے لیے ایک قبیلہ ایک لفظ استعمال کرتا تھا اور دوسرا قبیلہ دوسرا لفظ بولتا تھا۔ اس بنا پر اگر کسی قبیلہ کے کسی فرد کو لغت قریش پر نازل شدہ کوئی لفظ نامانوس اور زبان پر ثقیل معلوم ہوتا تو وہ بے تکلف اس لفظ کی بجائے اپنے قبیلے کی زبان کا تلفظ تلاوت کرنے لگتا تھا۔

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ:

حذیفہؓ بن یمان نے آذربائی جان اور آرمینیہ کی جنگوں میں جس میں شام اور

Marfat.com

عراق کی فوجیں ایک دوسرے کے ساتھ شریک تھیں' اختلاف قرأت کا یہ ہولناک منظر دیکھا تو پریشان ہو گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

"امیر المومنین خدا کے لیے امت کی خبر لیجئے' قبل اس کے کہ قرآن مجید سے متعلق اختلافات ایسے ہی شدید ہو جائیں جیسا کہ یہود و نصاریٰ کے باہمی اختلاف ہیں۔"

ظاہر ہے اتنا اہم اور عظیم الشان کام امیر المومنین خود اپنی رائے سے سرانجام دینے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے' اس لیے آپؓ نے اس سلسلہ میں اہل الرائے صحابہؓ سے مشورہ طلب کیا اور جب انہوں نے اس کام کی منظوری دے دی تو ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس سے مصحف منگوایا اور مندرجہ ذیل صحابہ کرامؓ کو اس کام پر لگا دیا۔

1- حضرت عبد اللہؓ بن زبیر۔

2- حضرت سعیدؓ بن عاص۔

3- حضرت عبد الرحمٰنؓ بن حارث بن ہشام۔

4- حضرت زیدؓ بن ثابت انصاری۔

اور ان کو یہ کام سپرد کیا گیا کہ وہ ام المومنین حضرت حفصہؓ کے مصحف کو بنیاد بنا کر قرآن مجید کا ایک نہایت مستند ایڈیشن تیار کریں۔ اس کمیشن میں حضرت زیدؓ بن ثابت ہی انصاری تھے' باقی سب ارکان نامورانِ قریش تھے' اس لیے سیدنا عثمانؓ نے کمیشن کو ہدایت کر دی کہ چونکہ قرآن کا نزول قریش کی زبان اور لہجہ میں ہوا ہے' اس لیے تینوں ارکان کو جہاں زیدؓ بن ثابت سے اختلاف ہو' وہاں وہ اپنی قرأت کو ترجیح دیں۔

جب یہ ایڈیشن تیار ہو گیا تو ام المومنین حضرت حفصہؓ کا مصحف واپس کر دیا گیا اور یہ مصحف جس کا نام مصحف عثمانی ہے اس کی متعدد نقلیں تیار کرا کے انہیں مختلف شہروں میں بھیج دیا گیا اور تاکید کر دی گئی کہ اس کو سند مانا جائے اور اسی کے مطابق قرأت اور کتابت کی جائے اور مصحف عثمانی کے علاوہ جتنے مصاحف دستیاب ہو سکیں انہیں تلف کر دیا جائے۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

"حضرت عثمانؓ کے مرتبہ اور مقام اور جلالت شاہی کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اس بات کو دیکھتے ہیں کہ انہوں نے کس طرح وقت کی ایک نہایت اہم ضرورت کا احساس کر کے جمع قرآن کا حکم دیا اور حضرت عثمانؓ ان سب لوگوں میں افضل ہیں جنہوں نے قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا تھا۔"

علامہ ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

"حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک بڑی منقبت اور ایک عظیم ترنیکی یہ ہے کہ آپؓ نے لوگوں کو ایک قرأت پر جمع کیا۔

کوفہ......سازشوں کا گڑھ

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارہ سالہ دور خلافت میں ابتدائی چھ سالوں میں امن وامان قائم رہا۔ فتوحات بکثرت ہوئیں اور زراعت و تجارت میں بھی ترقی ہوئی' لیکن بقیہ دور خلافت دور ابتلا میں تبدیل ہو گیا۔

یہودی بالخصوص ایسی سازشوں میں مگن تھے جس سے اسلام میں افتراق اور فرقہ پرستی پیدا ہو جائے۔ کوفہ ان سازشیوں کا مرکز بن گیا۔ اس میں اشتر نخعی اور اس کے ساتھی زیادہ فعاّل تھے۔ یہ قریش کی حکومت کے سخت خلاف تھے۔ ان سب کا بڑا قائد عبداللہ ابن سبا یہودی النسل نو مسلم تھا جو تمام سازشیوں کو آہستہ آہستہ ایک مرکز پر لے آیا۔ اس کے عقائد میں یہ باتیں شامل تھیں۔

1- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔
2- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے بلکہ روپوش ہو گئے ہیں اور دوبارہ دنیا میں تشریف لا کر اسلام کو از سرِ نو زندہ کریں گے۔
3- جس طرح نبوت کا ماننا فرض ہے اسی طرح امامت پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔
4- حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی (جن کے لیے وصیت کی جائے) اور وزیر ہیں۔
5- حضرت علیؓ انسانی جسم میں خدا ہیں اور میں ان کا نبی ہوں۔
6- خلافت کا حق حضرت علیؓ کا ہے۔ دوسرے اس کے حق دار نہیں ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق کوفہ شورشوں کا مرکز بن گیا۔ ابن سبا نے اپنی حکمت عملی سے تمام اختلافات سے قطع نظر کر کے صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی معزولی اور بنو امیہ کی تباہی پر سب کو متفق کر لیا اور اپنے داعی اور سفیر ساری مملکت اسلامیہ میں پھیلا دیئے تاکہ ہر طرف فتنہ وفساد کی آگ بھڑکا کر بدامنی پیدا کریں اور لوگوں کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے خاص طور پر یہ طریقے اپنائیں۔

1- بظاہر متقی اور پرہیزگار بن کر لوگوں کو پند و نصیحت سے اپنا معتقد بنانا۔
2- سرکاری عمّال کو تنگ کرنا اور ہر ممکن طریقے سے ان کو بدنام کرنا۔

Marfat.com

3- لوگوں میں ہر ممکن طریقے سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بہتان طرازی سے کام لے کر ان کے خلاف کنبہ پروری اور ناانصافیوں کی داستانیں بار بار بیان کرتے رہنا۔

مورخ طبری لکھتا ہے کہ عبداللہ بن سبا نے اپنے حواریوں کی مدد سے حضرت علیؓ کی حمایت اور حضرت عثمانؓ کی مخالفت شروع کر دی اور یہاں تک کہا کہ سیدنا عثمانؓ نے خلافت پر ناحق قبضہ کر لیا ہے۔

باغیوں اور مفسدین کا زور اس قدر بڑھ گیا کہ وہ مدینہ کی گلیوں میں دندناتے پھرتے تھے اور جو جی میں آتا تھا کہتے پھرتے تھے' لیکن کوئی بھی ان کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتا تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ ایک روز حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؓ کو شام میں جانے کی ترغیب اور دعوت دی' مگر انہوں نے فرمایا میں دیار رسول کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا' چنانچہ وہ مایوس ہو کر لوٹ گئے۔

ادھر مسجد نبویؐ میں باغیوں نے سیّدنا عثمانؓ پر پتھراؤ کیا جس سے آپؓ اور محمدؓ بن مسلمہ دونوں شدید زخمی ہو گئے اور لوگوں نے آپؓ دونوں کو گھروں تک پہنچایا۔

آپؓ کی شہادت

18 ذوالحجہ 35ھ بروز جمعہ باغیوں نے کاشانۂ خلافت کے دروازے کو آگ لگادی اور کچھ دیوار پھاند کر اندر چلے گئے اور آپؓ کو نہایت بے دردی سے شہید کر دیا۔ یہ عصر کا وقت تھا۔ مدینہ میں قیامت برپا تھی۔ باغی دندناتے پھرتے تھے اور کوئی شخص بھی خوف کے مارے سیدنا عثمانؓ کی میت کے قریب جانے کی ہمت نہ کرتا تھا۔

اگلے دن آدھی رات کے قریب جبکہ باغی میٹھی نیند کا مزہ لے رہے تھے۔ حضرت زبیرؓ بن العوام' حضرت حکیمؓ بن حزام' جبیرؓ بن مطعم' ابو جہمؓ بن حذیفہؓ' یسارؓ بن مکرم' حسنؓ بن علیؓ اور عمرو بن عثمانؓ نے امیر المومنین کا جنازہ غسل دیئے بغیر اسی طرح خون آلود اٹھایا اور جنت البقیع کے عقب میں حش کوکب میں سپرد خاک کر دیا۔ (یہ جگہ آج کل جنت البقیع میں شامل ہے۔) آپؓ کے جنازہ میں صرف سترہ آدمی تھے اور یہ ساری کارروائی ہی خفیہ تھی۔

قاتلان عثمانؓ اور ان کا انجام

18 ذوالحجہ 35ھ بروز جمعہ باغی آپ کے دروازے کو آگ لگا کر مختلف راستوں

Marfat.com

اور طریقوں سے مکان کے اندر پہنچ گئے۔ آپؓ نے وہاں موجود آدمیوں سے فرمایا:

"عنقریب دروازوں کے جلنے سے کہیں زیادہ بڑا حادثہ رونما ہونے والا ہے' لیکن تم سے کوئی شخص اپنے ہاتھ کو حرکت نہ دے۔ یہ امر یقینی ہے کہ میں اگر تم سے دور رہوں گا تو دشمن تم سب کو چھوڑ کر میرے ہی پاس پہنچیں گے اور مجھے بے جان کر دیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ثابت قدم رہنے کا جو وعدہ لیا تھا' میں اس پر قائم اور صابر ہوں۔"

اس پر مروان نے باہر نکل کر باغیوں کا مقابلہ کرنا چاہا' مگر چوٹ کھا کر گرا اور بیہوش ہو گیا اور کچھ لوگوں نے اسے ابراہیم بن عدی کی دادی فاطمہ بنت اوس کے گھر پہنچا دیا۔ باغی پچھلی دیوار پھاند کر اندر داخل ہو گئے۔ یہ چار آدمی تھے۔ محمد بن ابو بکر ان کے آگے تھا۔ جو حضرت ابو بکرؓ کا چھوٹا لڑکا تھا اور جس کی ماں نے بیوہ ہونے کے بعد حضرت علیؓ سے نکاح ثانی کر لیا تھا۔ اس لیے اس کی پرورش بھی حضرت علیؓ کے گھر میں ہوئی تھی۔ اسے کسی بڑے عہدے کی ہوس تھی' مگر سیدنا عثمانؓ نے اسے کوئی عہدہ نہ دیا تو یہ ان کا دشمن ہو گیا اور باغیوں سے مل گیا۔ اس نے جاتے ہی سیدنا عثمانؓ کی ریش مبارک کو پکڑا اور ایسے زور سے کھینچا کہ آپؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ قائم اللیل اور صائم الدہر تھے' انہوں نے محمد بن ابو بکر سے مخاطب ہو کر کہا:

"بھتیجے اگر تمہارے والد زندہ ہوتے تو ان کو تمہاری یہ حرکت پسند نہ آتی۔"

یہ سن کر وہ پیچھے ہٹ گیا۔ کنانہ بن بشر نے اندازہ لگایا کہ کہیں صورت حال بدل نہ جائے۔ اس نے آگے بڑھ کر فوراً لوہے کی ایک لاٹ اٹھائی اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر زور سے دے ماری۔ آپ رضی اللہ عنہ اس وقت قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے۔ قرآن مجید سامنے تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اس وار کو سہہ نہ سکے اور پہلو کے بل گر پڑے۔ زبان پر بسم اللہ توکلت علیٰ اللہ کے الفاظ جاری تھے۔ غافقی نے لوہے کی سلاخ آپ رضی اللہ عنہ کے سر پر ماری اور قرآن مجید کو لات مار کر نیچے گرا دیا۔ کنانہ بن بشر کے پیچھے سدان بن عمران مرادی کھڑا تھا' اس نے بھی ایک کاری ضرب لگائی جس سے آپ رضی اللہ عنہ بالکل نیم مردہ ہو گئے اور خون کا فوارہ بہہ نکلا۔ عمرو بن الحمق گستاخی کر کے سینہ مبارک پر کودنے لگا اور جسم کے مختلف حصوں پر نیزے کے نو زخم لگائے۔ پھر ایک باغی نے آگے بڑھ کر تلوار کا وار کیا۔ وفادار بیوی حضرت نائلہؓ نے جو قریب ہی بیٹھی رو رہی تھی' اس وار کو روکنے کی کوشش کی جس سے ان کے ہاتھ کی تین انگلیاں کٹ گئیں مگر حضرت

Marfat.com

رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

اس کے بعد باغی چاروں طرف سے امنڈ پڑے اور قصر خلافت میں گھس کر لوٹ مار شروع کر دی۔ آپؓ کے جسم اطہر کے کپڑے اور اہل بیت کے تمام ملبوسات اور زیورات تک چھین لیے۔ اس کے بعد بیت المال بھی لوٹ لیا۔ اس وقت آپؓ کے خزانچی کے پاس تین کروڑ 5 لاکھ درہم اور ایک لاکھ طلائی دینار جمع تھے۔ یہ سب سرکاری مال تھا اور بیت المال میں جمع تھا۔ باغی اس خزانہ کو بھی لوٹ کر لے گئے۔

بعد میں جب سیدنا عثمانؓ کا خون سے رنگین کرتہ اور حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں شام میں حضرت امیر معاویہؓ کے پاس پہنچیں تو انہوں نے رونا شروع کر دیا اور سارے ملک شام میں صف ماتم بچھ گئی۔ حضرت نعمانؓ بن بشیر حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا خون سے رنگین کرتہ لے کر شام گئے تھے۔ یہ دونوں آثار جامع دمشق کے منبر پر رکھ دیئے گئے جن کو دیکھ کر لوگ روتے تھے اور قسمیں کھا کھا کر قصاص لینے کا عزم کرتے تھے۔

قاتلان عثمانؓ کا انجام

1- محمد بن ابو بکر (جسے شہادت عثمانؓ کے بعد حضرت حسنؓ بن علیؓ فاسق بن ابی بکر کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ اسے معاویہ بن خدیج حاکم مصر نے گرفتار کر کے گدھے کی کھال میں بند کیا اور زندہ جلا دیا۔

2- اسود بن عمران جس نے پہلے آپؓ کو زدوکوب کیا پھر قتل کر دیا' اسے آپؓ کے غلام نے وہیں قتل کر دیا۔

3- اشتر نخعی جس نے لوگوں کو آپؓ کے خلاف خوب بھڑکایا تھا' مصر جاتے ہوئے ساحل سمندر پر خراج وصول کرنے والے مقدم کے زہریلے کھانے سے مر گیا۔

4- کنانہ بن بشر جس نے آپؓ کو تلوار ماری تھی۔ عمروؓ بن العاص کے لشکر سے مقابلہ میں مارا گیا۔

5- عمرو بن الحمق جس نے آپؓ پر بہت زیادہ تشدد کیا تھا اسے عبدالرحمٰنؓ بن ام الحکم نے (جو موصل کا حاکم تھا) کوڑے مروائے جس سے وہ مر گیا۔

6- عمر بن حنابی' اس کو حجاج بن یوسف نے قتل کرا دیا۔

7- کمیل بن زیاد' اس کو بھی حجاج بن یوسف نے قتل کرا دیا تھا۔

8- حکیم بن جبلہ' حضرت طلحہؓ کے مقابلے میں مارا گیا۔

آپؓ کی شہادت پر مختلف بزرگوں کے فرمودات

1- حضرت سعیدؓ بن زید (حضرت عمرؓ کے بہنوئی)۔۔۔ لوگو! گواہ رہنا کہ اگر کوہ احد تمہاری اس بداعمالی پر پھٹ پڑے اور تم اس میں گر پڑو تو غلط نہ ہوگا۔

2- حضرت حذیفہؓ۔۔۔ آہ عثمانؓ کے قتل سے اسلام میں وہ رخنہ پڑ گیا جو اب قیامت تک بند نہ ہوگا۔

3- حضرت ابن عباسؓ۔۔۔ اگر تمام خلقت عثمانؓ کے قتل میں شریک ہوتی تو قوم لوط کی طرح آسمان سے پتھر برستے۔

4- ام المومنین حضرت عائشہؓ۔۔۔ عثمانؓ مظلوم مارے گئے' خدا کی قسم ان کا نامہ' اعمال دُھلے کپڑے کی طرح پاک ہو گیا۔

5- حضرت ابوہریرہؓ کا یہ حال ہو گیا تھا کہ جب اس سانحہ کا ذکر آجاتا تو دھاڑیں مار مار کر رونے لگتے۔

6- حضرت عبداللہ بن سلام نے باغیوں سے فرمایا: "اگر تم نے عثمانؓ مظلوم کو شہید کیا تو پھر ہمیشہ کے لیے اسلام میں تلوار چلتی رہے گی۔"

اپنی شہادت کے متعلق آپؓ کا ارشاد

آپ رضی اللہ عنہ کے آخری ایام میں لوگوں نے جب آپؓ کو مستعفی ہونے کو کہا تو آپؓ نے فرمایا:

"میں اس کُرتے کو نہ اتاروں گا جو مجھے اللہ نے پہنایا ہے' البتہ اس چیز سے باز رہوں گا جسے تم ناپسند کرتے ہو۔"

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن جبیر راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا عثمانؓ سے فرمایا تھا:

"اللہ تمہیں ایک روز ایک کُرتہ پہنائے گا۔ اگر منافقین تم سے اسے اُترانا چاہیں تو تم اسے کسی ظالم کے لیے نہ اتارنا۔"

آپؓ نے آخری ایّام میں باغیوں سے فرمایا تھا:

"تم لوگ اگر مجھے قتل کر دو گے تو نہ تم کبھی متفق ہو کر نماز پڑھو گے نہ کبھی متفق ہو

Marfat.com

کر جہاد کرو گے اور نہ تمہارا مال غنیمت تمہارے درمیان تقسیم ہوگا۔"

بحری جنگیں اور توسیع مملکت

حضرت عمر فاروق ؓ کے عہد خلافت میں مملکت اسلامیہ کی غیر معمولی وسعت کے باعث اس امر کی ضرورت تھی کہ اہم فوجی مقامات پر چھاؤنیاں قائم کر کے ان میں فوجی دستے اور اسلحہ وغیرہ جمع کیا جائے اس لیے انہوں نے اسلامی مملکت کو فوجی اعتبار سے مندرجہ ذیل نو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔

(1) مدینہ (2) کوفہ (3) بصرہ (4) موصل (5) فسطاط (6) مصر (7) دمشق (8) حمص (9) فلسطین۔

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے ان میں مندرجہ ذیل مراکز کا اضافہ کیا۔

(1) طرابلس (2) قبرص (3) بجرستان (4) آرمینیہ

بحری بیڑہ خالص آپؓ کی ایجاد تھی اور اس کے دو مراکز تھے۔ ایک سواحل شام میں اور دوسرا اسکندریہ میں۔

پہلے مرکز کے کمانڈر حضرت امیر معاویہؓ گورنر شام تھے اور دوسرے مرکز کے حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھے۔

فتوحات

1- اسکندریہ کو دوبارہ فتح کیا۔
2- جزیرہ روڈس کی فتح۔
3- جزیرہ صقلیہ کی فتح۔
4- رومیوں کے زبردست بحری بیڑے کی پسپائی۔

اس بحری جنگ کے متعلق پروفیسر فلپ ہٹی لکھتے ہیں:

"655ء میں معاویہؓ اور عبداللہؓ کے مشترکہ شامی اور مصری بحری بیڑے نے بازنطینی بحری بیڑے کو جو پانچ سو جہازوں پر مشتمل تھا' فانکس کے قریب ساحل سے پرے ہٹ کر تباہ و برباد کر دیا۔ قسطنطین جو بنفس نفیس اس رومی بیڑے کی قیادت کر رہا تھا۔ بس اپنی جان بچا کر نکل بھاگا۔ یہ جنگ عربی میں ذوالصواری

(مستولوں کی جنگ) کے نام سے مشہور ہے اور بازنطینی حکومت کی بحری برتری کے لیے ایک زبردست چیلنج تھی۔"

5- جزیرہ قبرص کی فتح۔

6- عراقیوں اور ایرانیوں سے جنگیں۔

7- ایرانی شہنشاہیت کا خاتمہ۔

8- ہندوستان اور خلافت عثمانؓ ـــــ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں اسلامی فوجی دستے ہندوستان کی سرحد تک پہنچ چکے تھے۔ اس لیے سیدنا عثمانؓ نے عبداللہ بن عامر گورنر عراق کو حکم دیا کہ ہندوستان کے حالات معلوم کرنے کے لیے کسی سمجھ دار آدمی کو بھیجا جائے۔ اس نے حکیم بن جبلتہ العبدری کو بھیجا۔ اس نے واپس آکر کہا:

"اس ملک میں پانی کم ہے' اس کے پھل نکمے ہیں یہاں کے چور دلیر ہیں۔ اگر ہمارا لشکر تھوڑا ہو تو ضائع ہو جائے گا اور اگر بڑا ہو تو بھوکوں مر جائے گا۔"

یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے اور ہندوستان پر لشکر کشی کا ارادہ ترک کر دیا۔

9- آذربائی جان اور آرمینیہ کی فتوحات۔

مسجد نبویؐ میں توسیع' آپؓ کے عہد خلافت میں

آپ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مسجد نبویؐ کی توسیع کے لیے ایک پلاٹ خرید کر دیا تھا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے تھے۔ اب مسجد میں نمازیوں کی تعداد کافی بڑھ گئی تھی اور مسجد کی وسعت کی ضرورت تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مسجد کے اردگرد والے لوگوں کو کافی معاوضہ دے کر راضی کیا اور وہ ساری جگہیں مسجد میں شامل کر لیں۔

اس طرح مسجد کا طول ایک سو ساٹھ گز اور عرض ایک سو پچاس گز ہو گیا اور دس ماہ کی مسلسل جدوجہد کے بعد اینٹ چونا اور پتھر کی ایک نہایت خوشنما اور مستحکم عمارت تیار ہو گئی۔ مسجد کی دیواروں اور فرش پر پچی کاری کا کام کرایا گیا تھا اور اس کے ستون ان پتھروں سے بنائے گئے تھے جن میں سیسہ بھرا ہوا تھا۔ چھت میں شیشم کی لکڑی لگائی گئی۔ دروازوں میں البتہ کوئی ترمیم نہ کی گئی۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں اس کے چھ دروازے تھے۔ اب

Marfat.com

بھی چھ ہی رہے۔

انگشتری

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہانِ عرب کی طرف تبلیغی خطوط بھیجنے کے موقع پر صحابہ کرامؓ کے مشورہ سے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی جس پر اللہ' محمدؐ' رسول کندہ تھا اور شاہوں کو بھیجے جانے والے مکتوبات گرامی پر اس انگوٹھی سے مہر لگائی جاتی تھی تاکہ ان مکتوبات کو سرکاری (دربارِ نبوت) کے خطوط سمجھا جائے۔

یہ انگوٹھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ کے پاس رہی اور ان کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئی چنانچہ چھ سال تک اسے بطور مہر استعمال کیا جاتا رہا لیکن ایک روز جبکہ آپ بیئر اریس کی منڈیر پر بیٹھے تھے' اچانک انگشتری آپؓ کے ہاتھ سے گر کر کنوئیں میں گر گئی اور باوجود بڑی تلاش کے پھر ہاتھ نہ آئی۔ اس دن کے بعد سے امورِ خلافت میں تلخیاں پیدا ہونے لگیں۔ یہ 30ھ کا واقعہ ہے۔

عہد فاروقیؓ کے آخیر اور عہد عثمانیؓ کے شروع میں گورنر

اس وقت مندرجہ ذیل گورنرز تھے۔

1- مکہ مکرمہ نافع بن عبدالحارث الخزاعی
2- بحرین عثمان بن ابی العاص
3- طائف سفیان بن عبداللہ الثقفی
4- فلسطین عبدالرحمٰن بن عقبہ
5- صنعا علی بن منبہ
6- دمشق معاویہؓ بن ابی سفیانؓ
7- جند عبداللہ بن ابی ربیعہ
8- کوفہ مغیرہ بن شعبہ
9- حمص عمیر بن سعد
10- بصرہ ابو موسیٰ اشعری

Marfat.com

11-مصر　　　عمرؓو بن العاص

نظام خلافت کی چند خاص باتیں

1- جمہوریت کی روح زندہ کی۔
2- عام عمّال کے نام ہدایات اور عام مسلمانوں کے لیے پیغامات لکھوائے۔
3- عمّال کے کاموں کی کڑی نگرانی کی اور اپنے احکام کو نافذ کیا۔
4- حضرت عمرؓو بن العاص کو معزول کیا اور ولید بن عقبہ کو معزول بھی کیا اور سزا بھی دی۔
5- صوبوں کی از سرِ نو تقسیم کی۔
6- صوبے میں والی (گورنر) عامل' قاضی' کاتب الایوان (چیف سیکرٹری) صاحب بیت المال (خزانچی) مقرر کیے۔ یہ عہدے حضرت عمرؓ نے شروع کیے تھے۔
7- فوجی چھاؤنیاں اور نو آبادیاں قائم کیں۔
8- محکمۂ احتساب قائم کیا۔
9- مختلف تعمیرات کرائیں اور رفاہ عامہ کے کام کرائے۔
10- اکابر قریش کو مدینہ سے باہر آباد ہونے کی اجازت دی۔
11- ذمیوں کے ساتھ حسن سلوک کا خاص خیال رکھا۔

مفسدوں کے اقدام

1- مفسدین کی شرارتوں کا آغاز 32ھ۔
2- عبداللہ ابن سبا کا فتنہ 32ھ۔
3- شرپسندوں اور باغیوں کی بغاوت 34ھ۔
4- سیدنا عثمان کی شہادت 18 ذوالحجہ 35ھ۔

فضل و کمال

1- لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔
2- وحی کی کتابت بھی کرتے تھے۔
3- اسلوب تحریر بہت پیارا تھا۔

Marfat.com

4- آپؓ کی تقریر مختصر لیکن فصیح و موثر ہوتی تھی۔

5- دوسرے صحابہؓ کی نسبت آپؓ سے مرفوع احادیث بہت کم مروی ہیں۔ آپؓ کی کل روائتوں کی تعداد 146 ہے۔

6- اگرچہ آپ رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرح اکابر مجتہدین میں شامل نہیں ہیں' تاہم شرعی اور مذہبی مسائل میں مجتہد کا درجہ رکھتے ہیں۔

7- حضرت عثمانؓ اور حضرت زیدؓ بن ثابت فرائض (علم تقسیم ترکہ) میں امام مانے جاتے تھے اور بعض صحابہؓ کو یہاں تک خوف تھا کہ ان دونوں کی وفات سے فرائض کا علم ہی جاتا رہے گا۔

8- خوفِ خدا حد درجہ غالب رہتا تھا۔ قبروں پر جاتے تو اس قدر روتے کہ ریش مبارک تر ہو جاتی تھی۔

9- حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں درجہ کمال تک پہنچے ہوئے تھے اور بہت خدمت کرتے تھے۔

10- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام اور ادب اس قدر ملحوظ تھا کہ جس ہاتھ سے آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی' پھر اس کو نجاست یا نجاست والی جگہ سے مَس نہ ہونے دیا۔

11- اتبّاع سنّت میں اپنے آقا ﷺ کے ہر قول و فعل کے اتباع کی بہت سختی سے پابندی کرتے تھے۔

12- حیا کا یہ عالم تھا کہ تنہائی اور بند کمرے میں بھی برہنہ نہیں ہوتے تھے۔

13- باوجود غیر معمولی دولت و ثروت کے کبھی امیرانہ زندگی اختیار نہیں کی۔ اور نہ کبھی صرف زیب و زینت کی چیزیں استعمال کیں۔

14- تواضع اور سادگی کا یہ حال تھا کہ گھر میں بیسیوں لونڈی اور غلام موجود تھے' لیکن آپؓ اپنا کام خود ہی کر لیتے تھے۔

15- اپنے زمانۂ خلافت میں ذاتی اخراجات کے لیے بیت المال سے ایک پیسہ تک نہیں لیا۔

16- فیّاضی کا یہ عالم تھا کہ یہودی سے کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی توسیع کرائی۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر بے

Marfat.com

انداز روپیہ خرچ کر کے مجاہدین کی ضرورت کو پورا کیا۔ ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتے تھے۔

-17 اپنے عزیز واقارب کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔ احباب کے ساتھ بھی یہی سلوک تھا۔ ان کی ضروریات پر بڑی بڑی رقمیں قرض دیتے اور پھر بسااوقات واپس نہیں لیتے تھے۔

-18 صبر و تحمل کی یہ حالت تھی کہ باغیوں کے ظلم و ستم متواتر چالیس دن تک برداشت کرتے رہے اور باوجود قدرت رکھنے کے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی۔

-19 رات کا اکثر حصہ عبادت میں گزارتے تھے اور کبھی کبھی رات بھر جاگتے اور ایک ہی رکعت میں قرآن مجید ختم کر دیتے تھے۔

-20 ہر سال حج کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ خصوصاً اپنے عہد خلافت میں کوئی سال حج کرنے کے بغیر نہ رہے۔ سوائے شہادت والے سال کے۔

-21 اپنی رہائش کے لیے مسجد نبویؐ کے قریب ایک محل تعمیر کرایا جس میں رہا کرتے تھے' یہ جگہ اب بھی سیدنا عثمانؓ کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں ایک کتب خانہ ہے جو کتب خانہ سیدنا عثمانؓ کے نام سے قائم ہے۔

-22 تجارت آپؓ کا ذریعہ معاش تھا۔

-23 فتح خیبر کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو بھی ایک جاگیر عطا کی تھی۔

-24 اپنی اراضی کاشتکار کو زراعت کے لیے دیتے تھے' جس میں سے پیداوار کا 2/3 حصہ کاشتکار کو دیتے اور 1/3 حصہ خود رکھتے تھے۔

-25 ضعف اور پیری کی وجہ سے غذا عموماً نرم' ہلکی اور زود ہضم کھاتے تھے۔ دستر خوان پر عموماً اعزّہ اور احباب کا مجمع رہتا تھا۔

-26 مزاج میں نفاست اور طہارت تھی۔ جب سے مسلمان ہوئے روزانہ غسل کیا کرتے تھے۔ ہمیشہ اچھے کپڑے پہنتے اور عطر لگاتے تھے۔

-27 لباس میں گو اچھے کپڑے پہنتے تھے مگر اس میں تکلفات کو دخل نہیں ہوتا تھا۔

-28 آپؓ بہت خوبصورت تھے۔ رنگ گندم گوں' قد معتدل' ناک بلند اور خم دار' رخسار پُرگوشت' ان پر چیچک کے ہلکے ہلکے داغ' داڑھی گھنی اور طویل' سر کے بال

گھنے اور بڑے بڑے' یہاں تک کہ کانوں تک پہنچتے تھے۔ بعض روایات کے مطابق خضاب بھی لگاتے تھے۔ دانت پیوستہ اور چمکدار جن کو سونے کے تار سے باندھ کر مضبوط کیا گیا تھا۔

ازواج اور اولاد

آپ رضی اللہ عنہ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا' آپ رضی اللہ عنہ کی پہلی بیوی تھیں۔ حبشہ کی ہجرت میں وہ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھیں۔ واپس آکر مدینہ منورہ کی ہجرت میں شریک ہوئیں۔ ایک سال زندہ رہیں۔ 2ھ میں جنگ بدر کے موقع پر وفات پائی۔ ان سے عبداللہ نامی ایک فرزند پیدا ہوا' مگر بچپن ہی میں فوت ہو گیا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے 3ھ میں نکاح ہوا۔ انہوں نے بھی نکاح کے چھ برس بعد 9ھ میں وفات پائی۔ ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

اس کے بعد حسب ذیل نکاح کیے۔

فاختہ بنت غزوان' ان کے بطن سے ایک فرزند عبداللہ نامی پیدا ہوا لیکن بچپن ہی میں فوت ہو گیا۔

ام عمرو بنت جندب' ان کے بطن سے عمرو' خالد' ابان' عمر اور مریم پیدا ہوئے۔

فاطمہ بنت ولید' ان سے ولید اور سعید پیدا ہوئے۔

ام البنین بنت عیینہ ان سے عبدالمالک پیدا ہوئے لیکن بچپن میں فوت ہو گئے۔

ایلہ بنت شیبہ' ان کے بطن سے عائشہ' ام ابان اور عمرو پیدا ہوئے۔

نائلہ بنت فرائضہ' شہادت کے وقت موجود تھیں' باغیوں کی تلوار سے ان کی دو انگلیاں کٹ گئی تھیں۔ ان کے بطن سے مریم پیدا ہوئیں۔

صاحبزادوں میں سے حضرت ابان بہت نامور ہوئے۔ انہوں نے بنوامیہ کے عہد میں خاصا اعزاز حاصل کیا۔

خون ناحق

ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق سارا باب ختم کرنے سے پہلے "خون ناحق" کے عنوان سے چند حقیقتوں کا اظہار کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

Marfat.com

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان کی شہادت تاریخ اسلام کی مظلوم ترین شہادت ہے۔82 برس کی عمر میں' مکان کے چالیس دن کے محاصرہ کے بعد اس وقت جبکہ آپ رضی اللہ عنہ روزے سے تھے اور قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے' آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آنے والے فتنہ سے خبردار کر چکے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہیں چاہتے تھے کہ اس فتنہ کی ابتدا ان کے ہاتھ سے ہو۔ انہوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا' مگر فتنہ نہ رکنا تھا نہ رُکا' کیونکہ سازشیوں کا اصل مقصد لشکر اسلام کی فاتحانہ یلغار کو روکنا تھا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت سے یہ مقصد حاصل نہ ہو سکا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ابتدائی برسوں میں وسط ایشیا میں مکران تک کے علاقے فتح ہوئے۔ شمالی افریقہ اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھا۔ اب سازشیوں نے اپنا جال پھیلایا۔ عہد عثمانی رضی اللہ عنہ کے مختلف گورنروں کے خلاف من گھڑت الزامات لگائے گئے اور ان کی تشہیر کر کے مملکت کے طول و عرض میں بے یقینی پھیلا دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک کمیٹی مقرر کی اس کے ارکان نے مختلف صوبوں کا دورہ کر کے چھان بین کی اور واپس آ کر رپورٹ پیش کی کہ یہ الزامات بے بنیاد ہیں۔ مگر سازشیوں نے اصلاح احوال کے لیے تو الزامات نہیں لگائے تھے۔ ان کا مقصد تو ہر قیمت پر حالات بگاڑنا تھا اور وہ حالات کو بہر حال بگاڑ کر رہے۔

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت مظلوم ترین شہادت ہے' اس لیے بھی کہ سازشیوں نے اپنے گھناؤنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لیے خود خلیفہ مظلوم کی کردار کشی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ کوئی تیر یا سنگ یا پروپیگنڈا ایسا نہ تھا جو ان کے خلاف استعمال نہ کیا گیا ہو۔ شہادت کے وقت ان کا خون قرآن پاک کے ان الفاظ پر پڑا جن کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:

"پس اللہ تعالیٰ اُن کے مقابلہ میں تمہارے لیے کافی ہے۔"

وہ قرآن پاک جس پر آپ رضی اللہ عنہ کے خون کے چھینٹے پڑے تھے' آج بھی ترکی کے عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ واقعی اللہ تعالیٰ آپؓ کے لیے کافی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کی عظمت آج بھی قائم ہے۔ بعد میں ان کے سب قاتل ایک ایک کر کے پکڑے اور مارے گئے جو فتنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے برپا ہوا تھا وہ چار برس تک مسلمانوں کا خون چاٹتا رہا۔ کئی ہزار مسلمان اس کی بھینٹ چڑھ گئے۔ وہ تلواریں جو

Marfat.com

غیر مسلموں کے سروں پر چمکتی تھیں' اپنوں ہی کے خون سے نہا گئیں۔ سب لوگ اس کی لپیٹ میں آ گئے۔ سوائے چند برگزیدہ ہستیوں کے جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ کے احترام میں گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی اور اپنے بھائیوں کا خون بہانے سے انکار کر دیا تھا۔

سیدنا عثمانؓ کوئی معمولی ہستی نہیں۔ وہ سابق الاولون میں سے ہیں۔ اسلام قبول کرنے والوں میں ان کا نمبر پانچواں ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ عشرہ مبشّرہ میں سے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دو بار ہجرت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے قصاص کی خاطر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر اپنے صحابہ کرامؓ سے بیعت لی اور وہ بیعت اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہوئی۔ اس سے ثابت ہے کہ بعد میں جو لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے لیے اٹھے تھے وہ حق پر تھے۔

Marfat.com

حضرت علیؓ بن ابو طالب

نام: علیؓ
ولدیت: ابو طالب
نسب: علیؓ بن ابو طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصیٰ بن کلاب بن مروہ بن کعب بن لوی
کنیت: ابوالحسن اور ابو تراب
لقب: حیدر (شیر)
والدہ کا نام: فاطمہ بنت اسد
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچازاد بھائی اور داماد۔

قبول اسلام

تقریباً دس سال کی عمر میں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اسلام کے متعلق سنتے ہی اسے قبول کر لیا۔ آپؓ کم عمر والوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے تھے۔

بچپن

حضرت علیؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے دس برس پہلے پیدا ہوئے تھے۔ آپؓ کے والد جناب ابو طالب نہایت کثیر العیال ہونے اور معاش کی تنگی کی وجہ سے

Marfat.com

نہایت پریشان تھے۔ قحط و خشک سالی نے اس مصیبت میں اور بھی اضافہ کر دیا' اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے محبوب چچا ابو طالب کی عسرت اور تنگی سے متاثر ہو کر حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ ہم کو مصیبت اور پریشان حالی میں چچا کا ہاتھ بٹانا چاہیے' چنانچہ حضرت عباسؓ نے حسب ارشاد جعفرؓ کی کفالت اپنے ذمے لے لی اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ انتخاب نے علیؓ کو پسند کیا' چنانچہ وہ اس وقت سے برابر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔

آپؓ کے اسلام قبول کرنے کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین حضرت خدیجہؓ کو مصروف عبادت دیکھا تو حیرت سے پوچھا' آپ کیا کر رہے ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوتؐ کے منصب گرامی کی خبر دی اور کفر و شرک کی مذمت کر کے توحید کی دعوت دی۔ حضرت علیؓ ان باتوں سے ناآشنا تھے' اس لیے عرض کیا کہ اپنے والد سے اس کے متعلق معلوم کروں۔ آپ ﷺ ابھی اس بات کو ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے' اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم خود اس پر غور کرو لیکن کسی دوسرے کو نہ بتاؤ' لیکن چونکہ حضرت علیؓ کی پرورش ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ہوئی تھی اس لیے انہیں زیادہ غور و فکر کی ضرورت پیش نہ آئی اور دوسرے ہی دن انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

بنو ہاشم کی دعوت

پہلی وحی نازل ہونے کے تقریباً ساڑھے تین سال بعد اللہ پاک کا حکم آ گیا کہ سب سے پہلے اپنے خاندان والوں کو اسلام کی دعوت دو' چنانچہ دعوت کا انتظام حضرت علیؓ کے سپرد ہوا اور جب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ نے اسلام کی دعوت دی اور پوچھا کون میرا ساتھ دے گا۔ باقی حاضرین تو خاموش رہے لیکن حضرت علیؓ نے کہا:

"گو میں عمر میں سب سے چھوٹا ہوں اور مجھے آشوبِ چشم کا عارضہ ہے اور میری ٹانگیں پتلی ہیں' تاہم میں آپ ﷺ کا ساتھ دوں گا۔"

یہ گویا بھری مجلس میں اعلان تھا کہ میں اسلام کی خاطر ہر قربانی دوں گا' حالانکہ دوسرے کسی نے اب تک ایسا کوئی اعلان نہیں کیا تھا۔

ہجرت

بعثت کے تیرہ سال بعد تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں اور اس کے

گردونواح میں اسلام کی تبلیغ کی مگر سوائے چند جاں نثاروں کے کسی نے ادھر توجہ نہ کی بلکہ کفار نے آپ ﷺ کی جان سے کھیلنے کا تہیہ کر کے ایک رات آپ ﷺ کے کاشانۂ مبارک کا محاصرہ کر لیا۔

آپ ﷺ کو اللہ پاک کی طرف سے اطلاع دی گئی اور ہجرت کرنے کا حکم بھی دیا گیا۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر مبارک پر سلایا اور فرمایا' تم بے فکر ہو کر سوتے رہو' تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ صبح لوگوں کی امانتیں انہیں واپس کر کے تم بھی ہجرت کرو اور مدینہ پہنچ جاؤ' چنانچہ صبح جب کفار نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر حضرت علیؓ کو دیکھا تو سخت طیش میں آئے۔

حضرت علیؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کر جانے کے دو یا تین دن بعد تک مکہ میں رہے اور لوگوں کی امانتیں واپس کرنے کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت کلثومؓ بن ہدم کے ہاں مہمان تھے۔ آپؓ بھی وہاں پہنچ گئے۔

ربیع الاول 1 ھ کا پہلا عشرہ تھا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد ابھی تک قبا ہی میں تشریف فرما تھے کہ ایک دن آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو یکایک اپنے سامنے موجود پایا۔ شکستہ اور میلا لباس' اترا ہوا چہرہ' زخمی پاؤں' پھٹے ہوئے تلوے لیکن آنکھوں میں دلی مسرت کی چمک نمایاں تھی۔

علیؓ کو یوں غیر متوقع طور پر اپنے سامنے موجود پا کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے ان کے لیے محبت اور شفقت کا ایک طوفان امنڈ پڑا۔ آپ ﷺ نے بے اختیار آگے بڑھ کر انہیں اپنے سینہ سے لگا لیا اور دیر تک پیار کرتے رہے۔ علیؓ کے پائے فگار اور حالت زار کو دیکھ کر رحمتہ للعالمین کے قلب شفیق میں ان کے لیے محبت کی لہریں اٹھنے لگیں اور چشم مبارک سے آنسو بہہ نکلے۔ آپ ﷺ کی اس جذباتی کیفیت کو دیکھ کر حاضرین پر بھی رقت طاری ہو گئی اور فضا میں دیر تک خاموشی طاری رہی۔

لوگوں کی امانتیں واپس کرنے کے بعد حضرت علیؓ نے مکہ مکرمہ سے یثرب جانے والی شاہراہ پر اس طرح سفر کیا کہ کپڑے سے منہ چھپائے' کمر سے تلوار لٹکائے رات کی تاریکی میں نہایت احتیاط سے قدم رکھتے ہوئے محو سفر ہوتے اور دن کی روشنی میں چھپ رہتے تھے۔ اب اس قدر طویل سفر کرنے کے بعد نہایت خستہ حالت میں قبا میں پہنچ کر اپنے آقا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تھے۔ یہ سارا سفر انہوں نے تن تنہا اور پاپیادہ طے کیا

تھا' اس لیے پاؤں پھٹ گئے" تھے جنہیں دیکھ کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر رقت طاری ہو گئی تھی۔ جب آپ ﷺ کی طبیعت ذرا سنبھلی تو آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن ان کے پاؤں پر لگایا' جس سے ان کے پاؤں بالکل ٹھیک ہو گئے اور اس کے بعد پھر انہیں ایسی تکلیف کبھی نہ ہوئی۔

مسجد نبویؐ کی تعمیر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ پہنچنے کے فوراً بعد ایک مسجد کی بنیاد رکھی اور اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ خود بھی اس کی تعمیر میں حصہ لیا۔ حضرت علیؓ تعمیر مسجد کے لیے گارا اور پتھر لا لا کر دیتے اور یہ رجز پڑھتے تھے:

"جو مسجد تعمیر کرتا ہے' کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اس مشقّت کو برداشت کرتا ہے اور جو گرد و غبار کے باعث اس سے جی چراتا ہے وہ برابر نہیں ہو سکتے۔"

غزوۂ بدر

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ مکرمہ سے ہجرت اور مدینہ شریف میں تشریف آوری کے بعد ان دونوں شہروں کے سیاسی حالات نے رفتہ رفتہ اسلام کو کفر سے براہِ راست ٹکر لینے کے لیے میدان کارزار میں نکلنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس لیے ابوسفیان کے تجارتی قافلے کی شام سے واپسی اور لشکر قریش کی مکہ سے مدینہ کی طرف روانگی کی خبریں سن سن کر آپ ﷺ نے مصمم ارادہ کر لیا کہ انہیں منزل مقصود تک پہنچنے سے پہلے ہی راہ میں جا لیا جائے۔

قرآن مجید میں اللہ جل شانہ' نے اس کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"یاد کرو وہ موقع جب کہ اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ دونوں گروہوں میں سے ایک تمہیں مل جائے گا۔

تم چاہتے تھے کہ کمزور گروہ تمہیں ملے\
مگر اللہ کا ارادہ یہ تھا کہ\
اپنے ارشادات سے حق کو حق کر دکھائے\
اور کافروں کی جڑ کاٹ دے\
تاکہ حق حق اور باطل باطل ہو کر رہے

خواہ مجرموں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔"

(انفال:7-8)

پس آپ ﷺ رمضان 2ھ کے دوسرے عشرے میں 313 بے سروسامان جاں نثاروں کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ سلسلۂ غزوات میں سے سب سے پہلا غزوہ یہ غزوۂ بدر ہے۔ اس غزوہ میں آپ ﷺ اپنے 313 جاں بازوں کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ آگے آگے سیاہ رنگ کے دو علم تھے۔ جن میں سے ایک حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا۔ بدر کے قریب پہنچ کر آپ ﷺ نے دشمن کی نقل و حرکت کا پتہ چلانے کے لیے حضرت علیؓ کو معہ چند جاں نثاروں کے بھیجا۔ حضرت علیؓ نے نہایت خوبی کے ساتھ یہ خدمت سرانجام دی۔ چنانچہ مجاہدین نے مشرکین سے پہلے پہنچ کر جنگی اہمیت کے مقامات پر قبضہ کر لیا۔ جنگ کی ابتداء 17 رمضان المبارک 2ھ کو ہوئی۔

بدر مدینے سے تقریباً ستر اسّی میل دور شام کی راہ میں ٹیلوں سے گھرا ہوا ایک بیضوی میدان ہے۔ اس کے ایک کنارے پر کنواں بھی تھا جس کے قریب لشکر اسلام نے پڑاؤ ڈالا اور اسی جگہ گھاس اور کھجور کے پتوں سے ایک چھپر تیار کیا جو لشکر اسلام کے سپہ سالارِ اعلیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس میدان جنگ میں ایک کنٹرول روم تھا۔ آپ ﷺ اس میں تشریف فرما ہوئے اور مجاہدین اپنے اپنے کام میں مصروف ہوگئے۔

قاعدہ کے مطابق پہلے اکیلے اکیلے مقابلہ کے لیے قریش کی صفوں سے تین نامی گرامی پہلوان نکل کر مسلمانوں کی طرف بڑھے اور انہیں مقابلہ کے لیے للکارا۔ مسلمانوں میں سے تین انصاری سامنے آئے۔ قریش کے بہادروں نے ان کے نام اور لقب دریافت کیے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ جوان یثرب کے ہیں تو انہوں نے لڑنے سے انکار کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پکار کر کہا کہ مقابلہ میں ان کے ہم پلہ آدمی بھیجے جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاندان کے تین عزیزوں کے نام لیے۔ حکم کی دیر تھی کہ حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ میدان میں آگئے۔ حضرت علیؓ نے ایک ہی وار سے اپنے مخالف ولید کا کام تمام کر دیا۔ حضرت حمزہؓ نے بھی اپنے حریف عقبہ کو قتل کر دیا۔ حضرت عبیدہؓ اپنے مقابل شیبہ سے بڑی سخت جنگ لڑ رہے تھے۔ دونوں ہی زخمی ہوگئے۔ اتنے میں حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ نے آگے بڑھ کر شیبہ پر اس زور کا حملہ کیا کہ وہ خاک و خون میں تڑپتا ہوا نظر آیا۔ آپؓ دونوں حضرت عبیدہؓ کو زخمی حالت میں اپنے لشکر میں اٹھا کر لے آئے۔ (حضرت عبیدہؓ جنگ کے بعد مدینہ کو واپس آتے ہوئے وادی صفراء میں

فوت ہوگئے اور انہیں وہیں دفن کر دیا گیا۔)

مشرکین نے اپنے تین نامی گرامی بہادروں کا حال دیکھا تو طیش میں آ کر عام ہلّہ بول دیا۔ یہ دیکھ کر مجاہدین بھی نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے کفار کے لشکر میں گھس گئے اور عام جنگ شروع ہو گئی۔ شیر خدا حضرت علیؓ نے صفوں کی صفیں الٹ دیں اور جس طرف بھی رخ کیا' ذوالفقار حیدری بجلی کی طرح چمکتی ہوئی دشمنانِ اسلام کے پرخچے اڑاتی چلی گئی۔ مشرکین کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمان فتح یاب ہو کر بے شمار مالِ غنیمت اور تقریباً ستر قیدیوں کے ساتھ واپس مدینہ آ گئے۔ مالِ غنیمت میں حضرت علیؓ کو ایک زرہ ایک اونٹ اور ایک تلوار ملی۔

یہ دنیا کی عجب لڑائی تھی جس میں بھائی بھائی کے خلاف اور باپ بیٹے کے خلاف جنگ لڑ رہا تھا۔ جنگ کے خاتمہ کے بعد لشکر کفار ستر لاشیں اور ستر قیدی چھوڑ کر بھاگ نکلا تھا۔ اس وقت حضرت علیؓ کی عمر تقریباً 22 سال تھی۔

نکاح

اسی سال یعنی 2ھ میں ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علیؓ سے کر دیا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ نے سیدہ فاطمہؓ کے ساتھ نکاح کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تو آپ ﷺ نے پوچھا' تمہارے پاس مہر میں دینے کے لیے کچھ ہے؟ عرض کیا کہ: ''ایک گھوڑے اور زرہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''گھوڑا تو لڑائی کے لیے ضروری ہے' البتہ زرہ کو فروخت کر دو۔'' حضرت علیؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں حضرت عثمانؓ کے پاس اپنی زرہ چار سو اسّی درہم میں بیچ دی اور یہ رقم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی۔ آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو بازار سے عطر اور خوشبو خریدنے کا حکم دیا۔ چنانچہ نکاح خود پڑھایا اور دونوں میاں بیوی پر وضو کا پانی چھڑک کر خیر و برکت کی دعا دی۔

حضرت علیؓ اس وقت تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانۂ مبارک میں ہی رہتے تھے۔ اب ازدواجی زندگی گزارنے کے لیے کسی نئے اور علیحدہ مکان کی تلاش ہوئی۔ نکاح کے چند ماہ بعد رخصتی عمل میں آئی۔ اس وقت تک حضرت علیؓ نے حارثؓ بن النعمان کا مکان کرایہ پر لے لیا اور خاتون جنت کو رخصت کرا کے اس میں لے آئے۔ اس طرح

Marfat.com

حضرت علیؓ کی ازدواجی زندگی کا آغاز ہوا۔

اگرچہ تقریباً ساری زندگی آپؓ کو عسرت و تنگی سے ہی واسطہ پڑا لیکن آپؓ نے نہایت صبر و شکر سے یہ ایام گزارے کیونکہ دونوں میاں بیوی بہت صبر اور شکر کرنے والے تھے اور بے حد فیاض بھی تھے۔

دعوت ولیمہ

شادی سے پہلے چونکہ آپؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے' اس لیے آپؓ کے پاس نہ کوئی سرمایہ اور نہ کسی قسم کا مال تھا۔ آپؓ کی ذاتی ملکیت صرف ایک اونٹ تھا۔ آپؓ نے اس کے ذریعے سے ازفر (ایک قسم کی گھاس) کی تجارت کر کے کچھ رقم جمع کرنے کا ارادہ کیا۔ اتفاق سے حضرت حمزہؓ نے (نشے کے عالم میں جبکہ نشہ ابھی حرام نہیں ہوا تھا) ذبح کر کے اس اونٹ کے کباب بنا دیئے' چنانچہ جب یہ ذریعہ بھی ختم ہو گیا تو آپؓ نے اس رقم سے دعوت ولیمہ کا بندوبست کیا۔ زرہ کی قیمت میں سے مہر ادا کرنے کے بعد جو رقم بچ رہی تھی' اسے بھی ولیمہ کی دعوت میں خرچ کر دیا۔ آپؓ نے دعوت میں کھجور' جَو کی روٹی' پنیر اور ایک خاص قسم کے شوربے کا انتظام کیا' جو اس زمانہ کے لحاظ سے نہایت پُرتکلف ولیمہ تھا۔ حضرت اسماءؓ کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں اس سے بہتر کوئی ولیمہ نہیں ہوا تھا۔

اُحد کے دامن میں

شوال 3ھ کا پہلا عشرہ تھا جب لشکر قریش نے مکہ سے اُحد کے قریب پہنچ کر ڈیرے ڈال دیئے اور ابو عامر فاسق نے نہایت پُھرتی سے میدان احد میں مختلف جگہوں پر گڑھے کھدوائے اور ان پر گھاس ڈال کر چھپا دیا تاکہ مسلمان ان میں گرتے رہیں۔

15 شوال 3ھ ہفتہ کے روز لشکر اسلام اپنے سالار اعلیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں صبح کے وقت احد کے دامن میں پہنچا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے پچاس تیر اندازوں کو جبل عینین پر اس تاکید کے ساتھ مقرر فرمایا کہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم کسی حالت میں اس جگہ کو نہ چھوڑنا۔

اتنے میں جنگ کی ابتدا ہوئی اور لشکر قریش کے علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ نے پکار کر کہا:

''مسلمانو کوئی ہے تم میں جو میرا مقابلہ کرے۔''

Marfat.com

اس للکار کو سن کر شیرِ خدا حضرت علیؓ آگے بڑھے اور دشمن کو سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر اس پر تلوار کی ایسی ضرب لگائی کہ طلحہ کی کھوپڑی پھٹ گئی اور وہ گر کر خاک وخون میں تڑپنے لگا۔

اپنے بھائی کو اس حال میں دیکھ کر عثمان بن ابی طلحہ آگے بڑھا مگر سید الشہداء حضرت حمزہؓ کے ایک ہی وار سے ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ اب طلحہ کا تیسرا بھائی ابو سعید آگے بڑھا، مگر حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر گیا۔ اس کے بعد طلحہ کے تین بیٹے قتل ہوئے اور پھر گھمسان کا رن پڑا۔ مسلمان کفار کے پرخچے اڑاتے ہوئے آگے بڑھے اور کفار نے ان کی تاب نہ لا کر جلد ہی راہ فرار اختیار کی جس سے جنگ کا نقشہ بدل گیا اور اپنے نبی ﷺ اور سالارِ اعظم ﷺ کے حکم پر پوری طرح عمل نہ کرنے کی وجہ سے جبل عینین پر موجود پچاس تیر اندازوں میں سے چالیس تیر انداز نیچے اتر کر مالِ غنیمت اکٹھا کرنے میں لگ گئے۔ لشکر قریش کے ایک سالار خالد بن ولید نے موقع پا کر ان تیر اندازوں پر عقب سے حملہ کر کے سب کو قتل کر دیا۔ ادھر کفار نے پلٹ کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور ان کے سنبھلنے سے پیشتر ہی ستّر جاں بازوں کو شہید کر دیا۔ اس طرح مسلمانوں میں بدحواسی پھیل گئی۔ ادھر کسی نے زور سے پکارا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شہید کر دیا ہے۔ یہ آواز سن کر لشکر اسلام افراتفری کا شکار ہو گیا۔ جنگ کے ان نازک لمحات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابو عامر فاسق کے کھدوائے ہوئے ایک گڑھے میں گر گئے۔ اس لیے مسلمانوں کی نظروں سے اوجھل ہو گئے لیکن چند صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کو گڑھے میں گرتے ہوئے دیکھ لیا تھا، اس لیے لپک کر وہاں پہنچے اور حضرت علیؓ نے آپ ﷺ کا دست مبارک پکڑ لیا۔ حضرت طلحہؓ نے سہارا دیا اور دونوں نے کوشش کر کے آپ ﷺ کو اس گڑھے سے باہر نکال لیا۔ ابو عبیدہؓ بن الجراح نے اپنے دانتوں سے خود کی کڑیاں جو آپ ﷺ کے رخسار مبارک میں گھس گئی تھیں، ایک ایک کر کے کھینچ کر نکال لیں لیکن ان کے سامنے والے دو دانت ٹوٹ گئے تھے۔ اتنے عرصے میں کفار میدان سے فرار ہو چکے تھے۔

اگرچہ آپ ﷺ زخموں سے نڈھال ہو رہے تھے لیکن آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو دیکھ کر ارشاد فرمایا:

"اے علیؓ جا کر کفار کا حال دیکھو کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور اب ان کا کیا ارادہ ہے؟ اگر وہ گھوڑوں کو کوتل چھوڑ کر اونٹوں پر سوار ہو رہے ہیں تو سمجھ لو کہ وہ مکّہ کا قصد کرتے ہیں اور اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر اونٹوں کو ہانک رہے ہیں تو وہ مدینہ کا قصد کر رہے ہیں۔۔۔

Marfat.com

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر انہوں نے مدینہ کا رخ کیا تو میں وہاں پہنچ کر ان سے جنگ کروں گا۔"

علیؓ ارشاد نبوی ﷺ کی تعمیل میں اسی وقت روانہ ہو گئے اور تھوڑی دور جا کر انہوں نے دیکھا کہ قریش نے گھوڑوں کو کوتل کر رکھا ہے اور اونٹوں پر سوار ہو کر مکہ کی طرف جا رہے ہیں۔

اتنے میں مدینہ سے خواتین کی ایک جماعت آ گئی جس نے زخمیوں کو پانی پلانے اور ان کی مرہم پٹی کرنے کا کام شروع کر دیا۔ ان میں سیدہ فاطمہؓ بھی شامل تھیں۔ وہ اپنے والد بزرگوار کے پاس پہنچیں۔ علیؓ اپنی ڈھال میں پانی بھر کر لاتے تھے اور سیدہؓ اپنے والد گرامی کے زخموں کو دھوتی تھیں لیکن خون برابر بہہ رہا تھا' اس لیے سیدہؓ نے کھجور کی چٹائی جلا کر اس کی راکھ ان زخموں میں بھر دی اور خون بہنا بند ہو گیا۔ اس طرح علیؓ اپنی زوجہ محترمہؓ کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے رہے۔

غزوۂ خندق

ذی قعدہ 5ھ میں غزوۂ خندق پیش آیا۔ کفار کے ایک لشکر جرار نے تقریباً ایک ماہ تک مدینہ کا محاصرہ کیے رکھا۔ کفار خندق کھد جانے کی وجہ سے مدینہ کے اندر تو داخل نہ ہو سکے تاہم تیر اور پتھر برساتے رہے' مگر مسلمانوں کے صبر واستقلال کے سامنے ان کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ آخر ایک روز سواروں کا ایک دستہ خندق کا ایک کم چوڑا حصہ دیکھ کر سلع اور خندق کے درمیان والے میدان میں پہنچ گیا۔ اس دستہ کا سردار عمرو بن عبدوّد تھا جو اگرچہ نوّے سال کا تھا' مگر بہادری میں بے مثال تھا۔ اس نے تنہا مقابلہ کی دعوت دی۔ حضرت علیؓ سامنے آئے اور اسے لڑنے کے لیے للکارا۔ وہ حضرت علیؓ کو دیکھ کر ہنس پڑا۔ اور کہنے لگا: "اس آسمان کے نیچے ایسی درخواست بھی مجھ سے کی جا سکتی ہے۔" بہر حال وہ گھوڑے سے اترا اور پوچھا تم کون؟ حضرت علیؓ نے اپنا نام بتایا۔ اس نے سُن کر کہا: "میں تم سے نہیں لڑنا چاہتا۔" حضرت علیؓ نے فرمایا: "لیکن میں تم سے لڑنا چاہتا ہوں۔" یہ سنتے ہی اس نے حضرت علیؓ پر ایک زبردست وار کیا' جسے انہوں نے ڈھال پر روکا۔ البتہ آپؓ کی پیشانی زخمی ہو گئی۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے اس پر اچھل کر اور نعرۂ تکبیر بلند کر کے اس زور کا وار کیا کہ ابن عبدوّد کی لاش زمین پر تڑپنے لگی۔ اس کا قتل ہونا تھا کہ باقی کفار بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس محاصرہ کے دوران اگرچہ مسلمان سخت مصیبت میں مبتلا رہے' تاہم اللہ کی تائید

Marfat.com

سے یہ معرکہ مسلمانوں نے کامیابی سے سر کر لیا اور علیؑ کی بہادری نے کفار کو بھی مرعوب کر دیا۔

غزوۂ بنو قریظہ

غزوۂ احزاب (خندق) کے بعد غزوۂ بنو قریظہ پیش آیا۔ بنو قریظہ نے مسلمانوں سے معاہدہ کے باوجود قریش کا ساتھ دیا تھا اور عرب کے تمام قبائل کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا تھا۔ مسلمان غزوۂ خندق سے کامیاب ہو کر لوٹے ہی تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو قریظہ کا محاصرہ کرنے کی وحی نازل ہوئی' چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم کی تعمیل میں بنو قریظہ کا محاصرہ فرمایا اور اس مہم میں علم حضرت علیؑ کے ہاتھ میں تھا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے مطابق قلعہ پر قبضہ کر کے اس کے صحن میں نماز عصر ادا کی۔

سریۂ فدک

شعبان 4ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ خیبر کے یہودیوں کی مدد کے لیے بنو سعد بن بکر نے فدک کے قریب لشکر جمع کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو بنو سعد کی سرکوبی پر مامور فرمایا۔ آپؓ ایک مختصر سی جمعیت کے ساتھ بنو سعد پر حملہ آور ہوئے اور انہیں منتشر کر کے پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں مال غنیمت میں لائے۔

حدیبیہ کا پُرجوش کاتب

دوشنبہ یکم ذی قعدہ 6ھ کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمانے کے بعد عمرہ کے لیے احرام باندھا۔ مدینہ پر عبداللہؓ ابن مکتوم کو اپنا قائم مقام بنایا اور ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے ہمراہ سفر پر روانہ ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کے ستر اونٹ اور تقریباً چودہ سو صحابہؓ تھے۔ جن کے پاس تیروں اور تلواروں کے سوا کوئی اور ہتھیار نہ تھا لیکن قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ کے مقام پر پہنچنے کے بعد مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری بات کرنے کے لیے حضرت عثمانؓ کو مکہ

Marfat.com

بھیجا مگر قریش نے ان کی ساری بات سن کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی بلکہ حضرت عثمانؓ کو واپس جانے سے روک لیا۔ ادھر ان کے واپس نہ آنے سے مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا۔

یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور فرمایا:

"اب ہم اس مقام سے اس وقت تک نہ پلٹیں گے جب تک کہ قریش سے جنگ نہ کرلیں۔ آؤ جنگ کے لیے بیعت کرو۔"

صحابہؓ نے بیعت کی۔ اسے بیعت الرضوان کہتے ہیں۔ اس بیعت کے متعلق اللہ پاک نے فرمایا ہے:

"خدا مومنوں سے راضی ہوا

جب وہ تیرے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

سو خدا نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا۔ پس ان پر سکون و اطمینان اتارا اور قریبی فتح عطا کی۔" (الفتح-18)

قریش کو جب اس بیعت کی خبر ملی تو ان پر خوف وہراس طاری ہو گیا اور بدر و اُحد میں مسلمانوں کی جانبازیاں آنکھوں کے آگے پھرنے لگیں' انہیں جلد ہی احساس ہو گیا کہ اب مسلمانوں سے لڑنا سود مند نہیں ہے' اس لیے انہوں نے صلح کی شرائط طے کرنے کے لیے سہیل بن عمرو کو...... جو ان کا دانشمند اور دور اندیش شخص تھا' سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا' چنانچہ کچھ شرائط پر صلح ہو گئی۔ اس صلح نامہ کو تحریر کرنے کے لیے حضرت علیؓ کو بلایا گیا۔ انہوں نے صلح نامہ کی پیشانی پر جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو حرف اول کے طور پر لکھا تو سہیل نے اعتراض کیا کہ عربوں کے دستور کے مطابق باسمک اللھم لکھا جائے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ باسمک اللھم ہی لکھا جائے' چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ اس کے بعد جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اب لکھو:

"یہ وہ شرائط ہیں جن پر محمد رسول اللہ نے سہیل بن عمرو سے معاہدہ کیا ہے۔"

تو سہیل چونک اٹھا اور اعتراض کرتے ہوئے بولا:

"اگر ہم آپ ﷺ کو رسول اللہ مانتے تو جھگڑا ہی کیوں ہوتا۔"

لیکن حضور ﷺ کے ارشاد فرمانے کے ساتھ ہی علیؓ نے "محمد رسول اللہ" لکھ لیا تھا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل کی یہ بات سن کر فرمایا:

Marfat.com

"بے شک میں اللہ کا رسول ہوں، لیکن اے علیؓ یہاں لکھ دو محمد بن عبداللہ نے سہیل بن عمرو سے مصالحت کی۔"

حضرت علیؓ کے لیے یہ انتہائی نازک لمحہ تھا۔ ایک طرف جوشِ ایمان تھا۔ دوسری طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا۔ تھوڑی دیر تک حضرت علیؓ پر فرض و محبت کی کشمکش جاری رہی اور پھر پورے شرح صدر کے ساتھ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

"یا رسول اللہ ﷺ، میں آپ ﷺ کو رسول برحق مانتا ہوں۔ مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ میں تحریر میں سے رسول اللہ کا لفظ حذف کر دوں۔"

حاضرین میں سے اسیدؓ بن حضیرؓ اور سعدؓ بن عبادہ کو بھی فرط محبت اور عقیدت سے رسول اللہ کے الفاظ حذف کرنا گوارا نہ تھا، اس لیے انہوں نے بھی علیؓ کی طرف انتہائی محبت اور پیار کی نظر سے دیکھا۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کے دل کی کتاب پڑھ لی تھی۔ آپ ﷺ اپنے جاں نثاروں کی عقیدت و صداقت اور جاں نثاری سے خوب واقف تھے لیکن یہاں ایک بڑے فتنے کا دروازہ بند کرنا مقصود تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر وہ تمام کامرانیاں تھیں جو اس صلح نامہ کی جلو میں پنہاں تھیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے کی نگاہ وہاں تک نہ پہنچ سکتی تھی۔

سہیل بت بنے حضرت علیؓ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اتنے میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تحریر کو اپنے دست مبارک میں تھاما اور رسول اللہ کے الفاظ حذف کر دیئے اور اس کے بعد باقی تحریر مکمل کی گئی۔

قلعہ قموص کے سامنے

محرم 7ھ میں خیبر پر لشکر کشی ہوئی۔ عرب میں خیبر یہودیوں کا مضبوط ترین گڑھ تسلیم کیا جاتا تھا۔ خیبر کی بستی مدینہ سے دو میل کے فاصلے پر تھی اور متعدد قلعوں پر مشتمل تھی۔ مسلمانوں نے یکے بعد دیگرے تمام قلعے فتح کر لیے لیکن قلعہ قموص فتح نہ ہوتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تسخیر کے لیے پہلے حضرت ابو بکرؓ اور ان کے بعد حضرت عمرؓ کو مامور فرمایا تھا، مگر کامیابی نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ محاصرہ کو بیس دن گزر گئے۔ آخری دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل میں علَم اس شخص کو

Marfat.com

دوں گا جس سے اللہ اور اس کا نبی محبت کرتے ہیں۔ یہ خاص عَلم حضرت عائشہ صدیقہؓ کی چادر سے بنایا گیا تھا۔

صبح ہوئی تو تمام صحابہؓ منتظر تھے کہ قرعہ کس خوش قسمت کے نام نکلتا ہے اور اس فخر و شرف کا تاج کس کے سر پر رکھا جاتا ہے کہ دفعتۂ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کا نام لیا۔ یہ آواز غیر متوقع تھی کیونکہ حیدر کرارؓ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ حضرت علیؓ حاضر ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعابِ دہن ان کی آنکھوں پر لگایا جس سے آشوب چشم کی شکایت فوراً جاتی رہی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو علم مرحمت فرمایا۔

حضرت علیؓ نے پوچھا: ''یا رسول اللہ ﷺ کیا میں لڑ کر ان کو مسلمان بناؤں؟''

ارشاد ہوا: ''نہیں پہلے اسلام پیش کرو' اگر ایک شخص بھی تمہاری ہدایت سے اسلام لائے تو یہ سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔''

لیکن اہلِ خیبر کی قسمت میں چونکہ اسلام کی بجائے شکست کی ذلت و خواری لکھی گئی تھی' اس لیے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ ان کا سردار مرحب سر پر یمنی زرد رنگ کا مغفر اور اس پر سنگی خود پہنے یہ رجز پڑھتا ہوا باہر نکلا:

''خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں' دلیر ہوں' تجربہ کار ہوں' سلاح پوش ہوں۔''

مرحب کے جواب میں حضرت علیؓ نے یہ رجز پڑھا:

''میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام شیر رکھا تھا۔ جنگل کے شیر کی طرح مہیب اور ڈراؤنا۔''

اور جھپٹ کر مرحب پر اس زور کا وار کیا کہ ذوالفقار حیدری اس کے سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اتر آئی اور اس ضرب کی آواز فوج تک پہنچی۔ اس کے بعد حیدر کرار نے بڑھ کر حملہ کیا اور حیرت انگیز شجاعت کے ساتھ قلعہ قموص کو فتح کر لیا۔

ایک مشکوک خط

رمضان المبارک 8ھ میں مکہ پر فوج کشی کی تیاریاں شروع ہوئیں۔ یہ تیاریاں اگرچہ نہایت رازداری سے کی گئی تھیں' تاہم مشہور صحابی حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ سے یہ

Marfat.com

لغزش ہو گئی کہ آپؓ نے مدینہ منورہ کے حالات سے قریش مکہ کو آگاہ کرنے کے لیے رقعہ دے کر ایک عورت کو روانہ کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب وحی کے ذریعے اس کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ کو اس عورت کی گرفتاری کا حکم دیا۔ ان حضرات نے اس عورت کا تعاقب کیا اور خاخ باغ کے قریب اسے گرفتار کر کے وہ خط طلب کیا۔ پہلے تو اس نے لاعلمی ظاہر کی، مگر جامہ تلاشی کے خوف سے خط ان کے حوالے کر دیا۔ تینوں صحابہؓ نے واپس مدینہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطبؓ سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے عرض کیا: "یارسول اللہ ﷺ اس خط سے مخبری یا اسلام دشمنی مقصود نہیں تھی اور نہ ہی قریش سے میرا کوئی نسبی تعلق ہے۔ میں نے اس خیال سے یہ خط لکھا تھا کہ اگر کوئی نازک وقت آئے تو میرے بچے بے یار و مددگار نہ رہ جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عذر کو قبول فرمایا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ انہوں نے سچ کہا ہے لیکن حضرت عمرؓ کی آتش غضب بھڑک چکی تھی۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت حاطبؓ کے قتل کی اجازت چاہی، لیکن رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یہ بدری ہیں — کیا تم کو معلوم نہیں کہ بدریوں کے تمام گناہ معاف ہیں۔"

ایک خطا اور اس کا ازالہ

فتح مکہ کے بعد شوال 8ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ بن ولید کو تین سو پچاس مجاہدین کے ساتھ بنی جذیمہ میں تبلیغ اسلام کے لیے روانہ فرمایا۔ حضرت خالدؓ نے بنو جذیمہ کو دعوت اسلام دی، جسے انہوں نے قبول کیا مگر اپنی جہالت اور بدویت کے باعث اسلمنا کی بجائے صبانا (یعنی ہم بے دین ہو گئے) کہنے لگے۔ حضرت خالدؓ نے اس بنا پر سب کو قید کر لیا اور اکثر کو قتل کر ڈالا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خبر ہوئی تو بے چین ہو گئے اور فرمایا:

"خداوندا! میں اس سے بری ہوں جو خالدؓ نے کیا۔"

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اس غلطی کی تلافی کے لیے روانہ فرمایا۔ فاتح خیبر نے وہاں پہنچ کر تمام قیدیوں کو آزاد کرا لیا اور مقتولین کے معاوضے میں خون بہا دیا۔

Marfat.com

مشہور بت قُلس کا انہدام

ربیع الاول 9ھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ڈیڑھ سو مجاہدین کے ساتھ قبیلۂ بنو طے کا مشہور بت قُلس منہدم کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔ آپؓ نے وہاں پہنچ کر فجر کے وقت قبیلۂ طے پر حملہ کیا۔ بت کو توڑا اور بت خانہ تباہ کر کے عورتیں' اونٹ اور بکریاں گرفتار کر لیں۔ ان قیدی عورتوں میں مشہور سخی حاتم طائی کی لڑکی سفانہ بھی تھی۔

غزوۂ تبوک کے موقع پر

رجب 9ھ میں مکمل جنگی تیاریوں کے بعد تیس ہزار مجاہدین کا لشکر مدینے سے شمال کی جانب مقام جرف میں جمع ہو گیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیصر روم کی جنگی تیاریوں کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر اس کے ملک میں جنگ لڑنے کا فیصلہ کیا تاکہ دشمن کے سر پر پہنچ کر اچانک حملہ کیا جائے اور اسے سنبھلنے کا موقع ہی نہ ملے۔

جرف کے مقام پر لشکر اسلام میں سالار اعظم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود موجود تھے اور لشکر روانہ ہونے ہی والا تھا کہ خلافِ توقع حضرت علیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مدینہ میں اہلِ بیت کی نگرانی کے لیے چھوڑا تھا' انہیں اس طرح غیر متوقع دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا:

"علیؓ تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

حضرت علیؓ نے عرض کیا:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں اسی لیے مجھے عورتوں اور بچوں کی نگرانی کے لیے پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔"

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے مبارک پر ہلکا سا تبسم نمایاں ہوا۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا: "منافقین جھوٹ کہتے ہیں۔ میں نے تم کو اس لیے چھوڑا تھا کہ میرے اہل اور اپنے اہل میں میرے قائم مقام رہو۔"

پھر ارشاد فرمایا:

Marfat.com

"اے علیؓ کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیئے ایسے بنو جیسے ہارون موسیٰ کے لیئے' البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔"

گھر کا آدمی

غزوۂ تبوک سے واپسی کے بعد ذی قعدہ 9ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو امیر حج بنا کر تین صد صحابہؓ کے ساتھ مکہ روانہ فرمایا۔

واضح رہے کہ فتح مکہ کے بعد اسلامی عہد کا پہلا حج 8ھ میں قدیم طریقہ پر ہوا۔ پھر 9ھ میں دوسرا حج مسلمانوں نے اپنے طریقے پر کیا اور مشرکین نے اپنے طریقے پر۔ اس کے بعد تیسرا حج 10ھ میں خالص اسلامی طریقہ پر ہوا۔ اور یہی وہ مشہور حج ہے جسے حجتہ الوداع کہتے ہیں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے دو سال یعنی 8ھ اور 9ھ میں حج کے لیے تشریف نہیں لے گئے تھے' لیکن تیسرے سال جب مشرکین اور مشرکانہ رسوم کا خاتمہ ہو گیا تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کو امیر حج مقرر کیا اور جب حاجیوں کا قافلہ روانہ ہو گیا اور اس کے بعد سورۂ توبہ کا کچھ حصہ نازل ہوا یعنی اس سورۂ کے پانچویں رکوع تک کا خطبہ نازل ہوا تو صحابہ کرامؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ خطبہ کسی آدمی کے ذریعے ابو بکرؓ تک پہنچا دیں تاکہ وہ حج کے دوران اسے لوگوں کو سنا دیں۔"

لیکن صحابہ کرامؓ کی یہ درخواست سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اس اہم معاملہ کا اعلان میری طرف سے میرے ہی گھر کے کسی آدمی کو کرنا چاہیے۔"

اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اس خدمت پر مقرر فرمایا اور ساتھ ہی یہ ہدایت فرما دی کہ حاجیوں کے مجمع عام میں اسے سنانے کے بعد مندرجہ ذیل چار باتوں کا خاص طور پر اعلان کریں۔

1- جنت میں کوئی ایسا شخص داخل نہ ہو گا جو دین اسلام کو قبول کرنے سے انکار کرے۔

2- اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کے لیے نہ آئے۔

3- بیت اللہ کے گرد ننگے ہو کر طواف کرنا ممنوع ہے۔

4- جن لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ باقی ہے یعنی وہ نقض

Marfat.com

امن کے مرتکب نہیں ہوئے ہیں ان کے ساتھ معاہدہ کی مدت تک وفا کی جائے گی۔

(یہ سب باتیں سورۂ توبہ کے پہلے دوسرے رکوع میں موجود ہیں)

یوں حضرت علیؓ کو یہ اہم اعلان کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور آپؓ نے سورۂ توبہ (یعنی سورۂ براۃ) کی پہلی چالیس آیات پڑھ کر سنائیں۔

حج سے واپسی کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

"یارسولؐ اللہ کیا میرے خلاف کوئی حکم نازل ہوا۔"

فرمایا: "نہیں مگر یہ مناسب نہ تھا کہ میرے اہل کے سوا اور کوئی شخص معاہدہ کے متعلق اعلان کرے۔"

غدیر خم

یہ 10ھ کا واقعہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کو تین سو سواروں کے ساتھ یمن کے قبیلے مذحج کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ ان میں حضرت بریدہؓ بھی شامل تھے۔ یمن پہنچ کر علیؓ نے بنو مذحج کو اسلام کی دعوت دی' لیکن انہوں نے اسے رد کر دیا اور مسلمانوں کے خلاف لڑائی شروع کر دی۔ سخت مقابلہ ہوا اور مسلمانوں نے اس قبیلہ کے جنگجوؤں کو مغلوب کر لیا۔ بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا اور جب اس کی تقسیم ہوئی تو علیؓ نے اپنے لیے ایک لونڈی رکھ لی۔ حضرت بریدہؓ کو یہ بات پسند نہ آئی اور ان کے دل میں کدورت پیدا ہو گئی' لیکن اطاعت امیر کے جذبہ سے خاموش رہے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفقاء کے ساتھ جب حجتہ الوداع سے مدینہ منورہ واپس لوٹے تو راستے میں غدیر خم کے مقام پر تھوڑی دیر کے لیے صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے ایک مختصر سا خطبہ دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ سے فارغ ہوئے تو حضرت بریدہؓ بن حصیب اسلمی آگے بڑھے اور عرض کیا کہ معرکۂ یمن کے مال غنیمت میں سے علیؓ نے ایک لونڈی اپنے لیے رکھوائی ہے' جس کا جواز نہ تھا۔

یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے انور پر ناپسندیدگی کے آثار نمودار ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بریدہؓ کیا تمہیں علیؓ سے کچھ رنجش ہے؟"

Marfat.com

انہوں نے عرض کیا: "ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "علیؓ کے خلاف دل میں کوئی رنجش نہ رکھو' ان کو خُمس میں اس سے زیادہ کا حق تھا۔"

مزید فرمایا: "بریدہؓ کیا مسلمان اپنی ذات پر میرے حق کو ترجیح نہیں دیتے؟"

بریدہؓ نے عرض کیا: "بے شک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' آپ ﷺ کا حق فائز ہے۔"

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تو پھر سُنو کہ جس کا میں مولا ہوں' علیؓ بھی اس کا مولا ہے۔"

بعض محدثین کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

"میں جس کو محبوب ہوں' علیؓ بھی اس کو محبوب ہونا چاہیے۔ الٰہی جو علیؓ سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو علیؓ سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر حضرت بریدہؓ کے دل سے علیؓ کے خلاف تمام شکایتیں دور ہو گئیں اور ان کے دل میں علیؓ کے لیے بے انتہا محبت کا جذبہ موجزن ہو گیا۔

حجتہ الوداع میں شرکت

حضرت علیؓ یمن میں ہی تھے کہ آپؓ کو اطلاع ملی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے حج کے لیے روانہ ہو چکے ہیں' چنانچہ آپ یہاں سے سیدھے مکہ معظّمہ پہنچے اور اس یادگار حج میں شامل ہوئے۔ آپؓ کے ساتھ سو اونٹ قربانی کے تھے' جو آپؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لائے تھے۔ ان میں سے تریسٹھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ذبح کیے اور باقی کو آپ نے ارشاد نبوت کے مطابق خود ذبح کیا۔

جب رسول اللہ ﷺ کو سہارا دیا

جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی علالت کے آخری ایام میں مسجد میں تشریف نہ لا سکے تو صحابہ کرامؓ آپ کی جدائی سے بے چین ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کو اپنی جگہ امامت کے لیے مقرر فرمایا تھا۔ جاں نثاروں کی بے قراری بڑھ گئی۔ دید

Marfat.com

کو ترس گئے۔ بار بار مسجد کا رخ کرتے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جائے لیکن ہر بار مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ایک بار حضرت عباسؓ نے انصار کو روتے ہوئے دیکھا تو دریافت فرمایا کہ تم لوگ کیوں رو رہے ہو۔ تو انہوں نے جواب دیا:

"اے عمّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتیں یاد آتی ہیں تو جگر کٹتے ہیں اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلتے ہیں۔"

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمتہ للعالمین ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہؓ کی اس بے چینی کی اطلاع ہوئی تو خود بھی شفقت اور محبت سے بے چین ہو گئے۔ دوستوں کی یاد نے بے تاب کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ان جاں نثاروں کی الفت کا ایک طوفان سا اٹھ کھڑا ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہ شنبہ کے روز ان کی دلداری اور اپنی شفقت کی وجہ سے علیؓ اور فضلؓ بن عباسؓ کے کندھوں کا سہارا لیا اور اس طرح مسجد میں تشریف لائے کہ چلنے کی سکت نہ تھی اور پاؤں زمین پر گھسٹتے جا رہے تھے۔ صحابہؓ کی جماعت شوق زیارت میں بے تاب بیٹھی تھی۔ روئے انور کو دیکھ کر ان کی آنکھیں فرط محبت سے اشکبار ہو گئیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر کے نچلے زینے پر تشریف فرما ہوئے اور اپنے اس آخری خطاب میں ارشاد فرمایا:

"لوگو مجھے خبر ملی ہے کہ تم میری موت سے ڈرتے ہو' جتنے بھی انبیاء مبعوث ہوئے ہیں کیا کوئی ان میں سے ہمیشہ زندہ رہا؟ اب میں خدا سے ملنے والا ہوں اور وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین اوّل کے ساتھ بھلائی کرو اور یہ کہ مہاجرین آپس میں حسن سلوک کریں۔"

پھر سورۂ والعصر پڑھ کر فرمایا:

"تمام معاملات خدا کے حکم پر چلتے ہیں' جس کام میں تاخیر ہو اس کے لیے جلدی نہ مچاؤ' کسی کی عجلت پسندی کی وجہ سے خدا جلدی نہیں کرتا اور میں وصیت کرتا ہوں کہ انصار کے ساتھ بھلائی کرو۔ انہوں نے تم سے پہلے مدینہ کو وطن بنایا اور ایمان کو اپنے اوپر لازم کر لیا۔

کیا انہوں پھلوں میں تم کو شریک نہ بنایا؟ کیا انہوں نے تمہاری خاطر مکانوں میں وسعت نہ دی؟ کیا انہوں نے باوجود احتیاج کے تم کو اپنے آپ پر ترجیح نہ دی؟ سُنو کہ میں

Marfat.com

پہلے جاتا ہوں اور تم بھی مجھ سے آملو گے۔ حوض پر ملنے کا وعدہ ہے۔"

صحابہؓ کی آنکھیں اشکبار تھیں اور بے چینی ان پر پوری طرح غلبہ پا چکی تھی۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا کی اور علیؓ اور فضلؓ بن عباسؓ کا سہارا لیئے ہوئے واپس کاشانۂ مبارک میں تشریف لے آئے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری قدم تھے جو کاشانۂ مبارک سے باہر ثبت ہوئے تھے۔

بخاری کی ایک روایت

علیؓ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام مرض کے دوران ایک روز کاشانۂ نبوی سے باہر آئے تو چند صحابہ کرامؓ نے آپؓ سے دریافت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت اب کیسی ہے۔ آپؓ نے انہیں بتایا' اللہ کا شکر ہے اب قدرے بہتر ہے' لیکن وہاں پر موجود عباسؓ نے علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر کہا:

"خدا کی قسم تم تین دن کے بعد غلامی کرو گے۔"

"واللہ میرا یہ خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس مرض میں انتقال ہو جائے گا۔"

"مَیں جانتا ہوں کہ اولادِ مُطّلب کا چہرہ موت کے وقت کیسا ہو جاتا ہے۔"

اس کے بعد کہا:

"چلو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کریں کہ یہ امر یعنی خلافت کس کے سپرد ہوگا؟ اگر یہ خلافت ہمارے سپرد ہو تو ہمیں معلوم ہو جائے گا اور اگر دوسروں میں ہو تب بھی ہمیں خبر ہو جائے گی؟"

"اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے متعلق وصیّت تو کر ہی جائیں گے۔"

یہ باتیں سُن کر حضرت علیؓ نے تھوڑے تامل کے بعد کہا:

"خدا کی قسم اگر ہم نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا تو پھر ہمیشہ کے لیے امید جاتی رہے گی اور میں تو اس بارے میں ہرگز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں پوچھوں گا۔"

حُزن و ملال

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات اقدس میں ہی فرما دیا تھا کہ میری

Marfat.com

رحلت کے بعد میرے قریبی عزیز مجھے غسل دیں گے اور وہی قبر میں اتاریں گے چنانچہ جب تریسٹھ سال کی عمر میں 12 ربیع الاول 11ھ بروز دوشنبہ (سوموار) چاشت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دارِ فانی سے عالمِ آخرت کے لیے اپنے سفر کا آغاز کیا تو سہ شنبہ کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علیؓ اور فضلؓ بن عباسؓ نے غسل دیا۔ اسامہؓ نے پردہ کر رکھا تھا۔ عباسؓ بھی وہاں موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام شقران پانی لا رہے تھے اور غسل دیتے وقت حضرت علیؓ کہہ رہے تھے:

"میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت سے وہ چیز جاتی رہی جو کسی دوسرے کی موت سے نہ گئی تھی۔ (یعنی نبوت اور غیب کی خبروں اور وحی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہو گیا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت وہ صدمہ عظیم ہے کہ اب مصیبتوں سے دل سرد ہو گیا ہے۔

اور یہ ایسا عام حادثہ ہے کہ سب لوگ اس میں یکساں ہیں۔
اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا۔
اور آہ و زاری سے منع نہ فرمایا ہوتا۔
تو ہم آنسوؤں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہا دیتے۔
پھر بھی یہ درد لاعلاج اور زخم لازوال ہی ہوتا۔
اور ہماری یہ حالت بھی اس مصیبت کے مقابلے میں کم مصیبت ہوتی۔ اس کا علاج ہی نہیں ہے۔
اور یہ غم تو جانے والا ہی نہیں۔ میرے والدین حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار۔
پروردگار کے ہاں ہمارا ذکر فرمانا۔
اور ہم کو اپنے دل سے بھول نہ جانا۔

ابو طلحہؓ نے حجرہ مبارک میں لحدی قبر کھودی اور زمین میں نمی ہونے کی وجہ سے شقرانؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک کو لحد میں بچھا دیا۔ 13 ربیع الاوّل اور 14 ربیع الاوّل 11ھ کی درمیانی شب کو علیؓ، فضلؓ، اسامہؓ اور اوسؓ قبر مبارک میں اترے اور جسم اطہر کو لحد میں رکھنے کے بعد تدفین سے فارغ ہوگئے۔ اس طرح حضرت علیؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا آخری لمس بھی نصیب ہوا۔

نماز جنازہ کے لیے پہلے مردوں کی جماعتیں باری باری آتیں اور نماز ادا کر کے حجرہ سے باہر چلی جاتی تھیں کیونکہ اس میں بیک وقت اتنے زیادہ آدمیوں کے جمع ہونے کی

گنجائش نہیں تھی۔ پھر عورتوں کی باری آئی اور جنازہ پڑھنے کا یہ سلسلہ لگاتار سہ شنبہ اور چہار شنبہ کی درمیانی رات تک جاری رہا۔ جنازہ کی اس نماز میں کوئی امام نہ تھا بلکہ لوگ خود ہی اپنی اپنی نماز پڑھ کر چلے جاتے تھے۔

خلیفۂ اوّل کی بیعت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سقیفۂ بنو ساعدہ کی مجلس نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت پر اتفاق کیا اور تقریباً تمام اہلِ مدینہ نے بیعت کی۔ البتہ صحیح روایات کے مطابق حضرت علیؑ نے چھ ماہ دیر کی۔ لوگوں نے اس توقف کے عجیب و غریب وجوہ بیان کیے ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراءؑ کی سوگوار زندگی نے ان کو بالکل خانہ نشین بنا دیا تھا۔ آپؑ اس عرصہ میں تمام معاملات سے قطع تعلق کر کے صرف ان کی تسلی و دلدہی اور قرآن حکیم کو جمع کرنے میں مصروف رہے، چنانچہ جب سیّدہ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو آپؑ نے خود ابو بکرؓ سے ان کے فضل کا اعتراف کیا اور بیعت کر لی۔

(واضح رہے کہ یہاں جمع کرنے سے مراد حفظ کرنا ہے کیونکہ اس وقت جو شخص قرآن کریم حفظ کر لیتا تھا اس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ اس نے قرآن جمع کر لیا تھا۔)

علیؑ عہد صدیقی میں

خلافت صدیقی میں مجلس مشاورت کے رکن تھے۔ اس مجلس میں حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ شامل تھے اور خلیفۂ اول نے تحفظ دین کے لیے عالی قدر صحابہؓ پر مشتمل جو کہ محکمۂ افتاء قائم کیا تھا۔ آپؑ اس کے روح رواں تھے۔ آپؑ نے جس قابلیت سے دین کی خدمت کی ہے اور لوگوں کے انفرادی، اجتماعی اور انتظامی و سیاسی مسائل میں ان کی رہنمائی کی ہے لوگ ان پر بعض اوقات حیران رہ جاتے تھے اور تسلیم کرتے تھے کہ آپؑ واقعی شہرِ علم کا دروازہ ہیں۔

حضرت ابو بکرؓ کے متعلق علیؑ کے کیا خیالات تھے، اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ آپؑ بار بار فرمایا کرتے تھے:

"اللہ، ابو بکرؓ پر رحمت فرمائیے۔"

قرآن کریم جمع کرنے میں وہ تمام لوگوں میں سے زیادہ اجر کے مستحق ہیں، کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے اسے جمع کیا۔

Marfat.com

جب آپ کو حضرت ابو بکرؓ کی وفات کی خبر ملی تو آپ روتے ہوئے صدیق اکبرؓ کے دروازے پر آئے اور وہاں کھڑے ہو کر فرمایا:

"اے ابو بکرؓ اللہ تم پر رحم فرمائے۔ واللہ تم پہلے آدمی تھے جنہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اسلام قبول کیا تھا۔ اخلاص و ایمان میں تمہارا ہم پلہ کوئی نہ تھا......"

حضرت علیؓ عہد فاروقی میں

یوں تو آپؓ نے عہد فاروقیؓ میں بہت کام کیا ہے' لیکن ہم چند خاص واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں تاکہ قارئین ان سے واقف ہو سکیں۔

1- نہاوند (ایران) کے معرکہ میں جب حالات نازک ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے خود ایران میں جا کر جنگی مہمات کا بندوبست کرنا چاہا۔ صحابہ کرامؓ نے بھی اس بات کو پسند کیا لیکن حضرت علی نے فرمایا:

"اگر شام' یمن اور بصرہ سے فوجوں کو ہٹایا گیا (حضرت عمرؓ کا پروگرام یہ تھا کہ ان مقامات سے فوجیں ہٹا کر ایران میں لگائی جائیں تاکہ فتوحات کا سلسلہ کامیابی سے ہمکنار ہو) تو ان کے سرحدی مقامات پر دشمنوں کا قبضہ ہو جائے گا۔ اس لیے وہاں سے ایک تہائی فوجیں نہاوند پر حملہ کرنے والے لشکر میں شامل کی جائیں اور باقی دو تہائی وہاں ہی رہیں اور امیر المومنین عمر فاروقؓ مدینہ کو ہرگز نہ چھوڑیں بلکہ سالار اعظم کسی دوسرے کو بنایا جائے ورنہ خود اپنے ملک کو سنبھالنا بھی مشکل ہو جائے گا۔"

2- رجب 16ھ میں جب امیر المومنین عمر فاروقؓ نے بیت المقدس کے عیسائیوں کی درخواست پر خود وہاں جانے کا ارادہ کیا تو اپنی جگہ خلافت کی ذمہ داریاں علیؓ کے سپرد کیں۔ ان کا یہ انتخاب علیؓ کی صلاحیتوں کا کھلم کھلا اعتراف تھا۔

3- عہد فاروقیؓ میں مدائن سے حاصل ہونے والے مالِ غنیمت میں موجود "بہار کسریٰ" نامی قالین کو جوں کا توں رکھنے کا ارادہ کر لیا گیا تھا' لیکن علیؓ نے اس کی سخت مخالفت کی اور فرمایا:

"یہ کفر کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اس میں موسم بہار میں شراب نوشی کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔"

اس لیے اس کے ٹکڑے کر کے تقسیم کر دیئے گئے اور جو ٹکڑا خود علیؓ کے حصے میں آیا' وہ بیس ہزار میں فروخت ہوا' حالانکہ وہ بہترین ٹکڑوں میں سے نہیں تھا۔

-4 حضرت عمرؓ جب شہید ہوئے تو ان کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ بیک وقت سامنے آ گئے' لیکن حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے انہیں روک دیا اور کہا کہ خود حضرت عمر فاروق ؓ نے حضرت صہیبؓ کو جنازہ پڑھانے اور تین دن تک مسلمانوں کو نماز پڑھانے کی وصیت کی ہے' چنانچہ دونوں حضرات پیچھے ہٹ گئے اور حضرت صہیبؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

-5 حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زخمی ہونے کے بعد اپنا جانشین تلاش کرنے کے لیے جن چھ بزرگوں کی کمیٹی بنائی تھی' ان میں حضرت علیؓ بھی شامل تھے' لیکن کمیٹی کے مقرر کردہ ثالث حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ سوم نامزد کر دیا۔

-6 عہد فاروقی ؓ میں مسلمانوں کو سنِ ہجری شروع کرنے کا مشورہ حضرت علیؓ نے دیا تھا جو ان کا بہت بڑا اجتہاد ہے' چنانچہ سن ہجری آج تک رائج ہے۔ یہ مدنی دور کی ابتدا ہے اور مسلمانوں کی تمام فتوحات اسی دور میں ہوئی ہیں اور اسلام کو وسعت بھی اسی دور میں نصیب ہوئی۔

حضرت علیؓ عہد عثمانی میں

حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو حکومت کا ایک اہم منصب عطا فرمایا تھا' یعنی حدود شریعت کا عملی طور پر اجراء کرنا۔ اس طرح حدود و قصاص کے مقدمات میں جو سزائیں دی جاتی تھیں' وہ آپ ہی کے ذریعے سے تکمیل پاتی تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں سزائیں دینے پر صرف حضرت علیؓ' حضرت زبیرؓ اور حضرت محمدؓ بن مسلمہ مامور تھے۔ باقی صحابی یہ کام نہیں کرتے تھے۔

علیؓ ہر سال سرکاری طور پر حضرت عثمانؓ کے ساتھ حج کو جاتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت کے پہلے نصف میں فتوحات کی وسعت مال غنیمت کی فراوانی' محاصل و خراج کی زیادتی' وظائف کی کثرت' زراعت اور تجارت کی ترقی نے جہاں ملک کو فارغ البالی اور عیش و تنعم کے سامانوں سے مالا مال کر دیا تھا' وہاں بغض و حسد اور رشک و رقابت کا قدم بھی آیا' چنانچہ آپؓ کے دورِ خلافت میں جب فتنہ و فساد شروع ہوا تو حضرت علیؓ نے

Marfat.com

اس آگ پر قابو پانے میں نہایت مخلصانہ مشورے دیئے۔ ایک دفعہ حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ سے ملک میں موجودہ شورش وہنگامہ کی حقیقی وجہ اور اسے رفع کرنے کے متعلق ان کی رائے پوچھی تو انہوں نے نہایت خلوص اور آزادی سے فرمایا کہ موجودہ بے چینی تمام تر آپ کے عمال (ملازمین سرکاری) کی وجہ سے ہے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں نے عمال کے انتخاب میں انہی صفات کو سامنے رکھا ہے جو فاروق اعظمؓ کے پیش نظر تھے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا' یہ سچ ہے لیکن حضرت عمرؓ نے سب کی نکیل اپنے ہاتھ میں رکھی تھی اور گرفت ایسی شدید تھی کہ عرب کا سرکش سے سرکش اونٹ بھی بلبلا اٹھا۔ برخلاف اس کے آپؓ ضرورت سے زیادہ نرم دل ہیں۔ آپؓ کے عمال اس سے فائدہ اٹھا کر من مانی کارروائیاں کرتے ہیں اور رعایا سمجھتی ہے کہ یہ سب کچھ دربار خلافت کے احکام کی تکمیل ہے۔ نتیجتاً عمال کی تمام بے اعتدالیوں کا ہدف آپ کو بننا پڑا ہے۔

سب سے آخر یعنی 34ھ میں مصری وفد کا معاملہ پیش آیا۔ مصر کے بلوائیوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کرنے کی نیت سے مدینہ پر یورش کی۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو بلا کر فرمایا کہ آپؓ جو مشورہ بھی دیں میں اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں۔ آپؓ باغیوں کو واپس کر دیں' پہلے تو حضرت علیؓ نے انکار کیا' لیکن پھر معاملہ کی اہمیت اور حضرت عثمانؓ کے اصرار سے مجبور ہو کر درمیان میں پڑے اور حضرت عثمانؓ سے اصلاحات کا وعدہ لے کر باغیوں کو اپنی ذمہ داری پر واپس کیا' لیکن ابھی اس خوش آیند خواب کی تعبیر نہ نکلی تھی کہ ایک دن دفعتہً مصری باغیوں کا گروہ مدینہ پہنچ گیا اور واپسی کا سبب یہ بیان کیا کہ وہ ابھی راہ میں تھے کہ انہیں ایک ہرکارہ مصر کی طرف جاتے ہوئے ملا۔ انہیں اس پر شک گزرا' چنانچہ جب اس کی تلاشی لی گئی تو اس کے پاس سے ایک فرمان ملا' جس میں والیٔ مصر کو ہدایت کی گئی تھی کہ وفد کے تمام شرکاء کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت علیؓ اس فرمان کو لے کر حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچے اور اس کی حقیقت دریافت کی۔ انہوں نے حیرت سے لاعلمی ظاہر کی۔ حضرت علیؓ نے کہا' مجھے آپ سے ایسی توقع نہ تھی' لیکن اب میں آیندہ کسی معاملہ میں نہ پڑوں گا۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت علیؓ گوشہ نشین ہو گئے۔

مصریوں نے جوش انتقام میں نہایت سختی سے کاشانۂ خلافت کا محاصرہ کر لیا اور اس معاملہ میں یہاں تک شدت کی کہ باہر سے کوئی چیز اندر نہ جانے دیتے تھے۔ حضرت علیؓ کو معلوم ہوا تو گوشہ نشینی کے باوجود باغیوں کے پاس گئے اور انہیں ہر طرح سمجھایا' مگر باغیوں نے حضرت علیؓ کی سفارش کے باوجود محاصرہ میں سہولت پیدا کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔

Marfat.com

اس وقت مدینہ کی حالت نہایت نازک تھی۔ باغیوں پر کسی کا قابو نہیں رہ گیا تھا۔ ہر شخص کو جان کا خطرہ تھا۔ لوگوں نے گھر سے نکلنا چھوڑ دیا تھا اور بہت سے لوگ مدینہ ہی سے باہر چلے گئے تھے۔ لیکن حضرت علیؓ برابر باغیوں کو سمجھاتے رہے اور حالات کی سنگینی ختم کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ اس دوران جب دیکھا کہ ان کا جوشِ انتقام جنون کی حد تک پہنچ گیا ہے اور ان میں نیکی بدی کی تمیز باقی نہیں رہی تو آپؓ نے اپنے صاحبزادوں کو حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے لیے بھیج دیا۔ جنہوں نے نہایت تندہی اور جانفشانی کے ساتھ مدافعت کی۔ یہاں تک کہ اسی کشمکش میں زخمی ہو گئے۔ باغی کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود اس مدافعت کی تاب نہ لا سکے اور دوسری طرف سے دیوار پھاند کر اندر گھس آئے اور خلیفۂ وقت کو شہید کر ڈالا۔ حضرت علیؓ کو معلوم ہوا تو اس حادثہ پر بہت افسوس ہوا اور جو لوگ حفاظت پر مامور تھے' ان پر سخت ناراضگی ظاہر کی۔ حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کو مارا۔ حضرت محمدؓ بن مسلمہ 'طلحہؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو برا بھلا کہا کہ تم لوگوں کی موجودگی میں یہ واقعہ کس طرح پیش آیا۔

بیعت خلافت

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد تین دن تک مسندِ خلافت خالی رہی۔ مدینہ میں شور قیامت بپا تھا اور باغی ہر طرف دندناتے پھر رہے تھے' تاہم خلافت کا انتظام ضروری تھا۔ اس وقت کبار صحابہؓ میں سے حضرت علیؓ کی شخصیت ایسی تھی جن پر سب کا اتفاق ہو سکتا تھا' لیکن باغیوں نے اہلِ مدینہ کو دھمکی دی تھی کہ اگر تین دن کے اندر اندر علیؓ' زبیرؓ اور طلحہؓ میں سے کسی ایک کو خلیفہ نہ بنایا گیا تو ہم ان تینوں کو قتل کر دیں گے اور پھر اپنی مرضی سے کسی کو خلیفہ بنائیں گے اور اہلِ مدینہ کو سزا بھی دیں گے۔ اہلِ مدینہ کے لیے یہ حالات بہت پُرخطر تھے۔ اس لیے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مجبور کیا کہ آپؓ خلافت کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ آپؓ نے حالات کا اندازہ کرتے ہوئے اس کی حامی بھر لی اور اس دینی اور سیاسی ذمہ داری کے سامنے سر جھکا دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خلافت کا تاج اس وقت پہنا جب یہ کانٹوں کا تاج بن چکا تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے 21 ذی الحجہ 35ھ بروز دوشنبہ خلافت کی ذمہ داری سنبھالی اور لوگوں نے آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور سب سے پہلے باغیوں کے ایک سردار اشتر نخعی نے بیعت کی۔

Marfat.com

قاتلانِ عثمان اور قصاص

"ہسٹری آف سراسنز" کے مصنف سید امیر علی حضرت علیؓ کے متعلق لکھتے ہیں کہ "علیؓ ولی تھے' سیاستدان نہ تھے۔"

"ALI WAS A SAINT AND NOT A POLITICIAN."

اور ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی یہ بات کافی حد تک صحیح ثابت ہوئی۔

آیندہ ابواب شروع کرنے سے پیشتر ہم "عثمان ذوالنورین" از مولانا سعید احمد اکبر آبادی کے صفحہ 245-243 کا ایک اقتباس پیش کرتے ہیں تاکہ اس وقت کے حالات کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

"(سیدنا عثمانؓ) کی شہادت کا نتیجہ وہی تھا' جس کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعدد اقوال میں ارشاد فرمایا تھا اور خود سیدنا عثمانؓ بھی بار بار باغیوں کو اس پر متنبہ اور خبردار کر چکے تھے۔ یعنی اسلامی وحدت اور مسلمانوں کی یکجہتی کی دیوار میں جو رخنہ پیدا ہوا' اس کا بند ہونا تو کجا روزِ قیامت تک وسیع ہوتا رہے گا۔ مسلمانوں میں فرقہ بندی' طبقاتی عصبیت اور خانہ جنگی کا دروازہ شہادت سے ہی کھلا۔ باغیوں میں مصر' کوفہ اور بصرہ کے تین گروہ تھے اور اگرچہ یہ تینوں ہی خلیفہ ثالث (سیدنا عثمانؓ) کے خلاف بغاوت پر متفق تھے' لیکن اندرونی طور پر ہر ایک گروہ کا قبلہ مقصود الگ الگ تھا۔ مصر کے لوگ حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے اور کوفہ اور بصرہ کے باغی علی الترتیب طلحہؓ بن عبیداللہ اور حضرت زبیرؓ بن عوام کو' مگر انجام کیا ہوا؟

اوّل الذکر ایک خارجی کے ہاتھوں مارے گئے اور موخرالذکر دونوں بزرگ شہادت عثمانی کے کچھ ہی دنوں بعد جنگِ جمل میں شہید ہوئے جن میں ابن سعدؓ کے بیان کے مطابق طرفین کے تیرہ تیرہ ہزار فرزندانِ توحید قتل ہوئے۔

پھر شہادت عثمانی کے ایک برس بعد ہی صفین کے میدان میں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی فوجیں جن میں اکابر صحابہ' بدری صحابہ اور مہاجرین شامل تھے' باہم نبرد آزما ہو گئیں تو چند روز کی مسلسل جنگ میں دونوں طرف کے ستر ہزار افراد کام آئے۔

پھر صفین کے بعد نہروان کا حادثہ پیش آیا' جس میں کثیر تعداد میں لوگ قتل ہوئے۔ حضرت علیؓ کا پورا زمانۂ خلافت (چار برس نو ماہ) خانہ جنگیوں میں گزرا' پھر واقعۂ کربلا پیش آیا۔

Marfat.com

غور کرنا چاہیے یہ سب کچھ کیا سیدنا عثمانؓ کے خونِ ناحق کا وہ تاوان نہیں ہے جو خاندانِ بنوہاشم کو اور ان کے ساتھ پوری امت کو بھگتنا پڑا۔ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ میں جنگ ہوئی تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے شروع میں ہی پیش گوئی کردی تھی کہ اس جنگ میں معاویہؓ اور ان کے ساتھی علیؓ اور ان کے اصحاب پر غالب آجائیں گے اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"اور جو شخص مظلوم قتل کیا جاتا ہے' ہم اس کے ولی کو طاقت عطا فرمادیتے ہیں۔"

ہاں بے شک امیر المومنین سیدنا عثمانؓ نے تلوار اٹھانے کی ممانعت کردی تھی' لیکن باغی تعداد میں کتنے تھے اور کیا ان کے پاس ایٹم بم تھے؟ ابن سعدؒ کے ایک راوی کے بقول مدینہ میں صحابہؓ اس کثرت سے تھے کہ اگر وہ باغیوں پر مٹی بھی پھینکتے تو وہ ناکام ہو کر بھاگ جاتے۔ سوال یہ ہے کہ وہ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور ان کی اولادیں) گھروں سے کیوں نہیں نکلے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

"تم میں سے جو شخص کوئی منکر چیز کو دیکھے اسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے روک دے۔"

تو ڈیڑھ مہینہ سے کاشانہ خلافت پر جو ہنگامہ ہو رہا تھا کیا اہلِ مدینہ کے نزدیک یہ منکر نہیں تھا؟ اور اگر تھا تو پھر کیا ان کو یہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یاد نہیں رہا تھا؟

حضرت علیؓ تو یہ فرماتے ہیں کہ:

"خدایا تو گواہ رہ کہ میں قتل عثمانؓ سے بری ہوں۔"

لیکن یہ کیا ہے کہ محمد بن ابو بکرؓ' اشتر نخعی اور عبدالرحمٰن بن عدیس جیسے اشخاص جن کے ہاتھ خلیفۃ المسلمین کے خون بے گناہ سے رنگین ہیں' خلیفہ چہارم (حضرت علیؓ) کی فوج میں اور ان کے مقربین کے زمرہ میں نظر آتے ہیں۔ حضرت علیؓ اگر خوارج کو اس وقت پہچان لیتے جب وہ کاشانہ خلافت پر حملہ آور تھے تو ان کو اپنی خلافت میں ان لوگوں سے جنگ کی نوبت کیوں آتی؟ اور ان کے ایک فرد ابنِ ملجم کے ہاتھوں کیوں شہید ہوتے؟

علیؓ اور ان کے ساتھ دوسرے اربابِ مدینہ سے اس وقت بھول چوک ہوئی جب شہادت کے نہایت بھیانک اور خطرناک نتائج ان کے سامنے ہوئے اور خود حضرت علیؓ کو ان پر تنبہ ہوا (تنبیہ ہوئی) اور فرمایا:

"اگر میں عثمانؓ کی مدد کرتا تو آج مجھے یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔"

پھر فرمایا:

''میری اور عثمانؓ کی مثال ان تین بیلوں کی سی ہے جو تین مختلف رنگ رکھتے تھے اور جنگل میں ایک شیر کے ساتھ رہتے تھے۔ شیر نے پہلے دو بیلوں کو تیسرے بیل کے خلاف بھڑکایا اور اسے کھا گیا' اس کے بعد ایک بیل کو دوسرے بیل کے خلاف اکسایا اور اُسے ہڑپ کر گیا' اب صرف ایک بیل رہ گیا تھا' اس کو ختم کرنا مشکل نہ تھا۔ آخر کار اسے بھی لقمہ بنالیا۔'' (طبقات)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود اقرار کیا کہ:

''خدا کی قسم میں نے نہ عثمانؓ کو قتل کیا نہ ایسا کرنے کا کسی کو حکم دیا۔ البتہ میں (باغیوں سے) مغلوب ہو گیا تھا۔''

اس آخری فقرہ کو تین مرتبہ دہرایا' مگر اب پچھتانے' نادم اور پشیمان ہونے سے کیا ہو سکتا تھا؟ وقت کا قاضی اپنا فیصلہ لکھ کر قلم رکھ چکا تھا۔

وصیت

ایک بار حضرت علیؓ سے لوگوں نے پوچھا کہ خلافت کے متعلق آپؓ کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وصیت کی تھی تو آپؓ نے فرمایا:

''یہ غلط بات ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں خلافت کی وصیت کی ہوتی تو میں حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کو منبر رسول ﷺ پر ہرگز کھڑا نہ ہونے دیتا۔ خواہ میرا ساتھ دینے والا ایک آدمی بھی نہ ہوتا۔''

حضرت علیؓ اور مشکلات

علیؓ کے عہد خلافت میں ہونے والے مشہور واقعات کی ایک مختصر فہرست مندرجہ ذیل ہے:

1- قصاص عثمانؓ کا مطالبہ۔
2- بنی امیہ اور بنو ہاشم کے اختلافات۔
3- عہد عثمانیؓ کے گورنروں کی معزولی۔
4- حضرت امیر معاویہؓ کی برخاستگی۔

Marfat.com

5- حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان جنگ (جنگ جمل)
6- حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ کے حضرت علیؓ سے اختلافات۔
7- حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان جنگ (جنگ صفین)
8- حضرت علیؓ اور خوارج کے درمیان جنگ۔
9- عقیلؓ ابن ابی طالب اور عبداللہؓ ابن عباسؓ کا حضرت علی سے علیحدہ ہو جانا۔
10- مرکز خلافت کا مدینہ منورہ سے کوفہ منتقل ہو جانا۔

حضرت علیؓ اور آپ کی فوج

ہم قارئین کو یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ حضرت علیؓ جیسے بہادر، عالم، سخی اور بہترین صلاحیتوں کے حامل بھی داخلی انتشار اور خلفشار کی وجہ سے امورِ سلطنت کی بجا آوری میں کامیاب نہ ہو سکے اور نتیجہ یہ ہوا کہ:

1- سلطنت میں وسعت پیدا نہ ہو سکی۔
2- تبلیغی وفود نہ بھیجے جا سکے۔
3- امن وامان قائم نہ کر سکے۔
4- حکومت میں استحکام پیدا نہ ہو سکا۔

داخلی انتشار اور باغیوں اور مفسدوں کی تخریبی کارروائیوں کے علاوہ آپؓ کے لیے فوج نے بہت مسائل پیدا کر دیئے تھے اور فوج کی سرکشی آپؓ کے عہد خلافت کی سب سے بڑی مشکل بن گئی تھی۔ اس لیے نہ تو ایسی فوج سے امن وامان قائم کیا جا سکتا تھا اور نہ ہی اس پر بھروسہ کیا جا سکتا تھا، کیونکہ آپؓ کی فوج میں باغی جمع ہو گئے تھے۔ جن کی وجہ سے فوج سرکش، بے وفا اور نافرمان ہو گئی تھی، چنانچہ دو مواقع ایسے تھے جن میں فوج کی سرکشی کھل کر سامنے آ گئی۔

(1) حضرت امیر معاویہؓ نے ابو مسلم کے ذریعے حضرت علیؓ کو یہ پیغام بھیجا کہ اگر آپؓ قاتلان عثمانؓ میرے حوالے کر دیں تو میں اور اہل شام آپؓ کی بیعت کر لیں گے۔ جبؓ آپ کی فوج کو یہ اطلاع ملی کہ ابو مسلم اس قسم کی پیشکش لے کر آیا ہے تو آپؓ کی فوج کے دس ہزار مسلح جوانوں نے آگے بڑھ کر کہا:

"ہم ہیں قاتلین عثمانؓ کر لو ہم کو گرفتار۔"

سرکش فوج کا یہ مظاہرہ دیکھ کر حضرت علیؓ خاموش ہو گئے۔

Marfat.com

(2) ایک اور موقع پر حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت ابوالدرداؓ اور حضرت ابو امامہؓ کے ذریعے حضرت علیؓ کو پیغام بھیجا کہ اگر آپ قاتلین عثمانؓ کو میرے حوالے کر دیں تو میں آپؓ کی بیعت کرنے کو تیار ہوں۔ اس بات کی بھنک پڑنے پر فوج میں سے بیس ہزار سپاہی باہر نکل آئے اور چلّانے لگے:

''ہم ہیں قاتلانِ عثمان...... 'ہم ہیں قاتلانِ عثمانؓ......''

اس مظاہرہ کو دیکھ کر حضرت علیؓ سوائے خاموشی کے اور کچھ نہ کر سکے۔

دراصل تمام قاتل آپؓ کی فوج میں شامل ہو گئے تھے اور ان کے حامیوں کی جماعتیں بھی آپؓ کے لشکر میں موجود تھیں کیونکہ وہ اسی طریقے سے اپنی جان بچا سکتے تھے۔ یہ جماعتیں ہر موقع پر قاتلوں کو بچانے کے لیے حرکت میں آجاتی تھیں اور حضرت علیؓ ان سب کے خلاف بھرپور قدم اٹھانے سے معذور ہو کر رہ جاتے تھے کیونکہ اتنی بڑی تعداد کو فوج سے نکال دینے سے بڑے پیمانے پر بغاوت اور تشدد برپا ہونے کا خطرہ تھا' جس کے بعد ملک میں امن وامان قائم رکھنا اور بھی مشکل ہو سکتا تھا۔

ان دو مواقع کے علاوہ فوج نے آپؓ کو تین نہایت اہم موقعوں پر بھی دھوکا دیا تھا۔

1- جنگ صفین میں جب کہ آپؓ کی فتح یقینی تھی' عین اس موقع پر فوج نے لڑنے سے انکار کر دیا۔

2- ثالثی کے موقع پر آپؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کی جگہ ابن عباسؓ یا اشتر نخعی کو ثالث بنانے کا ارادہ کیا تو فوج نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

3- واقعہ تحکیم میں بارہ ہزار فوجی آپؓ سے علیحدہ ہو گئے تھے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر فوج ایسا کیوں کرتی تھی۔ جب ہم اس کا جواب تلاش کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سابق الایمان لوگ نہیں تھے' جو اپنے عہد کا پاس کرتے اور اطاعت امیر کے جذبہ سے سرشار ہوتے بلکہ یہ سب نو مسلم تھے' جنہیں مفسد اور باغی اپنے آلہ کار کے طور پر حسب ضرورت استعمال کر سکتے تھے۔ نیز ان لوگوں کے دل میں خدا اور اس کے رسول ﷺ اور خود امیر المومنین کے لیے اتنی محبت اور عظمت نہیں تھی' جتنی ہونی چاہیے تھی۔ ان میں سبائیوں کی کثرت تھی جو نہیں چاہتے تھے کہ مسلمانوں میں امن وامان قائم ہو اور اسلامی مملکت فلاحی کام کر سکے۔ وہ مسلمانوں کو لڑوا کر انہیں کمزور کر دینا چاہتے تھے۔

Marfat.com

علامہ سیوطیؒ کی تاریخ الخلفاء میں ایک حدیث مندرج ہے کہ بزاز ابو یعلی اور حاکم حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلوایا اور جب حاضر ہوا تو ارشاد فرمایا:

''اے علیؓ تیری مثال میری امت میں حضرت عیسیٰ جیسی ہے یعنی یہودیوں نے اس سے ایسی دشمنی کی کہ ان کی ولادت تک کو ناجائز بتایا اور عیسائیوں نے ان سے ایسی محبت کی کہ ان کو اس درجہ پر پہنچادیا کہ جس کے وہ مستحق نہ تھے۔'' (یعنی اللہ کا بیٹا بنادیا۔)

حضرت علیؓ اور قاتلان عثمانؓ

آپؓ کی خلافت کے تیسرے یا چوتھے دن ہی آپ کو دو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ آپؓ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم نے آپؓ کی بیعت اس شرط پر کی تھی کہ آپؓ قاتلان عثمانؓ سے قصاص لیں گے اور اگر آپؓ نے اس میں تامل فرمایا تو ہماری بیعت از خود فسخ ہو جائے گی۔ آپؓ نے ان کی یہ بات سن کر فرمایا:

''میں بھی اس بات کو جانتا ہوں، لیکن تم دیکھتے ہو کہ وہی لوگ حالات پر غلبہ پائے ہوئے ہیں جو اس قتل میں ملوث ہیں یا قاتلوں کے حامی اور مددگار ہیں۔ ایسی صورت میں ہم قصاص کس طرح لے سکتے ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ان لوگوں نے انتہائی برا کام کیا ہے جو لائق گرفت ہے، مگر اطمینان و سکون ہو جانے دو تاکہ حالات مکمل طور پر میرے قابو میں آجائیں، اس وقت تک مجھے مہلت دو۔''

اس پر ان حضرات نے کہا:

''آپؓ ہم کو کوفہ اور بصرہ کی طرف بھیج دیں۔ وہاں کے لوگوں کو ہم سے ایک گونہ عقیدت ہے، لہٰذا وہاں جاکر ہم ان لوگوں میں یکسوئی اور حالات میں سدھار کی کوشش کریں گے۔''

ان حضرات کی یہ بات سن کر آپ گہری سوچ میں ڈوب گئے کیونکہ:

1- جالات سدھر بھی سکتے ہیں۔

2- اور حالات اور بھی زیادہ بگڑ سکتے ہیں۔

اس لیے آپؓ نے تھوڑی دیر تک توقف کرنے کے بعد ان کی یہ درخواست رد کردی اور ان پر مدینہ سے باہر جانے کی پابندی عائد کردی۔ آپؓ نے ان تمام قریشیوں کو مدینہ سے باہر جانے سے روک دیا جو اب تک مدینہ میں موجود تھے، جس سے لوگ آپؓ

Marfat.com

سے بددل ہو گئے۔

حضرت عثمانؓ کے عمال کی معزولی

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ تمام عمال (سرکاری ملازمین) کو معزول کرنے کا ارادہ کر لیا تاکہ ان کی جگہ اپنی پسند کے عمال مقرر کیے جائیں۔ لیکن حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے..... جو آپؓ کے قریبی رشتہ دار تھے' آپؓ کو مشورہ دیا کہ ان عمال کو کچھ عرصہ برداشت کریں اور انہیں معزول نہ کریں تاکہ حالات مزید بگڑنے نہ پائیں ورنہ قریش کی ہمدردیاں آپؓ سے جاتی رہیں گی' لیکن آپؓ نے ان کا یہ مشورہ قبول نہ کیا حالانکہ ایسا ہی مشورہ اس سے پہلے آپؓ کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بھی دیا تھا' لیکن آپؓ نے ان کو انکار کر دیا تھا۔ مگر آنے والے حالات نے یہ ثابت کر دیا کہ ان دونوں بزرگوں کے مشورے بالکل صحیح تھے اور آپؓ نے انہیں رد کر کے خود کو مشکلات میں ڈال دیا تھا۔

اسی دوران حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے آپ رضی اللہ عنہ سے عمرہ کرنے کی اجازت مانگی اور آپؓ نے ان دونوں حضرات کو اس کی اجازت دے دی' چنانچہ یہ دونوں مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے۔

جنگ جمل

حضرت امیر معاویہؓ سے جھگڑوں کا ابھی آغاز ہی ہوا تھا کہ ایک دوسرا تکلیف دہ مرحلہ شروع ہو گیا۔ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ سے مدینہ واپس ہو رہی تھیں' راستہ میں ان کے عزیز ملے۔ ان سے حالات دریافت کیے تو معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نئے خلیفہ منتخب ہوئے ہیں' لیکن ابھی تک فتنے سر اٹھا رہے ہیں۔ ام المومنینؓ یہ خبر سن کر واپس مکہ چلی گئیں۔ لوگوں نے واپسی کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ عثمانؓ مظلوم شہید کر دیے گئے اور فتنہ دبتا ہوا معلوم نہیں ہوتا' اس لیے تم لوگ خلیفہ مظلوم کا خون رائیگاں نہ جانے دو اور قاتلوں سے قصاص لے کر اسلام کی عزت بچاؤ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مدینہ میں فتنہ و فساد کے آثار دیکھ کر حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی حضرت علیؓ سے اجازت لے کر مکہ چلے گئے تھے۔ حضرت

Marfat.com

عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بھی وہاں کے حالات دریافت کیے۔ انہوں نے بھی شور و غوغا کی داستان سنائی۔ ان کے بیان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ارادوں میں اور تقویت ہو گئی اور انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کی دعوت شروع کر دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا پتہ نہ چلنا' ان کے دشمنوں کو اپنا معاون بنانا اور تمام پرانے عمال کو برطرف کر دینا ایسے عوامل تھے' جن سے لوگ بدگمان ہو گئے اور لوگ حضرت علیؓ کے لیے پریشانی کا باعث بن گئے اور ان ہی بدگمانیوں نے حضرت عائشہؓ کو بھی حضرت عثمانؓ کے قصاص پر آمادہ کر دیا۔

عبداللہ بن عامر خصوصی والیٔ مکہ' مروان بن حکم' سعید بن العاص اور دوسرے بنوامیہ جو مدینہ سے فرار ہو کر مکہ میں پناہ گزین تھے' نہایت جوش کے ساتھ اس تحریک قصاص کے علمبردار بن گئے اور کافی جمعیت فراہم کر کے روانہ ہوئے کہ پہلے بیت المال پر قبضہ کر کے مالی مشکلات میں سہولت پیدا کریں پھر بصرہ' کوفہ اور عراق کی دوسری نو آبادیوں میں اس تحریک کی اشاعت کر کے لوگوں کو اپنا ہمدرد' ساتھی اور معاون بنائیں۔

عراق کا سفر

حضرت علیؓ کو مکہ کی تیاریوں کا حال معلوم ہوا تو آپؓ نے بھی اس خیال سے عراق کا ارادہ کر لیا کہ مخالفین کے وہاں پہنچنے سے پہلے پہنچ کر بیت المال کی حفاظت کریں۔ جب انصار کرام کو اس ارادہ کی خبر ہوئی تو وہ بارگاہ خلافت میں حاضر ہوئے اور حضرت عقبہ بن عامرؓ نے جو بڑے پایہ کے صحابی اور غزوۂ بدر میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہ چکے تھے۔ انصار کی جانب سے گزارش کی کہ دارالخلافہ چھوڑ کر جانا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ عمر فاروقؓ کے عہد میں بڑی بڑی جنگیں ہوئیں لیکن انہوں نے کبھی مدینہ سے باہر قدم نہیں رکھا۔ اگر اس وقت خالدؓ' ابو عبیدہؓ' سعدؓ بن وقاص' ابو موسیٰ اشعریؓ نے شام و ایران کو تہہ و بالا کر دیا تھا' تو اس وقت بھی ایسے جانبازوں کی کمی نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا' یہ صحیح ہے لیکن عراق پر مخالفین کے تسلط سے نہایت دشواری پیش آئے گی۔ وہ اس وقت مسلمانوں کی بہت بڑی نو آبادی ہے' وہاں کے بیت المال بھی مال و زر سے پُر ہیں' اس لیے میرا وہاں موجود رہنا نہایت ضروری ہے اور مدینہ میں عام منادی کرا دی کہ لوگ سفر عراق کے لیے تیار ہو جائیں۔ چند محتاط صحابہ کے سوا باقی تقریباً تمام اہل مدینہ ہمرکاب ہو گئے۔ ذی قار پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ سبقت کر کے بصرہ پہنچ گئے

Marfat.com

ہیں اور بنو سعد کے علاوہ تمام بصرہ والوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔

حضرت امام حسنؓ کا سفر کوفہ

یہ سن کر حضرت علیؓ نے ذی قار میں قیام کیا اور حضرت امام حسنؓ کو حضرت عمار بن یاسرؓ کے ساتھ کوفہ روانہ کیا کہ لوگوں کو مرکز خلافت کی مدد پر آمادہ کریں۔ حضرت امام حسنؓ جس وقت کوفہ پہنچے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ والیٔ کوفہ مسجد میں ایک عظیم الشان مجمع کے سامنے تقریر کر رہے تھے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جس فتنہ کا خوف دلایا تھا' وہ اب سر پر ہے' اس لیے ہتھیار بے کار کر دو اور بالکل گوشہ نشین ہو جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: "فتنہ و فساد کے وقت سونے والا' بیٹھنے والے سے اور بیٹھنے والا چلنے والے سے بہتر ہے۔"

اسی اثناء میں حضرت امام حسنؓ مسجد میں داخل ہوئے اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے کہا:

"تم بھی ہماری مسجد سے نکلو اور جہاں جی چاہے چلے جاؤ۔"

اس کے بعد منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں کو امیر المومنین حضرت علیؓ کی مدد کے لیے آمادہ کیا۔ بہت سے بزرگوں نے اس کی تائید کی اور دوسرے دن صبح کے وقت تقریباً ساڑھے نو ہزار جانبازوں کی ایک مسلح جماعت حضرت امام حسنؓ کے ساتھ روانہ ہوئی اور مقام ذی قار میں پہنچ کر حضرت علیؓ کی فوج سے مل گئی۔ بصرہ میں بہت سے ایسے آدمی بھی تھے جو نہیں چاہتے تھے کہ جنگ ہو۔ خود حضرت علیؓ اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی نہیں چاہتے تھے کہ خونریزی ہو' اس لیے صلح کی بات چیت ہو رہی تھی اور فریقین جنگ کے تمام اندیشوں کو دلوں سے دور کر کے میٹھی نیند سو رہے تھے' لیکن دونوں کی فوجوں میں ایسے عناصر شامل تھے' جن کے نزدیک اس صلح میں ان کی اپنی جانوں کو خطرہ تھا' اس لیے انہوں نے رات کی تاریکی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فوج پر شب خون مارا اور فریقین نے یہ سمجھ کر کہ دوسرے نے دھوکا دیا' ایک دوسرے پر حملہ کر دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے اونٹ پر آہنی ہودہ رکھوا کر میدان میں آ گئیں تاکہ اپنی فوج کو لڑائی سے روکیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے سپاہیوں کو روکا مگر جو فتنہ پھیل چکا تھا' وہ کب رک سکتا تھا۔ یہ فوج پوری طرح حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے ہاتھوں میں تھی۔

دوران جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ گھوڑا بڑھا کر میدان میں آئے اور حضرت زبیرؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیش گوئی یاد دلائی کہ تم ایک روز علیؓ سے ناحق لڑو گے۔ یہ پیش گوئی یاد کر کے حضرت زبیرؓ جنگ سے کنارہ کش ہو گئے۔ حضرت طلحہؓ نے ان کو جاتے ہوئے دیکھا تو ان کا ارادہ بھی متزلزل ہو گیا' لیکن مروان بن الحکم نے تاک کر تیر مارا جو ان کے گھٹنے میں لگا۔ یہ تیر زہر آلود تھا' اس لیے ان کا کام تمام ہو گیا۔ اب میدان جنگ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے جاں نثار فرزند رہ گئے۔ آپؓ کی حفاظت کرتے ہوئے بنوضبہ کے تقریباً ستر آدمی شہید ہوئے۔ حضرت علیؓ نے دیکھا کہ جب تک اونٹ کو بٹھایا نہ جائے گا یہ جنگ بند نہیں ہو سکتی' اس لیے آپؓ کے اشارے پر ایک آدمی نے پیچھے سے جا کر اونٹ کے پاؤں پر تلوار ماری اور اونٹ بلبلا کر بیٹھ گیا۔ اونٹ کے بیٹھتے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فوج نے ہمت چھوڑ دی اور حضرت علیؓ کے حق میں جنگ کا فیصلہ ہو گیا۔ آپؓ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی محمد بن ابی بکر کو' جو آپؓ کے ساتھ تھے' ہدایت فرمائی کہ جا کر اپنی بہن کی خبر گیری کریں اور فوج میں اعلان کرا دیا کہ:

1- بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کیا جائے۔
2- زخمیوں پر گھوڑے نہ دوڑائے جائیں۔
3- مال غنیمت نہ لوٹا جائے۔
4- جو ہتھیار ڈال دیں انہیں کچھ نہ کہا جائے۔

پھر خود ام المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس حاضر ہو کر مزاج پرسی کی اور بصرہ میں چند دن تک آرام و آسائش سے ٹھہرانے کے بعد محمد بن ابی بکر کے ہمراہ عزت و احترام کے ساتھ مدینہ بھیج دیا۔ بصرہ کی چالیس شریف اور معزز خواتین کو انہیں پہنچانے کے لیے ساتھ روانہ کیا اور رخصت کرنے کے لیے خود چند میل تک ساتھ گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رخصت ہوتے وقت لوگوں سے فرمایا کہ:

"میرے بچو! ہماری باہمی کشمکش محض غلط فہمی کا نتیجہ تھی' ورنہ مجھ میں اور علیؓ میں پہلے کوئی جھگڑا نہ تھا۔"

حضرت علیؓ نے بھی مناسب الفاظ میں تصدیق کی۔ غرض پہلی رجب 36ھ سنیچر کے روز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مدینہ کی طرف روانہ ہو گئیں۔

بصرہ میں چند روز تک قیام کرنے کے بعد حضرت علیؓ 12 رجب 36ھ دوشنبہ کے روز کوفہ میں داخل ہوئے۔ جنگ جمل کے بعد آپ نے مدینہ چھوڑ کر کوفہ میں مستقل

Marfat.com

اقامت اختیار کی اور دارالحکومت حجاز سے منتقل ہو کر عراق میں آ گیا۔ اس سے مدینہ کی سیاسی اہمیت ختم ہو گئی اور خود حضرت علیؓ مرکزِ اسلام سے دُور ہو گئے جو سیاسی حیثیت سے آیندہ آپ کے لیے مضر ثابت ہوا۔

صلح کی دعوت

اگرچہ حضرت علیؓ کو یہ معلوم تھا کہ امیر معاویہؓ آپؓ کی خلافت تسلیم نہیں کریں گے، تاہم حجت پوری کرنے کے لیے آپؓ نے ایک دفعہ صلح کی دعوت دی اور جریرؓ بن عبداللہ کو قاصد بنا کر بھیجا۔ جریرؓ ایسے وقت دربار میں پہنچے جبکہ وہاں رؤسائے شام کا مجمع تھا۔ امیر معاویہؓ نے وہ خط لے کر پہلے خود پڑھا اور پھر حاضرین کو پڑھ کر سنایا۔ خط کا مضمون یہ تھا:

"تم اور تمہارے زیر اثر جس قدر مسلمان ہیں سب پر میری بیعت لازم ہے، کیونکہ مہاجرین و انصار نے اتفاق رائے سے مجھے منصب خلافت کے لیے منتخب کیا ہے۔ ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کو بھی انہی لوگوں نے منتخب کیا تھا۔ اس لیے جو شخص اس بیعت کے بعد سرکشی اور اعتراض کرے گا، وہ جبراً اطاعت پر مجبور کیا جائے گا۔ پس تم مہاجرین و انصار کی اتباع کرو، یہی سب سے بہتر طریقہ ہے، ورنہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ تم نے عثمانؓ کی شہادت کو اپنی مقصد برآری کا وسیلہ بنایا ہے۔ اگر تم کو عثمانؓ کے قاتلوں سے انتقام لینا ہے تو پہلے اطاعت کرو۔ اس کے بعد باضابطہ مقدمہ پیش کرو۔ میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اس کا فیصلہ کروں گا۔ ورنہ تم نے جو طریقہ اختیار کیا ہے کہ وہ محض دھوکہ اور فریب ہے۔"

امیر معاویہؓ بیس بائیس سال سے شام کے والی تھے۔ اس طویل حکومت نے ان کے دل میں استقلال اور خود مختاری کی تمنا پیدا کر دی تھی، جس کے حصول کے لیے اس سے بہتر موقع میسر نہیں آ سکتا تھا۔ نیز حضرت عثمانؓ کی شہادت، حضرت علیؓ کی خلافت اور اموی عمال کی برطرفی اور بنوہاشم اور بنوامیہ کی دیرینہ دشمنی پھر تازہ ہو گئی تھی۔ حضرت علیؓ کے معزول کردہ تمام اموی عمال امیر معاویہؓ کے گرد و پیش جمع ہو گئے۔ بہت سے قبائل جو اگرچہ اموی نہ تھے لیکن امیر معاویہؓ کے انعام و اکرام نے انہیں بھی اپنا طرف دار بنا لیا تھا۔ بہت سے صحابہ کرامؓ بھی امیر معاویہؓ سے مل گئے تھے جن میں حضرت عمروؓ بن العاص، حضرت مغیرہؓ بن شعبہ، آپ کے بھائی حضرت عقیلؓ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبیداللہؓ بن عمروؓ اور ایک نامور مدبر زیاد بن امیہ سب حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ مل گئے۔ ان کی وجوہ

Marfat.com

خواہ کچھ بھی ہوں، لیکن بہر حال اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پریشانی ہوئی جبکہ حضرت امیر معاویہؓ کا پلہ بھاری ہو گیا اور قاتلان عثمانؓ کی گرفتاری کا مطالبہ پورے شام میں پھیل گیا۔

حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خط کے جواب میں حسب معمول قاتلان عثمانؓ کو حوالے کر دینے پر اصرار کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس خط کا جواب دینے کے لیے دوسرا دن مقرر کیا، لیکن جب ابو مسلم قاصد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں دوسرے روز حاضر ہوئے تو وہاں دس ہزار مسلح آدمیوں کا اجتماع تھا۔ ابو مسلم کو دیکھ کر سب نے بلند آواز سے کہا "ہم سب عثمانؓ کے قاتل ہیں۔" ابو مسلم نے متعجب ہو کر بارگاہ خلافت میں عرض کی کہ:

"معلوم ہوتا ہے کہ سب نے باہم سازش کر لی ہے۔"

اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا: "تم اس سے سمجھ سکتے ہو کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں پر میرا کہاں تک اختیار ہے۔"

چنانچہ اس طرح کی ضد اور غلط فہمیوں کی وجہ سے نوبت جنگ تک پہنچ گئی۔

جنگ صفّین

جب حضرت علیؓ کی فوج سرحد شام میں داخل ہوئی تو حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے الوالدعور سلمٰی نے لشکر علوی کو آگے نہ بڑھنے دیا۔ اسی اثناء میں حضرت علیؓ کی طرف سے اشتر نخعی کمک لے کر پہنچ گیا، لیکن رات کی تاریکی میں کچھ نہ ہو سکا۔

ادھر حضرت معاویہؓ نے صفّین کے میدان کو لڑائی کے لیے منتخب کر کے سلمٰی کو پیش قدمی کرنے والے مناسب موقعوں پر مورچے بنانے کا حکم دے دیا اور دریائے فرات کے گھاٹ کو قبضہ میں لے کر سلمٰی کو تاکید کر دی کہ علوی فوج کو دریا سے پانی نہ لینے دیں۔

پانی حاصل کرنے کے لیے زبردست جنگ شروع ہو گئی اور علوی لشکر نے گھاٹ پر قبضہ کر لیا، لیکن حضرت علیؓ نے اپنی فوج کو سختی سے منع کر دیا کہ کسی کو پانی لینے سے نہ روکے۔ اس طرح دونوں فوجیں اپنے لیے پانی آسانی سے لینے لگیں اور فوجوں کا آپس مین میل ملاقات اس قدر بڑھ گیا کہ صلح کا گمان ہونے لگا۔

دونوں طرف سے صلح کی کوششیں کی گئیں اور اس کوشش میں تین ماہ گزر گئے، لیکن اس کی کوئی صورت نہ نکل سکی اور جمادی الآخر 36ھ میں صلح کی خاطر حضرت علیؓ نے

Marfat.com

ایک اور وفد حضرت امیر معاویہؓ کے پاس بھیجا' لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ پھر محرم 37ھ میں بھی ایک وفد روانہ کیا مگر کامیابی پھر بھی حاصل نہ ہوئی۔ آخر محرم گزرنے کے بعد جنگ شروع ہو گئی جو 8 صفر 37ھ میں زیادہ زور پکڑ گئی اور دو تین دن کے بعد عراقی فوج کے کمانڈر اشتر نے شامیوں کے میمنہ پر حملہ کر دیا۔ حضرت علیؓ بھی اس کو کمک بھیجتے رہے تھے کہ شامیوں پر زبردست دباؤ پڑا اور ان کی حالت نازک ہو گئی اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حضرت علیؓ کی فتح میں اب تھوڑی دیر باقی ہے۔

حضرت علیؓ دوسرے دن زرہ بکتر پہن کر اپنی فوج کے ساتھ میدان میں صف آراء ہوئے' لیکن دوسری طرف سے جنگ بند کر دینے کا تہیہ کر لیا گیا تھا' اس لیے دوسری صبح جب شامی لشکر میدان میں آیا تو فوج کا عجیب منظر تھا۔ آگے آگے دمشق کا مصحف اعظم (قرآن مجید) پانچ نیزوں پر بندھا ہوا تھا اور اس کو پانچ آدمی بلند کیے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ جس جس کے پاس قرآن مجید تھا' اس نے اس کو نیزے کے ساتھ باندھ کر اونچا کر رکھا تھا۔ اس لیے جب حضرت علیؓ کا ایک کمانڈر اشتر نخعی آگے بڑھا تو دوسری طرف سے آوازیں بلند ہوئیں کہ یہ کتاب اللہ ہمارے اور تمہارے درمیان ہے' اس کو حکم (ثالث) بنایا جائے۔ اشتر نے اپنے ساتھیوں کو سمجھایا اور حضرت علیؓ نے بھی اپنے لشکریوں کو کہا کہ یہ سیاسی چال ہے۔ اس مکر و فریب سے بچو اور لڑائی جاری رکھو' لیکن فوج کی اکثریت نے سختی سے کہا کہ قرآن مجید کی دعوت کو رد نہیں کرنا چاہیے اور دھمکی دی کہ اگر قرآن کے درمیان میں آجانے کے بعد بھی جنگ بند نہ ہو گی تو وہ نہ صرف فوج سے کنارہ کش ہو جائیں گے بلکہ خود جناب امیرؓ (حضرت علیؓ) کا مقابلہ کرے گی۔ اس طرح جنگ بند ہو گئی۔

پھر خط و کتابت کے ذریعے یہ فیصلہ کیا گیا کہ خلافت کا فیصلہ کرنے کے لیے دو حکم (ثالث) مقرر کیے جائیں اور ان کے فیصلے کی پابندی کی جائے۔ اس کے بعد یہ طے پایا کہ حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت معاویہؓ کی جانب سے حضرت عمروؓ بن العاص حکم ہوں گے اور ایک معاہدہ لکھا گیا جس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

''علیؓ' معاویہؓ اور ان کے طرف دار باہمی رضامندی کے ساتھ عہد کرتے ہیں کہ ابو موسیٰ اشعریؓ اور عمروؓ بن العاص قرآن پاک اور سنت نبوی ﷺ کے مطابق جو فیصلہ کریں گے اس کو تسلیم کرنے میں ان کو پس و پیش نہ ہو گا۔ اس لیے دونوں حکم (ثالث) کے لیے نہایت ضروری ہے کہ وہ قرآن اور سنت نبوی ﷺ کو نصب العین بنائیں اور کسی حالت میں بھی اس سے انحراف نہ کریں۔ حکم کی جان اور ان کا مال محفوظ رہے گا اور ان کے حق

Marfat.com

فیصلہ کی تمام امت تائید کرے گی۔ ہاں اگر فیصلہ کتاب اللہ اور سنت نبوی ﷺ کے خلاف ہو گا تو تسلیم نہیں کیا جائے گا اور فریقین کو اختیار ہو گا کہ پھر از سرِ نو جنگ کو اپنا حکم بنائیں (یعنی جنگ شروع کر دیں)۔"

مگر ایک بڑی جماعت نے اس کو ناپسند کیا اور انجام کار اس ناپسندیدگی نے ایک مستقل فرقہ کی بنیاد قائم کر دی جو خوارج کہلائے اور جنہوں نے اپنی مرضی سے کئی نئے عقائد کو فروغ دیا۔

تحکیم اور اس کا نتیجہ

اس معاہدہ کی تحریر کے بعد کئی ماہ تک مختلف باتیں ہوتی رہیں اور آخر ثالث اپنا اپنا فیصلہ سنانے کے لیے ایک مقررہ جگہ پر جمع ہوئے۔ ان کے ساتھ کثیر تعداد میں فوجی اور دوسرے آدمی بھی تھے۔ غرض دوسرے دن مسجد میں مسلمانوں کا مجمع ہوا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے عمروؓ بن العاص سے فرمایا کہ وہ منبر پر چڑھ کر فیصلہ سنائیں۔ انہوں نے عرض کی کہ میں آپؓ پر سبقت نہیں کر سکتا۔ آپؓ فضل و منقبت میں اور سن و سال میں غرض ہر حیثیت سے ہم سے افضل ہیں اور ہمارے بزرگ ہیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ پر عمروؓ بن العاص کا جادو چل گیا' چنانچہ آپؓ کسی پس و پیش کے کھڑے ہو گئے اور حمد و ثناء کے بعد کہا:

"صاحبو! ہم نے علیؓ اور معاویہؓ دونوں کو معزول کیا اور پھر نئے سرے سے مجلس شوریٰ کو انتخاب کا حق دیا۔ وہ جس کو چاہے اپنا امیر بنائے۔"

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنا فیصلہ سنا کر منبر سے اترے تو عمروؓ بن العاص نے کھڑے ہو کر کہا:

"صاحبو! علیؓ کو جیسا کہ ابو موسیٰ اشعریؓ نے معزول کیا' میں بھی معزول کرتا ہوں' لیکن معاویہؓ کو اس منصب پر قائم رکھتا ہوں' کیونکہ وہ امیر المومنین عثمانؓ کے ولی اور خلافت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔"

اس پر بہت سا شور و شر ابا برپا ہوا اور مار کٹائی تک نوبت پہنچی' لیکن جو ہونا تھا ہو گیا۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو اس قدر ندامت ہوئی کہ وہ اسی وقت مکہ روانہ ہو گئے اور تمام عمر گوشہ نشین رہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بہت سے ساتھیوں نے تحکیم کے واقعہ کو ناپسند کیا

Marfat.com

اور جب آپ صفّین سے کوفہ واپس تشریف لائے تو تقریباً بارہ ہزار آدمی آپ کی فوج چھوڑ کر دوار (ایک مقام کا نام ہے) میں چلے گئے۔ یہ لوگ خوارج کہلائے۔ ان کا عقیدہ یہ بھی تھا کہ معاملات دین میں حکم (ثالث) مقرر کرنا سرے سے ہی کفر ہے۔ پھر ان دونوں حکم نے جس طریقہ پر اس کا فیصلہ کیا' اس کے لحاظ سے خود وہ دونوں اور ان کے انتخاب کرنے والے کافر ہیں اور اس عقیدہ سے جس کو اتفاق نہ ہو اس کا خون مباح (جائز) ہے۔

خارجیوں کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جنگ نہروان کے مقام پر ہوئی جسے معرکہ ' نہروان کہتے ہیں۔ اس جنگ میں خارجیوں کی مجموعی تعداد تقریباً دس ہزار تھی' مگر جنگ میں بمشکل دس بیس آدمی بچے تھے۔ اس جنگ میں ان لوگوں کا تقریباً خاتمہ ہو گیا اور پھر کہیں اتنی بڑی جمعیت میں اکٹھے نہ ہو سکے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کو شام پر حملہ کرنے کے لیے اکسایا لیکن ان میں بددلی پھیل چکی تھی۔ اسی لیے آہستہ آہستہ وہ آپؓ کا ساتھ چھوڑتے گئے اور آخر میں آپؓ کے ساتھ صرف ایک ہزار کی جمعیت باقی رہ گئی۔ آپؓ نے جب فوج کا یہ رنگ دیکھا تو شام پر فوج کشی کا ارادہ ترک کر دیا اور واپس کوفہ جا کر اقامت اختیار کر لی۔ یہ صفر 37ھ کا واقعہ ہے۔

جنگ صفّین کے نتائج

1- اس جنگ میں مسلمانوں کی تلواریں دوسری بار ایک دوسرے کے خلاف استعمال ہوئیں۔

2- حضرت امیر معاویہؓ کی سیاسی پوزیشن پہلے سے بہتر ہو گئی۔

3- اس جنگ نے حضرت امیر معاویہؓ جیسے صوبائی گورنر کو خلیفہ ' چہارم حضرت علیؓ کے برابر کھڑا کر دیا۔

4- ثالثوں کے فیصلے نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پوزیشن کو کمزور کر دیا۔

5- سبائیوں کے لیے یہ بہت عمدہ موقع تھا کہ جس سے انہوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کو آپس میں لڑوا کر جنگ جمل اور جنگ صفّین میں تقریباً ایک لاکھ آدمی مروا دیئے۔ جبکہ اس وقت تک تمام اسلامی جنگوں میں شہید ہونے کی مجموعی تعداد اس سے کہیں کم تھی۔

6- اس جنگ کے بعد خوارج کی پارٹی وجود میں آ گئی جو مسلمانوں کے لیے بہت خطرناک ثابت ہوئی۔

Marfat.com

مصر حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں

آپؓ نے اپنی خلافت کے شروع میں قیس بن سعد انصاری کو مصر کا حامل مقرر کیا تھا' جس نے وہاں پہنچ کر نامساعد حالات کے باوجود مصریوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت لی اور ملک میں امن قائم کیا۔ جنگ صفین کے موقع پر حضرت امیر معاویہؓ نے قیس کو اپنا حلیف بنانا چاہا' مگر وہ نہ مانے اور کسی حد تک غیر جانبدار رہے' مگر حضرت معاویہؓ نے جب انہیں اپنا طرف دار نہ پایا تو انہیں دھمکی دی کہ وہ مصر پر عنقریب فوج کشی کریں گے تو اس نے بھی مقابلہ کرنے کا اعلان کر دیا' لیکن لوگوں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور قیس کے درمیان بدگمانی پیدا ہو گئی اور قیس نے استعفیٰ دے دیا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر کو وہاں کا گورنر مقرر کر دیا' مگر یہ جوان اور ناتجربہ کار تھے۔

حضرت معاویہؓ کو خطرہ تھا کہ اگر مصر پر قبضہ نہ کیا گیا تو کسی وقت بھی عرب سے مصر کا گورنر اور مشرق کے علاقہ کی فوج دونوں مل کر انہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اس لیے وہ مصر پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے عمروؓ بن العاص کو ایک لشکر دے کر مصر پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کر دیا۔ مختصر سی جنگ کے بعد محمد بن ابی بکر گرفتار ہوئے اور معاویہ بن خدیج نے انہیں قتل کر دیا اور بعض روایات کے مطابق زندہ جلا دیا۔ اس طرح مصر پر حضرت معاویہؓ کی حکومت قائم ہو گئی۔ یہ 38ھ کا واقعہ ہے۔

حضرت علی کا دور ابتلاء

آپؓ کی فوجیں لڑنے سے کتراتی تھیں۔ ان میں انتشار بھی تھا' اس لیے چھوٹی موٹی جھڑپوں کے بعد بہت سے شہر مثلاً مدینہ' یمن اور صنعاء وغیرہ بھی آپ کے قبضہ سے نکل گئے اور ان تمام علاقوں پر حضرت امیر معاویہؓ کا قبضہ ہو گیا۔ ان ہی دنوں بصرہ کے مقرر کردہ عامل حضرت عبداللہ ابن عباس بھی ان سے ناراض ہو کر مکہ چلے گئے۔

آپؓ کے دور خلافت کے آخری ایام کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمانہ آپؓ کے لیے بہت تکلیف دہ تھا۔ عراقیوں نے عموماً اور کوفہ والوں نے خصوصاً اپنی سرشت کے مطابق آپؓ سے بے وفائیوں کی حد کر دی اور کوفی لایوفی ایک حقیقت بن گئی۔ جیسے کہ آپؓ آگے حضرت امام حسینؓ کے بیان میں پڑھیں گے۔ ہر جگہ فتنہ و فساد کے شعلے اُٹھ رہے

Marfat.com

تھے۔ امت کا چین رخصت ہو گیا تھا۔ آپؓ انتہائی غمگین، پریشان، مجبور بے بس ہو گئے تھے۔ ان ہی حالات سے متاثر ہو کر آپؓ اکثر فرمایا کرتے تھے:

"وہ بڑا شقی آخر کیا انتظار کر رہا ہے؟"

(یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کی طرف اشارہ تھا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک بڑا شقی قتل کرے گا۔)

آپؓ کے لیے پریشانیوں کی بنا پر مزید فتوحات حاصل کرنا ناممکن ہو گیا تھا اور آپؓ کی حکومت صرف عراق اور ایران تک محدود ہو کر رہ گئی تھی، حالانکہ ان کے اندر بھی آپؓ کے مخالفین کی ایک کثیر تعداد موجود تھی۔ 40ھ میں یہ حالت ہو گئی تھی کہ مکہ اور مدینہ دونوں آزاد اور غیر جانبدار شہر تھے اور یمن، حجاز شام، فلسطین اور مصر پر حضرت امیر معاویہؓ کی حکومت تھی۔ اہل ایران نے بھی بغاوت کی تھی، لیکن اس بغاوت کو سختی سے کچل دیا گیا تھا۔

اب حضرت علی رضی اللہ عنہ مصر اور شام کی طرف سے بالکل ناامید اور مایوس ہو چکے تھے اور مملکت اسلامیہ دو حکمرانوں میں بٹ چکی تھی۔ کچھ حصہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور باقی ماندہ حضرت معاویہؓ کے زیر نگیں تھا۔

آپؓ کا دور خلافت بڑا پر آشوب تھا۔ آپؓ کو اتنی فرصت ہی نہ ملی تھی کہ ملکی کاموں اور ترقی کے منصوبوں کی طرف توجہ کرتے، پھر بھی آپؓ کی کوششوں سے محکمۂ مال اور فوجی چھاؤنیوں کے انتظام کو بہتر بنایا گیا۔ آپؓ نے لوگوں کے اخلاق کو درست کرنے کی کوشش بھی کی اور اس سلسلے میں حکام کے علاوہ آپؓ خود بھی نگرانی کیا کرتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے پر آشوب دور خلافت میں کسی نے آپؓ سے پوچھا تھا کہ خلفائے راشدین کا عہد خلافت پر امن تھا جبکہ آپؓ کے عہد میں بدامنی بہت ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا:

"اُن کے مُشیر ہم تھے اور ہمارے مشیر تم ہو۔"

شہادت

مسلمانوں میں انتشار کی بڑھتی ہوئی رفتار کو دیکھ کر مختلف لوگوں کا مختلف ردعمل تھا۔ کچھ فسادیوں سے مل کر لوٹ مار میں مشغول ہو گئے۔ کچھ گوشہ نشین ہو کر زندگی کے ایام

Marfat.com

گزارنے لگے۔ کچھ حضرت امیر معاویہؓ کے طرف داروں میں شامل ہو گئے جبکہ تھوڑی تعداد حضرت علیؓ کی وفادار رہی۔ خارجیوں کا ردعمل سب سے زیادہ خطرناک تھا۔ ان میں تین آدمی ایک موقع پر مکہ معظمہ میں جمع ہوئے اور تھوڑی سی ردوکد کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس تمام فتنہ و فساد کی جڑ تین آدمی ہیں۔

1- حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ چہارم۔
2- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ والیٔ شام۔
3- حضرت عمروؓ بن العاص۔

اور اگر ان تینوں آدمیوں کو ہلاک کر دیا جائے تو عالم اسلام میں پرسکون دن کی ابتدا ہو جائے گی۔ یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نہروان کی جنگ کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ ان تین خارجیوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

1- عبدالرحمٰن بن ملجم۔
2- برک بن عبداللہ تمیمی۔
3- عمرو بن بکر تمیمی۔

یہ لوگ جنگ نہروان میں ہلاک ہونے والے اپنے ساتھیوں کا ذکر کر کر کے بہت دیر تک روتے رہے اور انہوں نے قسم کھائی کہ وہ مندرجہ بالا تینوں مسلم قائدین کو ہلاک کر کے چھوڑیں گے' چنانچہ انہوں نے دن' وقت اور جگہ کا تعین کر کے مذکورہ تین بزرگوں میں سے ایک ایک شخص کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ یہ لوگ رمضان 40ھ کی کسی تاریخ کو مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے اور یہ طے پایا کہ:

1- عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر وار کرے گا۔
2- برک بن عبداللہ تمیمی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ہاتھ اٹھائے گا۔
3- عمرو بن بکر تمیمی حضرت عمروؓ بن العاص پر تلوار چلائے گا۔

یہ منصوبہ طے کر کے یہ لوگ اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے اور مقررہ وقت اور دن انہوں نے اپنی اپنی کوشش کی' مگر نتیجہ یہ نکلا کہ:

1- مصر میں پہنچ کر عمرو بن بکر تمیمی جب فجر کی نماز کے لیے مسجد میں داخل ہوا کہ اپنے منصوبے کی تکمیل کرے تو اس دن حضرت عمروؓ بن العاص نماز کے لیے نہیں آئے تھے اور ان کی جگہ کوئی دوسرا آدمی نماز پڑھا رہا تھا' جس پر وار کر کے عمرو بن بکر تمیمی نے اسے قتل کر دیا اور یوں عمروؓ بن العاص بچ نکلے۔

Marfat.com

2- دمشق میں پہنچ کر برک بن عبید اللہ نے حضرت امیر معاویہؓ پر نماز کی حالت میں وار کیا' مگر یہ کاری ثابت نہ ہوا اور حضرت امیر معاویہؓ صرف زخمی ہوئے اور ان کی جان بچ گئی۔

3- کوفہ پہنچ کر عبدالرحمٰن بن ملجم مسجد میں داخل ہوا۔ فجر کی نماز ابھی شروع نہیں ہوئی تھی۔ یہ گھات میں بیٹھ گیا اور جونہی موقع ملا اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کاری ضرب لگائی۔ یہ رمضان کی 16 تاریخ تھی۔ اس بدبخت نے آپؓ کی پیشانی پر تلوار سے وار کیا اور خون کا فوارہ بہہ نکلا۔ لوگوں نے ابن ملجم کو پکڑ لیا تو آپؓ نے اپنے بیٹے حسنؓ سے فرمایا:

"اس کی حفاظت کرو۔ اچھا کھانا دو۔ اگر میں اس زخم سے مر جاؤں تو تم اس کو قتل کر دینا اور اگر میں بچ گیا تو جو مناسب ہوگا خود کروں گا۔ اگر میں زخم سے مر جاؤں تو تم بھی اسی کی تلوار سے ایسا ہی ایک وار کرنا کہ اس کا کام تمام ہو جائے اور شبہ ہرگز نہ کرنا' کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شبہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔"

ابن ملجم نے آپؓ کی کنپٹی پر تلوار سے وار کیا تھا' جو آپ کے دماغ تک اتر گئی تھی۔ قاتل نے 16 رمضان کو فجر کی نماز کے وقت وار کیا تھا۔ آپ اس روز زندہ رہے اور 17 رمضان 40ھ بروز جمعہ آپؓ نے وفات پائی۔ اس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز ترین چچا زاد بھائی' پیارے داماد اور خلیفۂ چہارم اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور آپؓ کے ساتھ ہی خلافت کا دور بھی جاتا رہا۔ علم اور جوانمردی کا یہ آفتاب (حضرت علی رضی اللہ عنہ) ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا' تاہم ان کے علم کی روشنی اور جوانمردی کی ضیاء قیامت تک بصیرت والوں کے قلوب و اذہان کو منور کرتی رہے گی۔

وفات کے وقت آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ آپؓ کی نماز جنازہ آپؓ کے فرزند ارجمند حضرت حسنؓ نے پڑھائی تھی۔

آپؓ کی وفات کے بعد حضرت حسنؓ نے پدر بزرگوار کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے بدبخت عبدالرحمٰن ابن ملجم کو تلوار کے ایک ہی وار سے جہنم رسید کر دیا۔

آپؓ سے لوگوں نے آخری لمحات میں دریافت کیا کہ کیا آپؓ کی وفات کے بعد حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کریں تو آپؓ نے فرمایا' اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ تم لوگ خود اس معاملے کو طے کرو۔ اس کے بعد مختلف وصیتیں کیں:

حضرت امام حسنؓ نے خود اپنے ہاتھ سے تجہیز و تکفین کی۔ نماز جنازہ میں چار

Marfat.com

تکبیروں کی بجائے پانچ تکبیریں کہیں۔

آپؓ کا روضہ مبارک دریائے فرات سے چار میل مغرب کی جانب کوفہ کے قریب نجف اشرف میں ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جب آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو فرمایا:

"اس نے عصائے سفر رکھ دیا۔
جدائی کے دن ختم ہو گئے۔
اسے وہی مسرت حاصل ہوئی۔
جیسے مسافر کی آنکھ اپنے گھر میں واپس آنے پر ٹھنڈی ہوتی ہے۔"

آپؓ کی خلافت کی مدت چار سال نو ماہ تھی۔ آپؓ نے لوگوں کے دریافت کرنے پر حضرت حسنؓ کی خلافت کے متعلق جو فرمایا تھا' وہ اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ آپؓ خلافت کو موروثی نہیں بنانا چاہتے تھے' بلکہ اس کا فیصلہ آپؓ نے امت پر چھوڑ دیا تھا۔

آپؓ اپنی خلافت کے پُرآشوب دور میں اکثر اپنی مبارک ڈاڑھی پکڑ کر سر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کرتے تھے:

"ضرور...... ضرور یہ ڈاڑھی اس سر کے خون سے رنگی جائے گی۔"

اولاد و ازواج

آپؓ کے 18 بیٹے اور 18 بیٹیاں تھیں۔ دنیا میں اس وقت صرف 5 بیٹوں امام حسنؓ' امام حسینؓ' محمد حنیفہؒ' عباس اور عمر کی اولاد موجود ہے۔

آپؓ نے متعدد شادیاں کیں۔ پہلی شادی سیدہ فاطمۃ الزہراؓ سے کی تھی اور ان کی زندگی میں کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا۔ ان کے بطن سے دو بیٹے حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ اور دو بیٹیاں زینبؓ اور کلثومؓ تھیں۔ ایک روایت میں تیسرے فرزند محسن کا نام بھی ملتا ہے۔ سیدہ فاطمہؓ کے بعد آپؓ نے آٹھ نکاح کیے تھے۔ ان میں اولادیں بھی ہوئیں' مگر جس درجے میں سیدہ فاطمہؓ کی اولاد تھی' دوسری اولادیں اس درجے کو نہ پہنچ سکیں۔

حلیہ مبارک

آپؓ میں ہاشمی سرداروں کی تمام خصوصیات موجود تھیں جو چہرے مہرے سے

Marfat.com

بھی نمایاں تھیں۔ بدن دوہرا' قد میانہ' چہرہ روشن' ڈاڑھی گھنی اور حلقہ دار' ناک بلند' رخساروں پر گوشت' غلافی اور بڑی بڑی آنکھیں' سیاہ پتلیاں' پیشانی کشادہ' عمر کے آخری حصے میں سر کے بال اُڑ گئے تھے اور تھوڑے سے بال سر کے نچلے حصے میں دکھائی دیتے تھے۔ کندھے بھاری اور چوڑے' بازو اور کلائیاں گوشت سے بھری ہوئی' سینہ چوڑا' ہڈیاں چوڑی' پیٹ تھوڑا سا بڑھا ہوا' رنگ گندمی' جس میں چمک تھی' پنڈلیاں کسی ہوئی' شیر کی سی ہیبت چہرہ پر مسکراہٹ' پیشانی پر سجدے کا نشان' ریش مبارک سفید اور بھری ہوئی' بال چاندی کی طرح تھے' موٹا سوتی لمبا کرتہ پہنتے تھے' مگر اپنے ملازمین کو اچھا لباس پہناتے تھے' عبا اور عمامہ بھی سادہ تھے' گفتگو جچی تلی' ہر ادا سے حکمت ٹپکتی تھی۔

حضرت علیؓ کے عہد خلافت پر ایک نظر

1- آپؓ کا پورا عہد خلافت جنگوں کی نذر ہوا۔ آپ کو ایک دن بھی ملکی نظم و نسق کے قیام اور بیرونی فتوحات کی توجہ کرنے کی فرصت نہ مل سکی۔

2- آپؓ کے عہد میں لوگوں کے اندر عہد رسالت ﷺ کی اسلامی روح کافی حد تک مضمحل ہو چکی تھی اور قبول حق کی صفت لوگوں میں کم ہو گئی تھی۔

3- آپؓ کو ناکام کرنے والے زیادہ تر نو مسلم عجمی تھے جو اپنی سازشوں سے مسلمانوں میں نفاق پیدا کر کے اپنا بدلہ لینا چاہتے تھے۔

4- تحکیم کا واقعہ ان نو مسلم مفسدوں کا کام تھا کہ انہوں نے اس پُر فریب تجویز کو قبول کرنے پر حضرت علیؓ کو مجبور کیا اور اس طرح فتنہ پردازی کا نیا باب کھول دیا۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے ان سب کا مقابلہ کیا اور زبردست تحمل اور سلامت روی کی بینظیر مثال قائم کر دی۔

حکومت میں اصلاحات

1- نظام خلافت میں اصلاح

2- فوجی انتظامات۔

3- صیغۂ مال میں اصلاحات' جس سے آمدنی بڑھ گئی۔

4- عمال کی اخلاقی نگرانی۔

5- بیت المال کی حفاظت۔

Marfat.com

6- خراج کی آمدنی کا احتساب۔

7- ذمیوں کے ساتھ بہترین سلوک۔

8- رعایا کے ساتھ شفقت۔

9- عدل و مساوات۔

10- بازار کی نگرانی۔

11- مذہبی خدمات، یمن میں اسلام کی روشنی آپ ہی کی کوششوں سے پھیلی۔

12- ذاتی فضل و کمال۔

13- **علم حدیث:** آپ نے فقہی احکام کے متعلق احادیث کا ایک مجموعہ مرتب فرمایا تھا، جس کا نام صحیفہ رکھا تھا۔

14- **فقہ و اجتہاد:** آپ کے علم اور اجتہادی قوت اور دقت نظر کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپؓ کے حریف بھی دقیق اور مشکل مسائل میں آپؓ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔

15- **قضا اور فیصلے:** فقہی کمال کا ایک پہلو فصل مقدمات ہے اور اس میں جماعت صحابہؓ میں آپؓ کا کوئی مقابل نہ تھا۔

16- **تقریر و خطابت:** آپ فصحائے عرب میں سے تھے۔ آپؓ کو تقریر و خطابت کا خداداد ملکہ حاصل تھا۔

17- **علم نحوّ کے موجد:** آپؓ ہی نے اس علم کی بنیاد رکھی تھی۔

18- **اخلاق و عادات:** آپؓ کی ذات خلق نبی ﷺ کا پیکر اور تعلیمات اسلامی کی تصویر تھی۔

19- **زہد:** آپ رضی اللہ عنہ کے اخلاق فاضلہ میں زہد اور تقویٰ سب سے نمایاں ہیں۔

20- **عبادت و ریاضت:** یہ آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی کا اہم ترین مشغلہ تھا۔

21- **اللہ کی راہ میں خرچ کرنا:** یہ آپؓ کا امتیازی وصف تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انتہائی عُسرت و تنگ دستی کے باوجود بھی سخاوت اور فیاضی کی مثالیں قائم کی تھیں۔

22- امانت و دیانت۔

23- **شجاعت:** یہ آپ رضی اللہ عنہ کا وصف خاص تھا، جس میں کوئی معاصر آپؓ کا حریف نہ تھا۔ آپؓ واقعی حیدر کرار تھے۔

Marfat.com

24- دشمن کے ساتھ حسن سلوک: اس میں بھی آپؓ کا کوئی ثانی نہ تھا۔
25- اصابت رائے۔
26- تواضع۔
27- غذا اور لباس کی سادگی۔

سیرۃ المرتضیٰؓ پر ایک جامع تبصرہ

آخر میں ہم آپ کو ان کی سیرت کی ایک جھلک دکھاتے ہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ نے ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک حاشیہ نشین ضرارؓ صدائی سے کہا کہ مجھ سے حضرت علیؓ کے اوصاف بیان کرو۔ انہوں نے کہا:

"وہ بلند حوصلہ اور نہایت قوی تھے۔ فیصلہ کُن بات کہتے تھے۔ عادلانہ فیصلہ کرتے تھے۔ ان کی ہر سمت سے علم کا چشمہ پھوٹتا تھا اور تمام اطراف سے حکمت ٹپکتی تھی۔ دنیا کی دلفریبی اور شادابی سے وحشت کرتے اور رات کی تاریکی اور اس کی وحشت سے انس رکھتے تھے۔ عبرت پذیر اور بہت زیادہ غور و فکر کرنے والے تھے۔ سادہ لباس اور موٹا چھوٹا کھانا پسند تھا۔ ہم میں ہم ہی لوگوں کی طرح رہتے تھے۔ جب ہم کچھ پوچھتے تو اس کا جواب دیتے تھے اور جب ان سے انتظار کی درخواست کرتے تھے' تو وہ ہمارا انتظار فرماتے تھے۔ باوجودیکہ وہ ہم کو اپنے قریب رکھتے تھے اور خود ہمارے قریب رہتے تھے' لیکن اس کے باوجود خدا کی قسم ہم ان کی ہیبت سے ان سے گفتگو نہ کر سکتے تھے۔ وہ دینداروں کی تعظیم کرتے تھے۔ غریبوں کو مقرب بناتے تھے۔ قوی کو اس کے باطل میں حرص و طمع کا موقع نہیں دیتے تھے اور کمزور ان کے انصاف سے مایوس نہیں ہوتا تھا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے ان کو بعض معرکوں میں دیکھا کہ رات گزر رہی ہے' ستارے جھلملا رہے ہیں اور وہ اپنی ڈاڑھی مٹھی میں دبائے مار گزیدہ کی طرح بے قرار اور غم رسیدہ کی طرح اشکبار کہہ رہے ہیں:

"اے دنیا' کسی اور کو فریب دے تو مجھ سے لگاوٹ کر رہی ہے۔ میری مشتاق ہے۔ افسوس...... افسوس' میں نے تجھے تین طلاقیں دے دی ہیں' جس سے رجعت نہیں ہو سکتی۔ تیری عمر کم اور تیرا مقصد حقیر ہے۔ آہ' سفر طویل' راستہ وحشت ناک اور زاد راہ تھوڑا ہے۔"

Marfat.com

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

نام: حسنؓ
ولدیت: علیؓ
کنیت: ابو محمد
خطاب: ریحانتہ النبیؐ
لقب: شبیہ رسول
نسب: حسنؓ بن علی ابن ابو طالب بن عبدالمطلب
والدہ ماجدہ: سیدہ فاطمتہ الزہراؓ
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ: نواسے۔ آپ کی ذات گرامی دوہرے رشتے کے شرف کی حامل تھی۔
پیدائش: رمضان المبارک 3ھ۔

پہلا شرف

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی ولادت کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا: "میرے بچے کو دکھانا۔" پھر دریافت فرمایا: "کیا نام رکھا گیا ہے؟" انہوں نے عرض کیا: "حرب"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں اس کا نام حسنؓ ہے۔" پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کیا اور دو مینڈھوں کی قربانی کر کے سر کے بال اتروائے اور ان کے ہم وزن چاندی خیرات کی۔

Marfat.com

بچپن

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسنؓ سے جو غیر معمولی محبت تھی۔ وہ کم خوش قسمتوں کے حصے میں آئی ہو گی۔ آپ ﷺ نے بڑے نازو نعم سے ان کی پرورش کی۔ کبھی آغوش شفقت میں لیے ہوئے نکلتے۔ کبھی مبارک کندھوں پر اٹھا لیتے۔ ان کی معمولی تکلیف پر بھی آپ ﷺ بے چین ہو جاتے۔ حسنؓ کو دیکھے بغیر نہ رہتے۔ ان کو دیکھنے کے لیے روزانہ حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے جاتے۔ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ دونوں ہی آپ ﷺ سے بہت مانوس ہو گئے تھے۔ کبھی نماز کی حالت میں آپ ﷺ کی پشت مبارک پر چڑھ کر بیٹھ جاتے۔ رکوع میں کبھی ٹانگوں کے درمیان گھس جاتے۔ کبھی ریش مبارک سے کھیلتے۔ غرض طرح طرح کی شوخیاں کرتے۔

ابھی حضرت حسنؓ آٹھ سال کی عمر تک پہنچے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئے۔

عہد صدیقیؓ

اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اول بنے۔ آپؓ بھی حضرت حسنؓ سے بہت محبت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ابو بکرؓ نماز عصر پڑھ کر مسجد سے باہر نکلے۔ حضرت علیؓ بھی ساتھ تھے۔ راستے میں حضرت حسنؓ کھیل رہے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اٹھا کر کندھے پر بٹھا لیا اور فرمانے لگے: ”قسم ہے کہ نبی ﷺ کے مشابہ ہے۔ علیؓ کے مشابہ نہیں ہے۔“ حضرت علیؓ یہ سن کر ہنسنے لگے۔

عہد فاروقیؓ

حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ دوم نے بھی اپنے زمانے میں دونوں بھائیوں کے ساتھ ایسا ہی محبت آمیز برتاؤ رکھا چنانچہ جب آپ نے کبار صحابہؓ کے وظائف مقرر کیے تو گو حضرت حسنؓ اس صف میں نہ آتے تھے لیکن آپؓ کا بھی وظیفہ پانچ ہزار ماہانہ مقرر بنایا۔

عہد عثمانیؓ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اپنے زمانے میں ایسا ہی شفقت آمیز سلوک کرتے

Marfat.com

تھے۔ صدیقی اور فاروقی عہد میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنی کم سنی کی وجہ سے کسی کام میں حصہ نہ لے سکتے تھے' لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پورے جوان ہو چکے تھے' چنانچہ اسی زمانہ سے آپؓ کی عملی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے طبرستان کی فوج کشی میں مجاہدانہ شریک ہوئے۔ یہ فوج کشی سعید ابن العاص کی ماتحتی میں ہوئی تھی۔ اس کے بعد جب حضرت عثمانؓ کے خلاف فتنہ اٹھا اور باغیوں نے قصر خلافت کا محاصرہ کر لیا تو حضرت حسنؓ نے اپنے والد بزرگوار کو یہ مفید مشورہ دیا کہ آپؓ محاصرہ اٹھنے تک کے لیے مدینہ سے باہر چلے جائیں' کیونکہ اگر آپؓ کی موجودگی میں حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے تو لوگ آپؓ کو مطعون کریں گے اور ان کی شہادت کا ذمہ دار ٹھہرائیں گے' لیکن باغی حضرت علیؓ کی نقل و حرکت پر برابر نگرانی کر رہے تھے' اس لیے حضرت علیؓ اس مفید مشورہ پر عمل نہ کر سکے۔

البتہ انہوں نے حضرت حسنؓ کو حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے لیے ان کے گھر بھیج دیا تاکہ آپؓ پہرہ دیں' چنانچہ آپؓ نے اور آپؓ کے دوسرے ساتھیوں نے اس خطرہ کی حالت میں نہایت شجاعت و بہادری کے ساتھ حملہ آوروں کا مقابلہ کیا اور باغیوں کو مکان کے اندر گھسنے سے روکے رکھا۔ اس مدافعت میں خود بھی زخمی ہوئے۔ سارا بدن خون سے رنگین ہو گیا' لیکن حفاظت کی یہ تمام تدبیریں ناکام ثابت ہوئیں اور باغی چھت پر چڑھ کر اندر گھس گئے اور حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا۔ جب حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر ہوئی تو آپؓ نے جوش غضب میں حضرت حسنؓ کو طمانچہ مارا کہ تم نے کیسی حفاظت کی کہ باغیوں نے اندر گھس کر عثمانؓ کو شہید کر ڈالا۔

بیعت خلافت کے وقت حضرت علیؓ کو مشورہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب مسند خلافت خالی ہو گئی تو مسلمانوں نے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانا چاہا اور ان کے ہاتھ بیعت کرنے کا ارادہ کر لیا تو حضرت حسنؓ نے نہایت عاقبت اندیشی سے اپنے والد بزرگوار کو مشورہ دیا کہ جب تک تمام ممالک اسلامیہ کے لوگ آپؓ سے خلافت کی درخواست نہ کریں' اس وقت تک آپؓ خلافت قبول نہ فرمائیں' لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خلیفہ کا انتخاب صرف مہاجرین و انصار کا حق ہے۔ جب وہ کسی کو خلیفہ تسلیم کر لیں تو پھر تمام ممالک اسلامیہ پر اس کی اطاعت واجب ہو جاتی ہے۔ بیعت کے لیے تمام دنیا کے مسلمانوں کے مشورہ کی شرط نہیں ہے اور

آپؓ نے خلافت قبول کرلی۔

جنگ جمل سے حضرت علیؓ کو روکنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بعد جب عائشہؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ حضرت عثمانؓ کے قصاص میں ان کے قاتلوں سے بدلہ لینے کے لیے نکلے تو پھر حضرت حسنؓ نے اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؓ مدینہ لوٹ چلیے اور کچھ دنوں کے لیے خانہ نشین ہو جایئے، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے میں ان حالات میں مدینہ لوٹنا اور خانہ نشین ہو جانا، امت کے ساتھ فریب تھا اور اس سے امت اسلامیہ میں مزید فتنہ و فساد کا خطرہ تھا، اس لیے واپس نہیں آئے۔

جنگ جمل

جب حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ وغیرہ حضرت عثمانؓ کے قصاص کے لیے نکل چکے تو حضرت علیؓ نے بھی تیاریاں شروع کر دیں اور جب آپؓ اس کام کے لیے بالکل آمادہ ہو گئے تو حضرت حسنؓ کو بھی چار و ناچار آپؓ کی حمایت میں نکلنا پڑا۔ چنانچہ اپنے والد بزرگوار کے حکم کے مطابق حضرت عمار بن یاسرؓ کے ہمراہ اہل کوفہ کو ان کی امداد پر آمادہ کرنے کے لیے کوفہ تشریف لے گئے۔ ان ہی ایام میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ مسلمانوں کو خانہ جنگی اور فتنہ فساد سے روکنے کے لیے کوفہ آئے ہوئے تھے اور جامع کوفہ میں تقریر کر رہے تھے کہ:

"برادران کوفہ تم لوگ عرب کی بنیاد بن جاؤ تاکہ مظلوم اور خوفزدہ تمہارے دامن میں پناہ لیں۔ لوگو، فتنہ اٹھتے وقت پہچان میں نہیں آتا بلکہ شبہ رہتا ہے۔ فرو ہونے کے بعد اس کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ معلوم نہیں یہ فتنہ کہاں سے اٹھا ہے اور کس نے اٹھایا ہے، اس لیے تم لوگ اپنی تلواریں نیام میں کر لو۔ نیزہ کے پھل نکال ڈالو اور کمانوں کے چلے کاٹ دو اور گھروں کے اندرونی حصوں میں بیٹھ جاؤ۔ لوگو، فتنہ کے زمانے میں سونے والا کھڑا ہونے والے سے اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہے۔"

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے مسجد میں پہنچ کر یہ تقریر سنی تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو روک دیا اور فرمایا: "تم یہاں سے نکل جاؤ اور جہاں جی میں آئے چلے جاؤ اور خود منبر پر چڑھ کر اہلِ کوفہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امداد پر ابھارا، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کی دعوت اور حجر بن عدی کندی کی تقریر پر 9650 کوفی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے

Marfat.com

پر آمادہ ہو گئے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان سب کو لے کر مقام ذی قار پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مل گئے اور جنگ کے فیصلہ تک برابر لڑتے رہے۔

جنگ جمل کے بعد صفّین کا قیامت خیز معرکہ ہوا اس میں بھی آپ رضی اللہ عنہ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ تھے اور التوائے جنگ پر جو عہد نامہ مرتب ہوا تھا' اس میں شاہد تھے۔

حضرت علیؓ کی شہادت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پانچویں سال ابن ملجم نے آپ (علیؓ) پر قاتلانہ حملہ کیا۔ زخم کاری لگا۔ اس لیے نقلؒ و حرکت سے معذور ہو گئے۔ چنانچہ جمعہ کی امامت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حوالے کی۔ اس جمعہ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں فرمایا:

"خدا نے جس نبی کو مبعوث کیا' اس کو ایک ذات ایک قبیلہ اور ایک گھر عنایت فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مبعوث کیا' جو شخص ہم اہل بیت کا کوئی حق تلف کرے گا' خدا اس کے بدلے اس شخص کا حق گھٹا دے گا۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زخم نہایت کاری تھی۔ جب بچنے کی کوئی امید باقی نہ رہی تو بعض لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی آیندہ جانشینی اور خلافت کے بارے میں سوال کیا۔ اس پر آپ (علی رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:

"نہ میں حکم دیتا ہوں اور نہ روکتا ہوں۔"

زخمی ہونے کے تیسرے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ جنت الفردوس کو سدھارے۔ حضرات حسنینؓ اور جعفرؓ نے غسل دیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور نماز فجر سے قبل آپ کا جسد خاکی مقام رحبہ میں جامع مسجد کے متصل سپرد خاک کر دیا گیا۔

حضرت حسنؓ کی بیعت خلافت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقبوضہ علاقے کے علاوہ باقی سارے ملک کی نظریں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف تھیں' چنانچہ والد بزرگوار کی تدفین سے فراغت کے بعد آپ رضی اللہ عنہ جامع مسجد میں

Marfat.com

تشریف لے گئے۔ مسلمانوں نے بیعت کے لیے ہاتھ بڑھائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے بیعت لی اور اس کے بعد حسب ذیل تقریر فرمائی۔

"لوگو، کل تم سے ایک ایسا شخص بچھڑا ہے کہ نہ اگلے اس سے بڑھ سکے اور نہ پچھلے اس کو پا سکیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اپنا علم عطا فرما کر لڑائیوں میں بھیجتے تھے۔ وہ کبھی کسی جنگ میں ناکام نہیں لوٹا۔ میکائیل اور جبرائیل دائیں بائیں اس کے جلو میں ہوتے تھے۔ اس نے سات سو درہم کے سوا جو اس کی مقررہ تنخواہ سے بچ رہے تھے، سونے چاندی کا کوئی ذرہ بھی نہ چھوڑا۔ یہ درہم بھی ایک خادم خریدنے کے لیے جمع کیے تھے۔"

اس بیعت اور تقریر کے بعد آپ رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔

حضرت امیر معاویہؓ کا ایک اقدام

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں ماضی سے ہی اختلاف چلا آ رہا تھا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اسلامی حکومت کرنے کا سوچ رہے تھے، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ایسا نہ ہو سکا۔ اس لیے ان کی شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ جذبہ شدت سے بھڑک اٹھا۔ انہیں معلوم تھا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ صلح پسند ہیں اور جنگ و جدال کو ناپسند فرماتے ہیں، چنانچہ آپ (حضرت حسن رضی اللہ عنہ) نے پہلے ہی یہ طے کر لیا تھا کہ اگر اس (جنگ) کی نوبت آئی تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اپنے لیے کچھ وظیفہ مقرر کرا کے خلافت سے دستبردار ہو جائیں گے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان حالات کا پورا اندازہ تھا، اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد انہوں نے فوجی پیش قدمی شروع کر دی اور پہلے عبداللہ بن عامر بن کریز کو مقدمتہ الجیش کے طور پر آگے روانہ کر دیا۔ یہ انبار سے ہوتے ہوئے مدائن کی طرف بڑھے۔

حضرت حسنؓ کی مقابلہ کے لیے آمادگی اور واپسی

اس وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کوفہ میں موجود تھے۔ آپؓ کو جب عبداللہ بن عامر کی پیش قدمی کی خبر ملی تو آپؓ بھی مقابلہ کے لیے کوفہ سے مدائن کی طرف بڑھے۔ ساباط میں پہنچ کر اپنی فوج میں کمزوری دیکھی اور یہ بھی محسوس کیا کہ میری فوج لڑنے سے

Marfat.com

پہلو تہی کر رہی ہے تو اسی مقام پر رک کر ایک تقریر کی۔

"میں کسی مسلمان کے لیے اپنے دل میں کینہ نہیں رکھتا اور تمہارے لیے بھی وہی پسند کرتا ہوں' جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں۔ تمہارے سامنے ایک رائے پیش کرتا ہوں۔ امید ہے کہ اسے مسترد نہ کرو گے۔ جس اتحاد اور یکجہتی کو تم ناپسند کرتے ہو' وہ اس تفرقہ اور اختلاف سے کہیں افضل و بہتر ہے جسے تم چاہتے ہو۔ مَیں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے اکثر اشخاص جنگ سے پہلو تہی کر رہے ہیں اور لڑنے سے بزدلی دکھا رہے ہیں۔ مَیں تم لوگوں کو تمہاری مرضی کے خلاف مجبور نہیں کرنا چاہتا۔"

یہ سن کر لوگ سناٹے میں آ گئے اور ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ اگرچہ کچھ لوگ جنگ سے پہلو تہی کر رہے تھے' تاہم بہت سے خوارج آپ کے ساتھ تھے۔ وہ امیر معاویہؓ سے لڑنا فرض عین سمجھتے تھے۔ انہوں نے جب یہ رنگ دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بھی برا بھلا کہنے لگے اور ان کی توہین کرنی شروع کر دی اور جس مصلّے پر آپؓ تشریف فرما تھے' انہوں نے آپؓ پر حملہ کر کے اسے چھین لیا اور پیراہن مبارک کھسوٹ کر گلے سے چادر کھینچ لی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے یہ برہمی دیکھی تو گھوڑے پر سوار ہو گئے اور ربیعہ اور ہمدان کو آواز دی۔ انہوں نے آگے بڑھ کر آپؓ کو خارجیوں کے نرغہ سے چھڑایا اور آپ سیدھے مدائن روانہ ہو گئے۔ راستہ میں جراح بن قبیضہ خارجی گھات لگائے بیٹھا تھا' جیسے ہی آپؓ اس کے قریب ہو کر گزرے' اس نے حملہ کر کے زانوائے مبارک زخمی کر دیا۔ عبداللہ بن خطل اور عبداللہ بن ظبیان نے جو امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ جراح کو پکڑ کر اس کا کام تمام کر دیا اور آپؓ مدائن جا کر قصر ابیض میں قیام پذیر ہو گئے اور زخم بھرنے تک وہیں ٹھہرے رہے۔

اس کے بعد شفایاب ہونے پر بھی عبداللہ بن عامر کے مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے۔ اس دوران امیر معاویہؓ بھی انبار پہنچ چکے تھے اور قیس بن عامر کو جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہاں مقرّر تھے' گھیر لیا۔ ادھر امیر معاویہؓ نے قیس کا محاصرہ کیا۔ ادھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عامر بالمقابل آ گئے۔ عبداللہ اسی موقع پر یہ چال چلا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی فوج کو مخاطب کر کے بولا:

"عراقیو! میں خود جنگ نہیں کرنا چاہتا' میری حیثیت صرف امیر معاویہؓ کے مقدمتہ الجیش کی ہے اور وہ شامی فوجیں لے کر خود انبار تک پہنچ چکے ہیں۔ اس لیے حسنؓ کو میرا سلام کہہ دو اور میری جانب سے یہ پیغام پہنچا دو کہ ان کو اپنی ذات اور اپنی جماعت کی قسم

Marfat.com

جنگ ملتوی کر دیں۔ عبداللہ بن عامر کا یہ مکر و فریب کامیاب ہو گیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہمراہیوں نے اس کا پیام سنا تو انہوں نے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا اور پیچھے ہٹنے لگے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اسے محسوس کیا تو پھر مدائن لوٹ گئے۔

خلافت سے دستبرداری

آپؓ کے مدائن چلے جانے کے بعد عبداللہ بن عامر کو موقع مل گیا اور اس نے آگے بڑھ کر مدائن کا محاصرہ کر لیا۔

حضرت حسنؓ پہلے ہی سے امیر معاویہؓ سے صلح کرنے پر آمادہ تھے۔ اپنے ساتھیوں کی بزدلی اور کمزوری کا تجربہ کرنے کے بعد جنگ کا خیال بالکل ترک کر دیا اور چند شرائط پر امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبرداری کا فیصلہ کر لیا اور یہ شرائط عبداللہ بن عامر کے ذریعے حضرت امیر معاویہؓ کو بھجوا دیں۔

1- کوئی عراقی محض بغض و کینہ کی وجہ سے نہ پکڑا جائے گا۔

2- بلا استثناء سب کو امان دی جائے گی۔

3- عراقیوں کی فضول باتوں پر کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی۔

4- اہواز کا کل خراج حسنؓ کے لیے مخصوص کر دیا جائے گا۔

5- حسینؓ کو دو لاکھ سالانہ علیحدہ دیا جائے گا۔

6- نبی ہاشم کو انعام و اکرام اور عطا و بخشش میں (بعض غلط روایات کے ساتھ ساتھ یہ روایت بھی ان شرائط میں جگہ پا گئی ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کے بعد حضرت حسنؓ ان کے جانشین یعنی خلیفہ ہوں گے حالانکہ یہ سراسر غلط روایت ہے) بنی عبد شمس (بنی امیہ) پر ترجیح دی جائے گی۔

عبداللہ بن عامر نے یہ شرائط حضرت امیر معاویہؓ کے پاس بھجوا دیں۔ انہوں نے بلا کسی ترمیم یا اعتراض کے یہ تمام شرطیں منظور کر لیں اور اپنے قلم سے ان کی منظوری لکھ کر اپنی مہر ثبت کر دی اور معززین و عہدیداروں کی شہادتیں لکھوا کر حضرت حسنؓ کے پاس یہ دستاویز بھجوا دی۔

دست برداری کے بعد حضرت حسنؓ نے قیس بن سعد انصاری کو جو مقدمتہ الجیش کے ساتھ شاہیوں کے مقابلہ پر مامور تھے' اس کی اطلاع دی اور جملہ امور امیر معاویہؓ کے حوالے کر کے مدائن چلے آنے کا حکم دیا۔ قیس کو یہ فرمان ملا تو انہوں نے فوج کو پڑھ کر سنایا

Marfat.com

اور کہا کہ ہمارے سامنے اب صرف دو صورتیں ہیں۔

1- یا تو حضرت حسنؓ کے بغیر جنگ جاری رکھیں۔

2- یا معاویہؓ کی اطاعت قبول کریں۔

اور قیس خود حضرت حسنؓ کے حکم کے مطابق آپؓ کے پاس مدائن میں چلے آئے اور ان کے مدائن چلے آنے کے بعد حضرت حسنؓ کوفہ تشریف لے گئے۔ امیر معاویہؓ یہاں آکر آپ سے ملے اور دونوں میں صلح نامہ کی شرائط کی زبانی بھی تصدیق ہو گئی۔

ایک غلط روایت

عام طور پر مشہور ہے کہ اوپر والی شرائط میں یہ شرط بھی شامل تھی کہ امیر معاویہؓ کے بعد حضرت حسنؓ خلیفہ ہوں گے لیکن کسی تاریخی حوالے سے یہ شرط صحیح نہیں ہے اور نہ اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ یہ شرط بعض الزامات کو درست قرار دینے کے لیے گھڑی گئی ہے۔

مجمع عام میں دستبرداری کا اعلان

حضرت عمروؓ بن العاص نے جو اس وقت حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ تھے' انہیں مشورہ دیا کہ حضرت حسنؓ سے مجمع عام میں یہ اعلان کرانا چاہیے کہ میں خلافت سے دستبردار ہوتا ہوں تاکہ لوگ خود ان کی زبان سے اس کو سن لیں۔ اس بات پر حضرت عمروؓ بن العاص نے اس قدر اصرار کیا کہ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت حسنؓ سے اعلان دستبرداری کے لیے کہا' جسے انہوں نے قبول فرما کر یہ تقریر کی:

"امابعد' لوگو...... خدا نے ہمارے اگلوں سے تمہاری ہدایت اور پچھلوں سے تمہاری خونریزی کرائی۔ دانائیوں میں بہترین دانائی تقویٰ اور کمزوریوں میں سب سے بڑی کمزوری بداعمالیاں ہیں۔ یہ امر (خلافت) جو ہمارے اور معاویہؓ کے درمیان متنازعہ فیہ ہے یا وہ اس کے حق دار ہیں یا میں۔ دونوں صورتوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی اصلاح اور تم لوگوں کی خونریزی سے بچنے کے لیے میں اس (خلافت) سے دستبردار ہوتا ہوں۔"

پھر معاویہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"یہ خلافت تمہارے لیے فتنہ اور چند روزہ سرمایہ ہے۔"

یہ سن کر امیر معاویہؓ نے کہا:

"بس کیجئے' اس قدر کافی ہے۔"

Marfat.com

اور عمروؓ بن العاص سے کہا:

"تم مجھے یہی سنوانا چاہتے تھے۔"

اس کے بعد حضرت حسنؓ اپنے اہل و عیال کو لے کر مدینہ منورہ چلے گئے۔ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی پوری ہو گئی کہ:

"میرا یہ بیٹا سیّد ہے۔ خدا اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں میں صلح کرائے گا۔"

روایات کے اختلاف کے باوجود اس پر زیادہ اتفاق رائے ہے کہ آپؓ کی مدت خلافت ساڑھے پانچ مہینہ یا چھ مہینے یا سات مہینے سے کچھ زیادہ تھی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے ربیع الاوّل 41ھ میں دستبرداری کا اعلان کیا تھا۔

وفات

دستبرداری کے بعد حضرت حسنؓ آخری دم تک مدینہ منورہ میں ہی رہے۔ 50ھ میں آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے کسی وجہ سے آپ کو زہر دے دیا۔ (زہر دینے کے متعلق عام طور پر یہ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے کہ امیر معاویہؓ کے اشارہ سے دیا گیا تھا جو سراسر غلط ہے۔ اس کے متعلق بحث سیر الصحابہ جلد چہارم صفحہ 99 سے 109 میں درج ہے جن اصحاب کو شوق ہو یا شک ہو ان صفحات کا مطالعہ کریں تاکہ حقیقت ان پر واضح ہو جائے۔)

یہ زہر سّم قاتل تھا۔ قلب و جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ جب حالت زیادہ نازک ہوئی اور زندگی سے مایوس ہو گئے تو حضرت حسینؓ کو بلا کر ان سے واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے زہر دینے والے کا نام پوچھا۔ فرمایا: "نام پوچھ کر کیا کرو گے؟" عرض کیا: "قتل کروں گا۔" فرمایا: "اگر میرا خیال صحیح ہے تو خدا بہتر بدلہ لینے والا ہے اور اگر غلط ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی بے گناہ پکڑا جائے۔" اور زہر دینے والے کا نام بتانے سے انکار کر دیا۔

حضرت حسنؓ کو اپنے نانا کے پہلو میں دفن ہونے کی بڑی تمنا تھی۔ اس لیے اپنی محترم نانی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حجرۂ نبوی میں دفن ہونے کی اجازت چاہی۔ انہوں نے خوشی سے اجازت دے دی۔ اجازت ملنے کے بعد بھی احتیاطاً فرمایا کہ مرنے کے بعد دوبارہ اجازت لینا۔ ممکن ہے میری زندگی میں مروت کی وجہ سے اجازت

Marfat.com

دے دی ہو۔ اگر دوبارہ اجازت مل جائے تو روضۂ نبوی ﷺ میں دفن کرنا۔ مجھے خطرہ ہے کہ اس میں بنواُمیہ مزاحم ہوں گے۔ اگر مزاحمت کی صورت پیش آئے تو اصرار نہ کرنا اور بقیع الغرقد کے گورستان غریباں میں دفن کر دینا۔

(اس موقع پر بھی حرم نبوی ﷺ کے دشمنوں نے ایک روایت مشہور کر دی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اجازت نہیں دی اور حضرت حسنؓ کے روضہ نبوی ﷺ میں دفن ہونے میں مزاحم ہوئیں، مگر یہ روایت بھی امیر معاویہؓ کی شرائط کی طرح حضرت عائشہؓ کو بدنام کرنے کے لیے گھڑی گئی ہے جس کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔)

زہر کھانے کے تیسرے دن ضروری وصیتوں کے بعد باختلاف روایت ربیع الاوّل 49ھ یا 50ھ میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 47 یا 48 سال تھی۔

جنازہ پر جھگڑا

وفات کے بعد حضرت حسینؓ نے اپنے بڑے بھائی حضرت حسنؓ کی وصیت کے مطابق دوبارہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دفن کی اجازت لی۔ آپ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) نے پھر فراخدلی کے ساتھ اجازت دے دی، لیکن حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا خطرہ بالکل صحیح نکلا، کیونکہ جب مروان بن الحکم کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے کہا کہ حسنؓ کسی طرح روضہ نبوی ﷺ میں دفن نہیں کیے جا سکتے۔ ان لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تو یہاں دفن نہ ہونے دیا اور حسنؓ کو دفن کرنا چاہتے ہیں۔ یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ حضرت حسینؓ نے مقابلہ کرنا چاہا تو مروان بھی لڑنے پر آمادہ ہو گیا اور قریب تھا کہ ایک بار پھر مدینہ کی زمین مسلمانوں کے خون سے رنگی جائے کہ اتنے میں مشہور صحابی حضرت ابوہریرہؓ وہاں پہنچ گئے اور چلائے کہ یہ کیا ظلم ہے کہ ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے نانا کے پہلو میں دفن کرنے سے روکا جاتا ہے۔ پھر حسینؓ سے کہا کہ اس کے لیے کشت و خون سے کیا فائدہ؟ حسنؓ کی وصیت بھول گئے کہ اگر خونریزی کا خطرہ ہو تو عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا۔ اس پر حضرت حسینؓ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور بنواُمیہ اور بنوہاشم میں جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی۔

اس کے بعد سعیدؓ بن العاص عامل مدینہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور لاش مبارک جنت البقیع میں حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے پہلو میں دفن کی گئی۔

Marfat.com

مدینہ میں ماتم

آپؓ کی موت کوئی معمولی واقعہ نہ تھا' اس لیے آپؓ کی وفات پر مدینہ میں گھر گھر صف ماتم بچھ گئی۔ بازار بند ہو گئے۔ گلیوں میں سناٹا چھا گیا۔ بنی ہاشم کی عورتوں نے ایک ماہ تک سوگ منایا۔ حضرت ابو ہریرہؓ مسجد میں پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ لوگو' آج خوب رو لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب دنیا سے اُٹھ گیا۔

حُلیہ

آپ رضی اللہ عنہ صورت اور سیرت دونوں میں اپنے نانا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ تھے۔ خصوصاً صورت میں بالکل ہم صورت تھے۔

ازواج کی کثرت

آپؓ نے کثرت سے شادیاں کیں اور کثرت سے طلاقیں بھی دیں۔ جب تک کوئی عورت آپؓ کے نکاح میں رہتی تھی' آپؓ اس سے بڑی محبت کرتے تھے اور اس کی قدر افزائی فرماتے تھے' اس لیے جب کبھی آپؓ اپنی کسی بیوی سے قطع تعلق کر لیتے تھے تو آپ کے حسن سلوک اور محبت کی یاد برابر اس عورت کے دل میں رہتی تھی۔ ایک مرتبہ فزاری اور ایک اسدی عورت کو طلاق رجعی دی اور ان کی دلداری کے لیے دس دس ہزار نقد اور ایک مشکیزہ شہد کا بھیجا اور غلام کو ہدایت کر دی کہ اس کے جواب میں وہ جو کچھ کہیں' اس کو یاد رکھنا۔ فزاری عورت کو جب یہ خطیر رقم ملی تو اس نے شکریہ کے ساتھ قبول کر لی اور بارك الله فيه و جزاه خيرا کہا' لیکن جب اسدی عورت کو ملی تو یہ تحفہ دیکھ کر اس کے دل پر چوٹ لگی اور بے اختیار یہ حسرت بھرا فراقیہ مصرع زبان سے نکل گیا:

متاع قليل من حبيب مفارق

ترجمہ: (جدا ہونے والے دوست کے مقابلے میں یہ متاع حقیر ہے۔)

غلام نے آکر یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے اس اسدی عورت سے رجعت کر لی۔

اولاد

ان بیویوں سے آٹھ لڑکے تھے۔ دو لڑکیاں بھی تھیں۔

Marfat.com

ذریعۂ معاش

آپ رضی اللہ عنہ نے ساری عمر نہایت فراغت سے گزاری۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کا پانچ ہزار ماہوار وظیفہ مقرر کیا تھا جو انہیں برابر ملتا رہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی یہ وظیفہ جاری رہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں خلافت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا تو اس وقت اہواز کا پورا خراج اپنے لیے مخصوص کرالیا تھا، اسی لیے شروع سے آخیر تک آپ رضی اللہ عنہ نے بڑی راحت و آرام سے زندگی بسر فرمائی۔

1- فضل و کمال

خاندان نبوت میں تربیت کی وجہ سے آپؓ بھی علم کا خزانہ تھے اور مدینہ کی جماعتِ علم وافتا کے آپؓ بھی رکن تھے۔

2- حدیث

آپ سے کُل 13 احادیث مروی ہیں۔

3- خطابت

خطابت آپؓ کو ورثہ میں ملی تھی۔ اس لیے آپؓ کے خطبات فصاحت و بلاغت کے ساتھ ساتھ اخلاق و حکمت اور پند و نصیحت کا دفتر ہیں۔

4- شاعری

آپؓ شاعری کا ستھرا مذاق رکھتے تھے اور کبھی کبھی خود بھی شعر کہتے تھے۔ جن میں مبالغہ اور خرافات کی جگہ اخلاقی اور حکیمانہ خیالات ہوتے تھے۔

5- حکیمانہ قول

تاریخوں میں آپؓ کے حکیمانہ قول کثرت سے ملتے ہیں۔

6- اخلاق وعادات

یُوں تو آپ رضی اللہ عنہ تمام مکارم اخلاق کا پیکر تھے' لیکن زہد و ورع آپؓ کا امتیازی وصف تھا۔

تاریخوں میں آپؓ کے حکیمانہ قول کثرت سے ملتے ہیں۔

7- بے نیازی

استغنا اور بے نیازی کا جس طرح آپ رضی اللہ عنہ سے ظہور ہوا' وہ نوع انسانی کے لیے ایک معجزہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک وسیع سلطنت کو چند انسانوں کے خون کی خاطر چھوڑ دیا اور اس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان پورا ہو گیا کہ میرا یہ بیٹا سیّد ہے' اور خدا اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں میں صلح کرائے گا۔ یہاں ہم ایک واقعہ بیان کرنا چاہتے ہیں تاکہ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت سے دستبرداری کی صحیح وجہ سمجھ میں آ جائے۔

ابن جعفر کا بیان ہے کہ صلح سے قبل میں ایک دن حسنؓ کے پاس بیٹھا تھا۔ جب چلنے کے ارادے سے اٹھا تو انہوں نے میرا دامن کھینچ کر مجھے بٹھا لیا اور کہا: "میں نے ایک رائے قائم کی ہے' امید ہے کہ تم بھی اس سے اتفاق کرو گے۔"

ابن جعفر نے پوچھا: "کون سی رائے ہے؟"

فرمایا: "مَیں خلافت سے دستبردار ہو کر مدینہ جانا چاہتا ہوں' کیونکہ فتنہ برابر بڑھتا جاتا ہے' خون کی ندیاں بہہ چکی ہیں' عزیز کو عزیز کا پاس نہیں' قطع رحم کی گرم بازاری ہے' راستے خطرناک ہو رہے ہیں' سرحدیں بے کار ہو گئی ہیں۔"

ابن جعفر نے جواب دیا: "خدا آپ کو امت محمدی ﷺ کی خیر خواہی کے صلے میں جزائے خیر دے۔"

اس کے بعد آپ (حضرت حسن رضی اللہ عنہ) نے اپنے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ رائے ظاہر کی۔ انہوں نے کہا' خدا کے لیے علی رضی اللہ عنہ کو قبر میں جھٹلا کر معاویہؓ کی سچائی کا اعتراف نہ کیجئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ سُن کر حسین رضی اللہ عنہ کو ڈانٹا کہ تم شروع سے آخیر تک میری ہر رائے کی مخالفت کرتے چلے آ رہے ہو۔ خدا کی قسم میں طے کر چکا ہوں کہ تم کو فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں بند کر کے اپنا ارادہ پورا کروں گا۔

حسین رضی اللہ عنہ نے بھائی کا لہجہ درشت دیکھا تو عرض کیا:

"آپ علی رضی اللہ عنہ کی اولاد اکبر ہیں اور میرے خلیفہ ہیں' جو رائے آپ رضی اللہ

Marfat.com

عنہ کی ہو گی' وہی میری ہو گی' جیسا مناسب ہو' کیجئے۔"

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے دستبرداری کا اعلان کیا۔

صدقات وخیرات

صدقہ وخیرات اور فیاضی آپؓ کا خاندانی امتیازی وصف تھا' لیکن جس فیاضی سے آپ خدا کی راہ میں اپنی دولت اور مال لٹاتے تھے اس کی مثالیں کم ہی ملیں گی۔

آپ رضی اللہ عنہ نہ صرف خود فیاض تھے بلکہ دوسروں کی فیاضی دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ ایک بار مدینہ کے کسی کھجور کے باغ کی طرف سے گزرے۔ دیکھا کہ ایک حبشی غلام ایک روٹی لیے ایک لقمہ خود کھاتا ہے اور دوسرا کتّے کو دیتا ہے۔ اسی طریقہ سے آدھی روٹی کتّے کو کھلا دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے غلام سے پوچھا: "تم نے کتّے کو دھتکار کیوں نہ دیا؟" اس نے کہا: "میری آنکھوں کو اس کی آنکھوں سے حجاب معلوم ہوتا تھا۔" آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "تم کون ہو؟" اس نے کہا: "ربان بن عثمان کا غلام ہوں۔" پوچھا: "باغ کس کا ہے؟" معلوم ہوا انہی کا ہے۔" فرمایا: "جب تک میں لوٹ کر نہ آؤں تم کہیں نہ جانا۔"

یہ کہہ کر اسی وقت ربان کے پاس گئے اور باغ اور غلام دونوں خرید کر واپس آئے اور غلام سے کہا: "میں نے تم کو خرید لیا۔ وہ تعظیماً کھڑا ہو گیا اور عرض کی: "مولائی' خدا' رسول اور آقا کی خدمت گزاری کے لیے حاضر ہوں۔ جو حکم ہے۔" آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے باغ بھی خرید لیا ہے تم خدا کی راہ میں آزاد ہو اور باغ تم کو ہبہ کرتا ہوں۔" غلام پر اس کا یہ اثر پڑا کہ اس نے کہا: "آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے جس کی راہ میں آزاد فرمایا ہے اس کی راہ میں مَیں یہ باغ دیتا ہوں۔"

خوش خلقی

ضبط وتحمل

مروان حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر رسول پر بیٹھ کر برا بھلا کہتا رہتا تھا' لیکن آپؓ خاموشی سے سنتے اور کوئی جواب نہ دیتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے غیر معمولی ضبط و تحمل سے مروان جیسے شقی اور سنگدل پر بھی اثر تھا' چنانچہ آپؓ کی وفات کے بعد آپؓ کے

Marfat.com

جنازہ پر روتا تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: "اب کیوں روتے ہو' تم نے اس کے ساتھ کیا کیا نہ کیا۔" اس نے پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے کہا: "میں نے جو کچھ کیا وہ اس سے زیادہ حلیم و بردبار کے ساتھ کیا۔"

آپؓ کی زبان کبھی کسی تلخ اور فحش کلمہ سے آلودہ نہیں ہوئی۔ انتہائی غصے کی حالت میں کہتے تھے: "تیری ناک خاک آلود ہو۔"

فضائل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قینقاع کے بازار سے لوٹا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور پوچھا:

"بچے کہاں ہیں؟"

تھوڑی دیر میں دونوں دوڑتے ہوئے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چمٹ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"خدایا میں ان کو محبوب رکھتا ہوں' اس لیے تو بھی انہیں محبوب رکھ اور ان کے محبوب رکھنے والے کو بھی محبوب رکھ۔"

Marfat.com

حضرت مُسلم بن عقیلؓ

نام: مُسلم
ولدیت: عقیل
نسب: عقیل بن ابو طالب بن عبد المطلب
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ: بھتیجے
پیدائش: زمانہ کا تعین نہیں ہو سکا
بچپن: حالات نامعلوم
جوانی: آپ پہلی بار منصّہ شہود پر اس وقت آئے جبکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت سے بچنے کے لیے مدینہ چھوڑ کر مکہ چلے گئے تھے۔ واقعات مندرجہ ذیل ہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے یزید کی بیعت کے لیے بڑی پُر تشدد کارروائیاں کی جا رہی تھیں اور مدینہ پُر آشوب شہر ہو رہا تھا۔ اس کے مقابلہ میں اگر کہیں امن تھا تو وہ حرم محترم (مکّہ) تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ سے خط پر خط آ رہے تھے کہ آپ کوفہ تشریف لائیں، ہم سب جاں نثاری کے لیے تیار ہیں، لیکن آپ کے بھائی محمد بن حنفیہ نے کسی دوسرے مقام پر جانے کی مخالفت کی اور مکہ میں ہی قیام فرمانے کا مشورہ دیا۔

چنانچہ شعبان 60ھ میں آپ اہل و عیال سمیت مکہ روانہ ہو گئے۔ راستہ میں عبداللہ بن مطیع ملے۔ انہوں نے آپ کو مدینہ سے جاتے دیکھا تو پوچھا میں آپ پر فدا ہوں، کہاں کا ارادہ ہے۔ فرمایا، فی الحال مکہ جاتا ہوں۔ عبداللہ نے کہا اس میں مضائقہ نہیں مگر خدا کے لیے کوفہ نہ جایئے وہ منحوس شہر ہے، وہاں آپؓ کے والد شہید کیے گئے، آپؓ کے بھائی کو

بے یارومددگار چھوڑا گیا‘ وہ نیزے سے زخمی ہوئے جان بڑی مشکل سے بچی۔ آپؓ حرم میں بیٹھ جائیے۔ آپؓ عرب کے سردار ہیں۔ حجازی آپ کے مقابلہ میں کسی کو نہ مانیں گے۔ حرم میں بیٹھ کر اطمینان کے ساتھ لوگوں کو اپنی طرف مائل کیجئے۔ میرے چچا اور ماموں آپؓ پر فدا ہوں۔ آپؓ حرم کو ہرگز ہرگز نہ چھوڑیئے۔ اگر نصیب دشمنان آپ پر کوئی آنچ آئی تو ہم سب غلام بنا دیئے جائیں گے۔

مسلم بن عقیل کی کوفہ کو روانگی...... تحقیق حال کے لیے

مکہ پہنچنے کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے شعب ابی طالب میں قیام فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی آمد کی خبر سن کر لوگ جوق در جوق زیارت کے لیے آنے لگے اور کوفیوں کے بلاوے کے خطوط کا تانتا بندھ گیا۔ کوفہ کے بڑے بڑے لوگوں کے وفد نے آکر عرض کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ جلد از جلد کوفہ تشریف لے چلئے۔ وہاں کی مسندِ خلافت آپ رضی اللہ عنہ کے لیے خالی ہے اور ہماری گردنیں آپ رضی اللہ عنہ کے لیے حاضر ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یہ اشتیاق بھری گفتگو سُن کر فرمایا۔ میں تمہاری محبت اور ہمدردی کا شکر گزار ہوں‘ لیکن فی الحال وہاں جا نہیں سکتا پہلے اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو وہاں بھیجتا ہوں۔ یہ وہاں کے حالات کا اندازہ لگا کر مجھے اطلاع دیں گے۔ پھر میں کوفہ کا قصد کروں گا‘ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے مسلم کو ایک خط دے کر روانہ کیا کہ وہ براہِ راست خود حالات کا صحیح اندازہ لگا کر اطلاع دیں اور اگر حالات کا رخ بدلا ہوا دیکھیں تو لوٹ آئیں۔

چنانچہ مسلم دو آدمیوں کو لے کر کوفہ روانہ ہوگئے۔ راستہ میں بڑی دشواریاں پیش آئیں اور پانی کی قلت کی وجہ سے دونوں آدمی ہلاک ہوگئے۔ مسلم نے کوفہ کے قریب پہنچ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ میں ان دشواریوں کے ساتھ یہاں پہنچا ہوں۔ بہتر ہوتا یہ خدمت کسی دوسرے کے سپرد کر دی جاتی‘ لیکن آپ نے جواب میں لکھا یہ تمہاری کمزوری ہے‘ ہمت نہ ہارو اور اس لیے مسلم کو چار و ناچار کوفہ میں داخل ہونا پڑا۔ اہل کوفہ والے چشم براہ تھے۔ مسلم کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور ان کے وہاں پہنچتے ہی یزید کی علانیہ مخالفت شروع ہو گئی۔

یزید کو مُسلم کے پہنچنے کی اطلاع اور حسینؓ کے بصری قاصد کا قتل

مُسلم کے کوفہ پہنچنے کے بعد حکومت شام کے جاسوسوں نے پایۂ تخت دمشق میں

Marfat.com

اطلاع بھیج دی کہ حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے مسلم بیعت کے لیے کوفہ آگئے ہیں۔ اگر سلطنت کی بقا منظور ہے تو فوراً اس کا تدارک کیا جائے۔ اس اطلاع کے ملنے پر دربار دمشق سے عبیداللہ بن زیاد کے نام ایک تاکیدی حکم آیا کہ تم فوراً کوفہ جاکر مسلم کو وہاں سے نکال دو اور وہ مزاحمت کریں تو قتل کردو۔ ابن زیاد کو بصرہ میں یہ حکم نامہ ملا۔ اتفاق سے اسی دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ایک اور قاصد اہل بصرہ کے نام بھی آپ کا ایک خط لے کر آیا تھا۔ بصرہ والوں کو یزید کے حکم کا علم ہو چکا تھا' اس لیے انہوں نے اس قاصد کو چھپا دیا' مگر ابن زیاد کو اپنے خسر کے ذریعے علم ہو گیا اس نے اس وقت قاصد کو گرفتار کر کے قتل کر دیا اور تقریر کی کہ:

"امیر المومنین نے مجھے بصرہ کے ساتھ کوفہ کی حکومت بھی مرحمت فرمائی ہے۔ اس لیے میں وہاں جا رہا ہوں۔ میری عدم موجودگی میں میرا بھائی عثمان میری نیابت کرے گا۔ تم کو اختلاف اور شورش سے بچنا چاہیے۔ یاد رکھو جس کے متعلق مجھے ان میں حصہ لینے کی اطلاع ملے گی اس کو اور اس کے حامی دونوں کو قتل کرا دوں گا اور قریب و بعید اور گنہگار و ناکردہ سب کو ایک گھاٹ اتاروں گا۔ تا آنکہ تم لوگ راہِ راست پر آجاؤ۔ میرا فرض سمجھانا تھا اسے میں نے پورا کر دیا۔ اب میں بری الذمہ ہوں۔

ابن زیاد کی کوفہ میں آمد

اس دھمکی آمیز تقریر کے بعد ابن زیاد بصرہ سے کوفہ روانہ ہو گیا۔ اہل کوفہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے منتظر تھے اور آپ کے دھوکے میں ہر باہر سے آنے والے کو دیکھ کر مرحبا یا ابن رسول ﷺ کا نعرہ لگاتے تھے' اس لیے ابن زیاد کوفہ میں جن جن راستوں سے گزرا اس نعرے کو سن سن کر غصہ سے تلملا اٹھا اور سیدھا جامع مسجد پہنچا اور لوگوں کو جمع کر کے تقریر کی کہ:

"اے کوفہ والو! امیر المومنین نے مجھے تمہارے شہر کا حاکم بنا کر بھیجا ہے اور مظلوم کے ساتھ انصاف' مطیع رہنے والے کے ساتھ احسان اور نافرمان اور باغی کے ساتھ سختی کا حکم دیا ہے۔ میں اس حکم کی پوری پابندی کروں گا۔ فرمانبرداروں کے ساتھ پدرانہ شفقت سے پیش آؤں گا' لیکن مخالفوں کے لیے سم قاتل ہوں۔"

کوفہ میں مسلم کا خفیہ سلسلۂ بیعت

اس اعلان سے مسلم گھبرا گئے اور رات کو اپنی قیام سے نکل کر اہل بیت کے ایک

Marfat.com

ہمدرد ہانی بن عروہ مذجی کے ہاں پہنچے۔ ابن زیاد کے اعلان سے سب خوفزدہ ہو رہے تھے' اس لیے پہلے تو ہانی کو مسلم کے ٹھہرانے میں تذبذب ہوا' لیکن پھر زنانہ مکان کے ایک محفوظ حصہ میں چھپا دیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ایک بڑا حامی شریک اعود سلمی' جو بصرہ کا ایک اقتدار والا اور معزز شخص تھا' عبیداللہ بن زیاد کے ساتھ کوفہ آیا ہوا تھا' اس تعلق سے ہانی نے اسے بھی اپنا مہمان بنالیا اور مسلم کے ساتھ ٹھہرایا۔ اس نے ہانی کو مسلم کی امداد پر آمادہ کیا اور مسلم کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حامیوں کی خفیہ آمدورفت شروع ہو گئی اور ان کی بیعت کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

سُوئے اتفاق سے اس دوران شریک بیمار ہو گیا۔ ابن زیاد کو خبر ہوئی تو وہ عیادت کے لیے آیا۔ اس کے آنے کی خبر سن کر شریک نے پہلے سے اس کا کام تمام کرنے کا بندوبست کر لیا اور مسلم کو ایک خفیہ مقام پر چھپا کر ہدایت کر دی کہ وہ موقع پاتے ہی باہر نکل کر ابن زیاد کا کام تمام کر دیں۔ اس کے بعد بصرہ کی مسند خلافت تمہارے لیے خالی ہو گی اور کوئی مقابلہ کرنے والا نہ رہے گا۔ ہانی نے اپنے گھر میں یہ صورت ناپسند کی' لیکن شریک نے اس قتل کو مذہبی خدمت بتا کر ہانی کو آمادہ کر لیا۔ اس کے بعد ہی عبیداللہ بن زیاد عیادت کے لیے آ گیا اور دیر تک بیٹھا رہا' مگر مسلم نہ نکلے۔ شریک نے اشارہ بھی کیا' مگر کسی وجہ سے مسلم نے حملہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور ابن زیاد بچ کر نکل گیا۔ اس کی واپسی کے بعد شریک نے کہا تم نے بڑی بزدلی سے کام لیا۔ مسلم نے جواب دیا' اول ہمارے میزبان ہانی کو یہ صورت حال پسند نہ تھی' دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ:

"ایمان اچانک حملے سے روکتا ہے"

اور اچانک حملہ مسلمانوں کے شایان شان نہیں' میرے پاؤں پکڑ لیتا تھا۔ بہرحال مسلم نے اپنی دینداری کی وجہ سے ابن زیاد کے قتل کا بہترین موقع کھو دیا' لیکن اس کے بعد بھی ان کی بیعت کا سلسلہ بدستور جاری رہا اور اٹھارہ ہزار کوفی ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے حضرت حسینؓ کے فدائی بن گئے۔

ہانی مذجی کا قتل

ابن زیاد کو مسلم کی تلاش میں عرصہ گزر چکا تھا' لیکن ابھی تک ان کا پتہ نہ چلتا تھا۔ آخر کار اس نے اپنے غلام معقل کو سراغ رسانی پر مامور کیا۔ اس قسم کی خفیہ تحریکوں کا

پتہ چلانے کے لیے بہترین مقام مسجد تھی' کیونکہ مسجد میں ہر قسم کے لوگ آتے تھے۔ اس لیے یہ غلام سیدھا مسجد میں پہنچا۔ یہاں اس نے دیکھا کہ یہاں ایک شخص مسلسل نماز پڑھ رہا ہے۔ معقل نے نمازوں کی کثرت سے یہ اندازہ کر لیا کہ یہ حضرت حسینؓ کے حامیوں میں سے ہے اور اس کے پاس جا کر کہا کہ میں شامی غلام ہوں۔ خدا نے میرے دل میں اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ڈال دی ہے۔ میرے پاس تین ہزار درہم ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ یہاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا کوئی داعی آیا ہے۔ میں یہ حقیر رقم اس کی خدمت میں نذر کے طور پر پیش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اس رقم کو کسی کار خیر میں صرف کریں۔ یہ سن کر داعی نے سوال کیا کہ مسجد میں اور مسلمان بھی ہیں تم نے خاص طور پر یہ سوال صرف مجھ سے ہی کیوں کیا۔ معقل نے جواب دیا' آپ کے چہرے پر خیر کے آثار نظر آئے۔ معقل کی اس پُر فریب گفتگو سے وہ شخص اس کے دام میں آ گیا۔ اس کو معقل کی محبت حسین رضی اللہ عنہ کا یقین آ گیا۔ چنانچہ اس ملاقات کے دوسرے دن معقل اس داعی کے ساتھ مسلم کے پاس پہنچا اور تین ہزار درہم دے کر بیعت کر لی۔ اور حالات کا پتہ لگانے کے لیے اظہار عقیدت و محبت کے بہانے مسلم کے پاس ہی رہنے لگا۔ رات بھر مسلم کے پاس رہتا اور دن کو ابن زیاد کے پاس جا کر مفصل رپورٹ پہنچاتا۔ ہانی چونکہ مقتدر آدمی تھے' اس لیے پہلے ابن زیاد کے پاس آیا جایا کرتے تھے' لیکن جب سے مسلم کے مشن کے کارکن ہو گئے تھے' اس وقت سے بیماری کا بہانہ کر کے آنا جانا ترک کر دیا تھا۔ ایک دن ابن زیاد کے پاس محمد بن اشعث اور اسماء بن خارجہ آئے۔ ابن زیاد نے ان سے پوچھا' ہانی کا کیا حال ہے۔ انہوں نے کہا بیمار ہیں۔ ابن زیاد نے کہا کہ کیسے بیمار ہیں کہ دن بھر اپنے دروازے پر بیٹھے رہتے ہیں۔ یہ دونوں یہاں سے واپس گئے تو ہانی سے ابن زیاد کا سوئے ظن بیان کیا اور کہا تم ابھی ہمارے ساتھ چلو تاکہ اسی وقت معاملہ صاف ہو جائے۔ ان دونوں کے کہنے سے ہانی ان کے ساتھ چلے گئے مگر دل میں خلش تھی' اس لیے قصر امارت کے قریب پہنچ کر ان کو خوف پیدا ہوا۔ انہوں نے کہا مجھے اس شخص سے ڈر لگتا ہے۔ محمد ابن اشعث نے اطمینان دلایا کہ ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں تم بالکل بری الذمہ ہو۔ اور ہانی کو اندر لے گئے۔ ابن زیاد کو تمام خفیہ حالات کی خبر ہو چکی تھی' اس نے ہانی کو دیکھتے ہی یہ شعر پڑھا:

ترجمہ: "مَیں اس کو انعام دینا چاہتا ہوں اور وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔
قبیلۂ مراد سے اپنے کسی دوست کو معذرت کے لیے لا"

ہانی نے یہ شعر سُن کر پوچھا' اس کا کیا مطلب ہے؟ ابن زیاد نے کہا مطلب پوچھتے

ہو؟ مسلم کو چھپانا اور ان کی بیعت کے لیے لوگوں کو خفیہ جمع کرنا اس سے بڑھ کر سنگین جرم اور کیا ہوگا؟ ہانی نے اس الزام سے انکار کیا۔ ابن زیاد نے اسی وقت معقل کو طلب کیا اور ہانی سے کہا اسے پہچانتے ہو؟ معقل کو دیکھ کر ہانی کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ اب وہ سمجھے یہ شخص شیعیت کے پردے میں جاسوسی کر رہا تھا۔ اس عینی شہادت کے سامنے انکار کی کوئی گنجائش نہ تھی' اس لیے صاف صاف اقرار کر لیا کہ آپ سچ کہتے ہیں' لیکن خدا کی قسم میں نے مسلم کو بلایا نہیں تھا اور کل واقعہ بیان کر کے وعدہ کیا کہ میں ابھی جا کر انہیں اپنے گھر سے نکالے دیتا ہوں اور نکال کر واپس آتا ہوں' لیکن ابن زیاد نے اس کی اجازت نہ دی اور کہا خدا کی قسم تم اس وقت تک یہاں سے واپس نہیں جا سکتے جب تک مسلم یہاں نہ آجائیں۔ ہانی نے جواب دیا' یہ نہیں ہو سکتا۔ خدا کی قسم میں اپنے مہمان اور پناہ گزین کو قتل کے لیے کبھی تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔ یہ جواب سن کر ابن زیاد غصے سے تلملا اٹھا اور اس زور سے ہانی کو بید مارا کہ ان کی ناک پھٹ گئی اور ابرو کی ہڈی ٹوٹ گئی اور انہیں ایک گھر میں بھجوا دیا۔

ادھر شہر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ ہانی قتل کر دیئے گئے۔ یہ افواہ سن کر ہانی کے قبیلے والے ہزاروں کی تعداد میں قصر امارت پر ٹوٹ پڑے اور انتقام انتقام کا نعرہ لگانے لگے۔ یہ نازک صورت حالات دیکھ کر ابن زیاد بہت گھبرایا اور قاضی شریح سے کہا' آپ ہانی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ہانی کے قبیلہ والوں کو اطمینان دلا دیجئے کہ وہ قتل نہیں کیے گئے' چنانچہ قاضی صاحب ہانی کے معائنے کے لیے گئے۔ ہانی اپنے قبیلے والوں کا شور و غل سن رہے تھے۔ قاضی صاحب کو دیکھ کر کہا یہ آوازیں میرے قبیلے والوں کی معلوم ہوتی ہیں' انہیں آپ صرف اتنا پیغام پہنچا دیجئے کہ اگر اس وقت ان لوگوں میں سے دس آدمی بھی آجائیں تو میں چھوٹ سکتا ہوں' لیکن قاضی شریح کے ساتھ جاسوس لگا ہوا تھا' اس لیے وہ یہ پیغام نہ پہنچا سکے اور بنی مذحج کو ہانی کی زندگی کا یقین دلا کر واپس کر دیا۔

اہلِ کوفہ کی غداری اور مسلم کی روپوشی

ادھر جب مسلم بن عقیل نے ہانی کے قتل کی افواہ سنی تو اپنے اٹھارہ ہزار آدمیوں کے ساتھ قصر امارات پر حملہ کر کے ابن زیاد کو گھیر لیا۔ اس وقت ابن زیاد کے پاس صرف پچاس آدمی تھے۔ 30 پولیس والے اور 20 عمائد کوفہ۔ ان کے علاوہ مدافعت کی کوئی قوت نہ تھی' اس لیے اس نے محل کا پھاٹک بند کر لیا اور لوگوں سے کہا تم لوگ یہاں سے نکل کر اپنے

Marfat.com

اپنے قبیلہ والوں کو دھمکی دے کر یا لالچ دے کر مسلم سے علیحدہ کرادو اور عمائد کوفہ سے کہا کہ تم لوگ محل کی چھت پر چڑھ کر یہ اعلان کرو کہ اس وقت جو شخص ابن زیاد کی اطاعت کرے گا اس کو انعام و اکرام دیا جائے گا اور جو بغاوت کرے گا اس کو نہایت سنگین سزا دی جائے گی۔ عمائد کوفہ کے اس اعلان پر مسلم کے بہت سے ساتھی منتشر ہو گئے۔ شہر کے لوگ آتے تھے اور اپنے اپنے عزیزوں کو اپنے ساتھ واپس لے جاتے تھے۔ اس طرح گھٹتے گھٹتے مسلم کے ساتھ صرف 30 آدمی رہ گئے۔ جب انہوں نے ان کوفیوں کی یہ حالت دیکھی کہ تھوڑی دیر پہلے تک حامیان حسین رضی اللہ عنہ ہونے کا دعویٰ کرتے تھے' تو کندہ کے محلے کی طرف چلے گئے۔ تھوڑی دیر میں یہ 30 آدمی بھی ساتھ چھوڑ گئے اور مسلم تن تنہا رہ گئے۔ اس کسمپرسی میں کوفہ کی گلیوں کی خاک چھانتے ہوئے طوعہ نالی ایک عورت کے دروازے پر پہنچے۔ اس عورت کا لڑکا بلال شورش پسندوں کے ساتھ نکل گیا تھا اور وہ اس وقت اس کا انتظار کر رہی تھی۔

مسلم کی پریشانی

مسلم نے اس عورت کے دروازے پر پہنچ کر پانی مانگا۔ اس نے پانی پلایا اور اس کے بعد کہا جاؤ اپنا راستہ لو۔ لیکن مسلم کہاں جاتے' کوئی پناہ نظر نہیں آتی تھی' اس لیے خاموش رہے۔ عورت نے پھر دو تین دفعہ یہی کہا تو آپ بولے کہ میں اس شہر میں پردیسی ہوں۔ میرا گھر اور میرے عزیز و اقارب یہاں نہیں ہیں' تم ایسی حالت میں میرے ساتھ کچھ احسان کرو۔ اس عورت نے پوچھا:

"تم کون ہو؟"

انہوں نے کہا:

"میں مسلم بن عقیل ہوں' حسین رضی اللہ عنہ کا بھائی۔ کوفہ والوں نے میرے ساتھ غداری کی ہے۔"

بوڑھی عورت خدا ترس تھی۔ مسلم کی داستان مصیبت سن کر اس نے آپ کو اپنے مکان میں چھپا دیا اور ان کی خبر گیری کرتی رہی۔ اس کے بعد جب اس کا لڑکا واپس آیا اور اس نے ماں کو مکان کے ایک خاص حصہ میں زیادہ آتے جاتے دیکھا تو اس کا سبب پوچھا۔ بوڑھی عورت نے پہلے تو بات کو چھپایا لیکن بیٹے نے زیادہ اصرار کیا تو رازداری کا وعدہ لے کر سب کچھ بتا دیا۔

Marfat.com

مسلم کی گرفتاری

جب سے مسلم ہانی کے گھر سے نکلے تھے' اسی وقت سے ابن زیاد ان کی تلاش میں مصروف تھا۔ لیکن پتہ نہیں چلتا تھا۔ اس لیے اس نے ایک دن اہل شہر کو مسجد میں جمع کر کے اعلان کیا کہ جاہل اور کمینہ مسلم بن عقیل نے جو فتنہ بپا کیا ہے' اس کو تم لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے' اس لیے جس شخص کے گھر سے وہ برآمد ہوں گے' وہ پکڑا جائے گا اور جو انہیں گرفتار کر کے لائے گا اسے انعام دیا جائے گا۔ اس اعلان کے بعد حسین بن تمیم کو کوفہ میں عام تلاشی کا حکم دیا' جس عورت کے گھر میں مسلم روپوش تھے' اس کے لڑکے کو علم ہو چکا تھا۔ ابن زیاد کے اعلان سے وہ گھبرا گیا اور دوسرے دن صبح کو اس نے عبدالرحمٰن بن محمد سے تذکرہ کیا کہ مسلم ہمارے گھر میں روپوش ہیں۔ عبدالرحمٰن نے قصر امارۃ میں جا کر اپنے باپ کو اطلاع دے دی۔ اس نے ابن زیاد سے کہہ دیا۔ اس طرح مسلم کا پتہ چل گیا۔ ابن زیاد نے اسی وقت ستر آدمیوں کا ایک دستہ مسلم کی گرفتاری کے لیے بھیج دیا۔ دستہ کی آمد کا شور سُن کر مسلم سمجھ گئے لیکن بالکل خوفزدہ نہ ہوئے اور تن تنہا پورے دستہ کا نہایت شجاعت و بہادری کے ساتھ مقابلہ کر کے انہیں گھر سے باہر کر دیا۔ یہ لوگ پھر ریلا کر کے اندر گھسے۔ مسلم نے پھر نکال باہر کیا کہ اتنے میں بکیر بن حمران نے مسلم کے چہرے پر ایسا وار کیا کہ اوپر کا ہونٹ کٹ گیا اور سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے' لیکن اس حالت میں بھی مسلم نے اس شخص کو نہایت زخمی کر دیا۔ اس کے زخمی ہوتے ہی دستہ کے باقی آدمی مکان کی چھت پر چڑھ گئے اور اوپر سے مسلم پر آگ اور پتھر برسانے لگے۔ مسلم نے یہ بزدلی دیکھی تو گلی میں باہر نکل آئے اور بڑا پُرزور مقابلہ کیا۔ شامی دستہ کے امیر محمد بن اشعث نے کہا کہ تنہا کب تک مقابلہ کرو گے' جان دینے سے کیا فائدہ۔ میں تمہیں امان دیتا ہوں' اس لیے سپر (ڈھال) ڈال دو اور اپنے آپ کو بے کار ہلاک نہ کرو۔ مسلم نے اس کے جواب میں نہایت بہادرانہ رجز پڑھا' لیکن محمد بن اشعث نے یقین دلایا کہ تمہارے ساتھ کوئی فریب نہ کیا جائے گا۔ مقابلہ سے باز آ جاؤ۔ مسلم زخموں سے چور ہو چکے تھے۔ مزید مقابلہ کی طاقت باقی نہ تھی' اس لیے مکان کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ محمد بن اشعث نے پھر امان کی تجدید کی لیکن عمرو ابن عبیداللہ سلمی نے اسے تسلیم نہ کیا اور مسلم کی سواری کے لیے اونٹ تک مہیا نہ کیا' چنانچہ اس خستہ حالت میں ان کو خچر پر سوار کر کے تلوار چھین لی۔ جس سے مسلم کو اپنی زندگی سے مایوسی ہو گئی اور بڑی مایوسی سے کہا' یہ پہلا دھوکا ہے۔ محمد بن اشعث نے پھر اطمینان دلایا'

Marfat.com

لیکن مسلم اب بہت مایوس ہو چکے تھے۔ اشکبار ہو کر بولے 'اب امان کہاں؟ عمرو بن عبید اللہ نے اشکباری پر طعنہ دیا کہ خلافت کے مدعی کو مصائب سے گھبرا کر رونا نہ چاہیے۔ مسلم نے کہا:

"مَیں اپنے لیے نہیں روتا بلکہ اپنے گھر والوں کے لیے روتا ہوں جو یہاں آ رہے ہیں۔ حسینؓ کے لیے روتا ہوں۔ آل حسینؓ کے لیے روتا ہوں۔"

پھر محمد بن اشعث سے کہا کہ میرا بچانا تمہارے بس میں نہیں ہے' البتہ اگر تم ہو سکے تو میرے بعد اتنا کام کرنا کہ حسینؓ کو میری حالت کی خبر کر کے یہ پیغام بھجوا دینا کہ وہ اپنے اہلِ بیت کو لے کر واپس لوٹ جائیں اور کوفہ والوں پر ہرگز ہرگز اعتماد نہ کریں۔ محمد بن اشعث نے کہا' خدا کی قسم جس طرح بھی ہو سکے گا میں یہ پیغام ضرور پہنچاؤں گا۔ چنانچہ محمد بن اشعث نے اپنا یہ وعدہ پورا کیا۔

مسلم کو امان دینے کے بعد محمد بن اشعث انہیں قصر امارت میں لایا اور ابن زیاد سے کہا کہ میں مسلم کو امان دے چکا ہوں' لیکن ابن زیاد نے اسے تسلیم نہیں کیا اور کہا تم کو امان دینے کا کیا اختیار تھا۔ میں نے تم کو صرف گرفتار کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ اس کی ڈانٹ سن کر محمد بن اشعث خاموش ہو گئے۔ مسلم بہت پیاسے تھے۔ قصر امارت کے پھاٹک پر ٹھنڈا پانی نظر پڑا۔ اسے مانگا۔ مسلم بن عمرو باہلی نے جواب دیا۔ دیکھتے ہو کتنا ٹھنڈا پانی ہے' لیکن اس میں سے تم کو ایک قطرہ بھی نہیں مل سکتا۔ تم کو اس کے عوض آتش دوزخ کا کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا۔ اس کے اس کہنے پر مسلم نے پوچھا: "تم کون ہو؟" ابن عمرو نے جواب دیا: "مَیں وہ ہوں جس نے حق کو اس وقت پہچانا جب تم نے اُسے چھوڑ دیا اور امّت مسلمہ اور امام وقت کا خیر خواہ رہا' جب تم نے ان کے ساتھ غدّاری کی۔ میں اس کا مطیع رہا' جب تم نے سرکشی کی۔ مَیں مسلم بن عمرو ہوں۔" مسلم بن عقیل نے یہ سُن کر کہا' تیری ماں تجھے روئے' تو بھی کس قدر سنگدل' ظالم اور سخت مزاج ہو۔ باہلہ کے بچّے تو مجھ سے زیادہ کھولتے ہوئے پانی اور دائمی دوزخ کا مستحق ہے۔

ابن زیاد سے گفتگو اور عمرو بن سعد سے وصیّت

مسلم بن عمرو اور مسلم بن عقیل کی اس تلخ گفتگو کے بعد ایک نرم دل انسان نے آپ کو پانی کا ایک پیالہ دیا مگر زخموں کی وجہ سے آپ کے بدن کے مختلف مقامات سے خون بہہ رہا تھا' چونکہ اوپر والا ہونٹ کٹ گیا تھا اس لیے جب گلاس کو منہ سے لگاتے تو خون سے بھر جاتا اور آپ گلاس کو منہ سے ہٹا لیتے۔ اس طرح کرتے ہوئے جب مایوس ہو گئے تو گلاس

Marfat.com

لبوں سے پرے ہٹادیا اور کہا' خدا کا شکر ہے اگر پانی پینا قسمت میں ہوتا تو یہ نوبت نہ آتی۔ غرض اسی طرح پیاسے ہی ابن زیاد کے سامنے پیش کیے گئے۔ مسلم نے قاعدہ کے مطابق ابن زیاد کو سلام نہیں کیا۔ نگران نے ٹوکا کہ امیر کو سلام کیوں نہیں کرتے۔ کہا اگر وہ قتل کرنا چاہتے ہیں تو میں سلام نہیں کروں گا اور اگر قتل کا ارادہ نہیں ہے تو بہت سے سلام لیں گے۔ ابن زیاد بولا' اپنی عمر کی قسم تمہیں ضرور قتل کروں گا۔ مسلم نے کہا' کیا واقعی تم مجھ کو قتل کرو گے۔ ابن زیاد نے جواب دیا' ہاں واقعی ایسا ہو گا۔ مسلم نے کہا اگر قتل ہی کرنا ہے تو پھر اپنے کسی قبیلے والے سے کچھ وصیت کرنے کی مہلت دو۔ ابن زیاد نے یہ درخواست قبول کرلی۔ اس وقت مسلم کے قریبی عزیزوں میں عمرو بن سعد پاس تھا۔ مسلم نے اس سے کہا میں تم سے ایک راز کی بات کہتا ہوں' لیکن عمرو بن سعد نے سُننے سے انکار کر دیا۔ اس کے انکار پر ابن زیاد نے غیرت دلائی کہ اپنے ابن عم (چچازاد بھائی) کو مایوس نہ کرنا چاہیے' اس کے غیرت دلانے پر عمرو بن سعد مسلم کے پاس گیا۔ انہوں نے وصیت کی کہ میں نے کوفہ میں سات سو درہم قرض لیے تھے' میرے بعد انہیں ادا کر دینا اور میری لاش لے کر دفن کر دینا۔ حسینؓ آرہے ہوں گے ان کے پاس آدمی بھیج کر راستہ سے واپس کر دینا۔ ابن سعد نے ابن زیاد سے ان وصیتوں کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا جو وصیت مال کے بارے میں ہے' اس میں تم کو پورا اختیار ہے جیسا چاہو' کرو۔ حسینؓ کے بارے میں میرا طرز عمل یہ ہے کہ اگر وہ یہاں نہ آئیں تو میں خواہ مخواہ ان کا تعاقب نہ کراؤں گا اور اگر آگئے تو میں چھوڑ بھی نہیں سکتا' البتہ لاش کے بارے میں تمہاری سفارش نہیں سنی جا سکتی' جس نے ہماری اتنی مخالفت کی ہو اس کی لاش ہرگز اس طرز عمل کی مستحق نہیں ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ لاش کے متعلق اس نے یہ بھی کہا کہ قتل کرنے کے بعد ہمیں اس سے بحث نہیں کہ اس کے ساتھ کیا کیا جائے۔

مسلم اور ابن زیاد کا آخری مکالمہ اور شہادت

اس وصیت کے بعد مسلم دوبارہ ابن زیاد کے سامنے لائے گئے اور دونوں میں یہ مکالمہ ہوا۔ (بحوالہ سیر الصحابہ جلد چہارم صفحہ 165-164)

ابن زیاد: لوگ آپس میں متحد اور متفق تھے تم ان میں تفرقہ اور اختلاف ڈلوانے اور آپس میں لڑوانے کے لیے آئے؟

مسلم: یہ خلاف واقعہ ہے۔ میں ہرگز اس مقصد کے لیے نہیں آیا بلکہ کوفہ والوں کا خیال تھا کہ تمہارے باپ نے ان کے بزرگوں اور نیک لوگوں کو قتل کیا۔ ان کا خون

Marfat.com

بہایا اور اسلامی خلافت کو چھوڑ کر قیصر و کسریٰ کا سا طرز عمل اختیار کیا' اس لیے ہم یہاں قیام عدل اور کتاب اللہ کے احکام کی دعوت دینے کے لیے آئے ہیں۔

ابن زیاد: (یہ چوٹیں سن کر غضبناک ہو گیا تھا) بولا: "فاسق تیرے منہ پر یہ دعویٰ زیب نہیں دیتا۔ کیا تو جب مدینہ میں بادہ نوشی کرتا تھا' اس وقت ہم یہاں عدل و کتاب اللہ پر عمل کی دعوت نہیں دیتے تھے؟

مسلم: مَیں شراب پیتا تھا؟ خدا کی قسم وہ خوب جانتا ہے کہ تو جھوٹ بول رہا ہے اور بغیر علم کے بہتان لگا رہا ہے جیسا تو نے بیان کیا میں ویسا نہیں ہوں۔ مجھ سے زیادہ شراب نوشی کا مستحق وہ ہے جس کے ہاتھ مسلمانوں کے خون سے آلودہ ہیں۔ جو خدا کی حرام کی ہوئی جانوں کو لیتا ہے اور بغیر قصاص کے لوگوں کو قتل کرتا ہے۔ حرام خون بہاتا ہے' محض ذاتی عداوت' غصہ اور سوئے ظن پر لوگوں کی جان لیتا ہے اور پھر ان ظلموں پر لہو و لعب میں اس طرح مشغول ہے گویا اس نے کچھ کیا ہی نہیں۔

ابن زیاد: فاسق تیرے نفس نے تجھے ایسی چیز کی تمنّا دلائی جس کا خدا نے تجھے اہل نہ سمجھا' اسی لیے تیری آرزو پوری نہ ہونے دی۔

مسلم: پھر اس کا اہل کون تھا؟

ابن زیاد: امیر المومنین یزید۔

مسلم: ہر حال میں خدا کا شکر ہے وہ ہمارے اور تمہارے درمیان جو فیصلہ چاہے کر دے۔

ابن زیاد: معلوم ہوتا ہے تم خلافت کو اپنا حق سمجھتے ہو؟

مسلم: خیال ہی نہیں بلکہ اس کا یقین ہے۔

ابن زیاد: اگر میں تم کو اس بری طرح قتل نہ کروں کہ تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہ ملے...... تو خدا مجھے قتل کر دے۔

مسلم: بے شک اسلام میں تم کو ایسی نئی مثالوں کے قائم کرنے اور نئی بدعات کے جاری کرنے کا حق ہے جو اس میں نہیں ہیں۔ تم کو خدا کی قسم تم بُرے طریقے سے قتل کرنا' برے طریقے سے مثلہ کرنا اور ایسے خبیث سیرت کی ایک برائی کو بھی نہ چھوڑو' ان برائیوں کا تم سے زیادہ کوئی مستحق نہیں ہے۔

یہ دندان شکن جواب سن کر ابن زیاد بے قابو ہو گیا اور مسلمؓ، حسینؓ، علیؓ اور عقیلؓ پر گالیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ گالیاں برسانے کے بعد مسلم کو پانی پلوا کر جلادوں کو حکم دیا

کہ انہیں محل کی بالائی منزل پر لے جا کر قتل کر دو اور قتل کرنے کے بعد ان کا دھڑ نیچے پھینک دو۔ مسلم نے اس قتل بے گناہی کے خلاف پھر ایک بار احتجاج کیا' لیکن وہاں سننے والا کون تھا۔ آخر میں ابن زیاد نے یہ خدمت اس شخص کے سپرد کی' جس کو مسلم نے زخمی کیا تھا تاکہ وہ انتقامی جذبے کے ساتھ انہیں قتل کرے چنانچہ یہ شخص مسلم کو مقتل کی طرف لے چلا۔ اس وقت مسلم کی زبان پر تکبیر' استغفار اور ملائکہ اور رُسل پر درود و سلام جاری تھا اور ساتھ ساتھ کہتے جاتے تھے کہ: "خدایا میرے اور ان لوگوں کے درمیان تو ہی فیصلہ کر جنہوں نے ہم کو دھوکا دیا' جھٹلایا اور ذلیل کیا۔" جلّاد نے مقام قتل پر لے جا کر گردن مار دی اور سر کے ساتھ دھڑ بھی نیچے پھینک دیا۔

اس دردناک طریقہ پر حضرت حسینؓ کا ایک نہایت قوی بازو ٹوٹ گیا۔

◆◆◆◆◆◆◆◆

Marfat.com

حضرت حسینؓ بن علی رضی اللہ عنہ

نام: حسینؓ (یہ نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود رکھا تھا)
ولدیت: علیؓ
نسب: حسنؓ بن علی ابن ابو طالب بن عبدالمطلب
قبیلہ: بنو ہاشم
والدہ ماجدہ: سیدہ فاطمۃ الزہراؓ
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ: نواسے۔
کنیت: ابو عبداللہ' سید' شباب اہل الجنۃ
خطاب: ریحانۃ النبیّ
لقب: شبیہ رسول
پیدائش: شعبان 4ھ۔

عہد نبوی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ دونوں بھائیوں (حسنؓ، حسینؓ) کو بے حد پیار کرتے تھے اور تقریباً روزانہ سیدہ فاطمہؓ کے گھر انہیں دیکھنے کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ دونوں بچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد مانوس اور شوخ تھے۔ اس محبت کے بہت سے واقعات حسنؓ کے بیان میں ذکر کیے گئے ہیں۔

آپؓ کی عمر سات سال تھی کہ نانا (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کا سایۂ شفقت سر سے اُٹھ گیا۔

Marfat.com

عہد صدیقیؓ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت حسینؓ کی عمر سات آٹھ سال تھی' اس لیے کوئی واقعہ بھی قابلِ ذکر نہیں ہے۔

عہد فاروقیؓ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں بہت چھوٹے تھے' البتہ آخری عہد میں سن شعور کو پہنچ گئے تھے' تاہم کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہ آیا۔ البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب بدری صحابہؓ کے لڑکوں کا دو دو ہزار کا وظیفہ مقرر کیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا وظیفہ محض قرابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لحاظ سے پانچ ہزار مقرر کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یمن سے حُلّے منگوا کر ان دونوں بھائیوں کو پہنائے۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرات حسنینؓ کی بہت قدر کرتے تھے اور انہیں خوش رکھنے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔

عہد عثمانیؓ

ان کے عہد میں آپ پورے جوان ہو چکے تھے' چنانچہ سب سے پہلے اسی عہد میں میدان جہاد میں قدم رکھا اور 30ھ میں طبرستان کی مہم میں شریک ہوئے پھر جب حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت ہوئی تو آپ دونوں بھائیوں کو آپ کے والد بزرگوار حضرت علیؓ نے ان کی حفاظت کے لیے مقرر فرمایا۔ آپ دونوں نے دوسرے محافظین کے ساتھ مل کر بڑی بہادری سے باغیوں کا مقابلہ کیا۔ لیکن وہ مکان کی پشت سے چھت پر چڑھ کر اندر کود گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دونوں سے نہایت سختی سے باز پُرس کی۔

جنگ جمل و جنگ صفّین

جنگ جمل میں آپؓ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ تھے اور جنگ ختم ہونے کے بعد اپنے والد بزرگوار کے حکم سے ام المومنین حضرت عائشہؓ کو مدینہ جاتے وقت کئی میل دور تک چھوڑنے گئے۔ جنگ صفّین میں جنگ ختم ہونے کے بعد معاہدہ کی تحریر میں بھی آپ

Marfat.com

بھی گواہ تھے اور آپؓ نے اس دستاویز پر دستخط ثبت کیے تھے۔ پھر جنگ صفین کے بعد خوارج کی سرکوبی میں بڑے انہماک سے حصہ لیا۔

حضرت علیؓ کی شہادت

اس کے بعد 40ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ زخم بہت کاری تھا۔ جب حالت زیادہ نازک ہو گئی تو حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو بلا کر نصیحتیں کیں اور محمد بن حنیفہ (دوسری بیوی سے حضرت علیؓ کے بیٹے) کے ساتھ حسن سلوک کی خصوصی تاکید کی اور پھر خود وفات پا گئے۔

عہد معاویہؓ

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت حسنؓ خلیفہ ہوئے' مگر انہوں نے حضرت حسینؓ کی مخالفت کے باوجود 41ھ میں حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔ حضرت حسنؓ 49ھ میں انتقال کر گئے۔

امیر معاویہؓ اور حضرت حسینؓ

ممکن ہے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا دل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے صاف نہ رہا ہو' لیکن بظاہر دونوں کے تعلقات خوشگوار رہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ' حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو وہ رقم برابر پہنچاتے رہے جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی دستبرداری کے موقع پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اپنے بھائی کے لیے منظور کرائی تھی۔

البتہ یزید کی ولی عہدی کے وقت ان تعلقات میں ناخوشگواری پیدا ہوئی' لیکن کوئی خطرناک صورت ظاہر نہ ہوئی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بڑے زمانہ شناس اور مدبّر تھے' اس لیے انہوں نے اپنے بعد آنے والے واقعات کا اندازہ کر کے یزید کو وصیت کی تھی کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ ضرور خلافت کا دعویٰ کریں گے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو عراق والے تمہارے خلاف کھڑا کریں گے لیکن جب وہ تمہارے مقابلہ میں آئیں اور تم ان پر قابو پا لو تو درگزر سے کام لینا' کیونکہ وہ قرابت دار' بڑے حق دار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز ہیں۔

Marfat.com

یزید کی تخت نشینی اور حضرت حسینؓ سے بیعت کا مطالبہ

رجب 60ھ میں حضرت امیر معاویہؓ کا انتقال ہو گیا اور ان کے بعد یزید ان کا جانشین بنا۔ جس نے دوراندیشی اور بردباری سے کام لینے کی بجائے حضرت ابن زبیرؓ اور حضرت حسینؓ سے بیعت لینا ضروری سمجھا اور ولید بن عتبہ حاکم مدینہ کے نام ان دونوں سے بیعت لینے کا تاکیدی حکم بھیجا۔ اس نے اپنے نائب مروان سے مشورہ کیا کیونکہ ابھی تک حضرت معاویہؓ کی وفات کی خبر مدینہ میں نہیں پہنچی تھی۔ مروان نے کہا ابھی ان دونوں کو بلا کر بیعت کے لیے کہو اور اگر ذرا بھی بہانہ بازی کریں تو دونوں کے سر قلم کر دو۔

حضرت حسینؓ کو ان تمام حالات کا اندازہ تھا' اس لیے آپؓ نے کچھ آدمیوں کو مکان کے باہر متعین کر دیا تاکہ اگر کوئی خطرے کی بات ہو تو یہ لوگ آواز سن کر فوراً اندر آجائیں۔ ولید نے آپؓ کو یزید کی بیعت کے لیے کہا تو آپؓ نے فرمایا کہ میرے جیسا آدمی چھپ کر بیعت نہیں کر سکتا اور نہ میرے لیے خفیہ بیعت کرنا مناسب ہے' اس لیے جب تم عام بیعت کے لیے لوگوں کو بلاؤ گے تو میں بھی آجاؤں گا۔ ولید نرم دل اور صلح پسند آدمی تھا' اس لیے رضامند ہو گیا اور حضرت حسینؓ لوٹ گئے۔

محمد بن حنفیہ کا مشورہ

آپؓ کی مشکلات کا اندازہ کیجئے کہ:

1- ایک طرف تو آپؓ یزید کی بیعت دل سے ناپسند کرتے تھے کیونکہ اس کی ولی عہدی بیعت خلفائے راشدینؓ کے اسلامی طریقہ' انتخاب کے بالکل خلاف' غیر شرعی اور قیصر و کسریٰ کی طرز کی پہلی شخصی و موروثی بادشاہت تھی۔

2- اس کے ساتھ ہی آپؓ جمہور امت کے خلاف بھی کچھ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے آپؓ نے ولید سے فرمایا تھا کہ جب اہل مدینہ بیعت کر لیں گے تو مجھے بھی کوئی عذر نہ ہو گا۔

3- اہل عراق خود آپؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے اور آپؓ کے پاس اسی مضمون کے بہت سے خطوط بھی آچکے تھے کہ آپؓ ظالم حکومت کے مقابلہ میں خلافت قبول کیجئے۔

ان تمام حالات نے آپؓ کو بڑی کشمکش میں مبتلا کر دیا گیا تھا۔

Marfat.com

جس دن حضرت حسینؓ ولید سے ملے تھے۔ اس کے دوسرے دن حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ مدینہ سے نکل کر مکہ کی طرف روانہ ہوگئے اور دن بھر ولید اور ان کا عملہ آپؓ کی تلاش میں سرگرداں رہا۔

اس کے دوسرے دن ولید نے حضرت حسینؓ کے پاس آدمی بھیجا تاکہ آپؓ بیعت کرلیں، لیکن آپؓ نے ایک دن کی مہلت اور مانگی۔ ولید نے اسے بھی منظور کرلیا' لیکن اس کے بعد بھی آپؓ کوئی فیصلہ نہ کرسکے اور اپنے اہل وعیال کو لے کر مدینہ چھوڑنے کی تیاری کرلی تاکہ رات کی تاریکی میں نکل جائیں۔ مگر یہ طے نہیں کیا تھا کہ مدینہ چھوڑ کر کہاں جائیں۔

اس نازک موقع پر آپؓ کے بھائی محمد بن حنیفہ نے مشورہ دیا کہ:

"اس وقت آپؓ یزید کی بیعت اور کسی مخصوص شہر کے ارادے سے جہاں تک ہو سکے الگ رہیے اور ان لوگوں کو خود اپنی خلافت کی دعوت دیجئے۔ اگر وہ لوگ بیعت کرلیں تو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اگر کسی دوسرے شخص پر لوگوں کا اجماع ہوجائے تو اس سے آپؓ کے اوصاف و کمالات اور فضائل میں کمی نہ آئے گی۔ مجھے خوف ہے کہ اگر آپؓ اس پُرشور زمانہ میں کسی مخصوص شہر اور مخصوص جماعت کے پاس جانے کا قصد کریں گے تو ان میں اختلاف پیدا ہوجائے گا۔ ایک فریق آپؓ کی حمایت کرے گا اور دوسرا مخالفت۔ پھر یہ دونوں آپس میں لڑیں گے اور آپؓ ان کے نیزوں کا پہلا نشانہ بنیں گے۔

اس طرح اس امت کا معزز ترین اور شریف ترین شخص جس کے ذاتی اور نسبی شرف میں کوئی مقابل نہیں ہے' سب سے زیادہ ذلیل اور پست ہوگا اور اس کا خون سب سے زیادہ ارزاں ہوجائے گا۔"

یہ مشورہ سُن کر حضرت حسینؓ نے پوچھا' پھر میں کہاں جاؤں۔ انہوں نے کہا مکہ چلے جائیں اور وہیں قیام فرمائیں' چنانچہ شعبان 60ھ میں آپ اہل وعیال سمیت مکہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

راستے میں عبداللہ بن مطیع ملے اور جب انہیں معلوم ہوا کہ آپؓ مکّہ سے کوفہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو اس نے کہا:

1- خدا کے لیے کوفہ کا قصد نہ کیجئے۔
2- وہ منحوس شہر ہے۔
3- وہاں آپؓ کے والد شہید کیے گئے۔
4- آپؓ کے بھائی حضرت حسنؓ کو بے یار ومددگار چھوڑ دیا گیا' نیزہ سے زخمی کیا اور بڑی

Marfat.com

مشکل سے جان بچی۔

-5 آپؓ حرم میں بیٹھ جایئے۔

-6 آپؓ عرب کے سردار ہیں' حجازی آپ کے مقابلے میں کسی کو نہیں مانیں گے۔

-7 حرم میں بیٹھ کر لوگوں کو اپنی طرف مائل کیجئے۔

-8 آپؓ حرم کو ہرگز ہرگز نہ چھوڑیئے گا۔ اگر خدانخواستہ آپؓ پر کوئی آنچ آئی تو ہم سب غلام بناڈالے جائیں گے۔

تحقیق حال کے لیے مسلمؓ بن عقیل کی کوفہ روانگی

یہ سارا ذکر حضرت مسلم بن عقیل کے بیان میں کیا گیا ہے۔

حضرت حسینؓ کی سفر کوفہ کی تیاریاں اور خیرخواہوں کے مشورے

آپؓ کو کوفہ جانے سے مندرجہ ذیل احباب نے روکا اور کہا:

-1 سب سے پہلے عمرو بن عبدالرحمٰن نے کہا کہ جن لوگوں نے آپؓ کی مدد کا وعدہ کیا ہے' وہی آپؓ سے لڑیں گے۔

-2 ان کے بعد حضرت عبداللہ بن عباسؓ آئے اور کہا میں تم کو خدا کا واسطہ دلاتا ہوں' اس ارادہ سے باز آجاؤ کیونکہ بلانے والے آپؓ کو دھوکہ دے جائیں گے۔

-3 پھر ابن زبیرؓ آئے اور انہوں نے کہا' آپؓ حجاز میں ہی رہ کر حصول خلافت کی کوشش کیجئے۔ ہم سب بیعت کر کے آپؓ کی مدد کریں گے' لیکن آپؓ نے فرمایا' اگر میں حرم سے ایک بالشت بھی باہر قتل کیا جاؤں تو وہ مجھے حرم میں قتل ہونے سے زیادہ پسند ہے اور کسی طرح بھی حرم میں قیام کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔

دوسرے دن پھر ابن عباسؓ آئے اور کہا کہ آپؓ وہاں نہ جائیں لیکن جب حضرت حسینؓ نہ مانے اور انہوں نے کہا اچھا اگر جاتے ہی ہو تو عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لے جاؤ۔ مجھ کو خطرہ ہے کہ تم کو بھی عثمانؓ کی طرح اپنے بچوں اور عورتوں کے سامنے قتل کر دیا جائے گا اور وہ دیکھتے ہی رہ جائیں گے۔

-4 پھر ابوبکر بن حارث نے آکر کہا کہ آپؓ کے والد بزرگوار اور آپؓ کے بھائی کو بھی ان لوگوں نے دھوکا دیا تھا' آپؓ کو بھی دھوکا دیں گے' لہٰذا آپؓ وہاں ہرگز نہ جائیں۔

Marfat.com

5- پھر عبداللہ بن عمرؓ نے روکنا چاہا لیکن آپؓ نے ان کی بات بھی نہ مانی۔
اصل بات یہ تھی کہ قضائے الٰہی نہیں ٹل سکتی تھی اور اس کے وجود میں آنے کے اسباب بن رہے تھے۔

مکہ سے کاروانِ اہل بیت کی روانگی اور خیر خواہوں کی آخری کوشش

ذی الحجہ 60ھ کے ایک دن کاروانِ اہل بیت مکہ سے روانہ ہوا۔ عمرو بن سعید بن عاص اموی حاکم مکّہ کے سواروں نے روکنے کی کوشش کی لیکن حضرت حسینؓ زبردستی آگے بڑھتے چلے گئے اور تنعیم پہنچ کر اونٹ کرائے پر لیے اور بڑھتے ہوئے صفاح پہنچے۔ یہاں فرزدق شاعر ملا۔ آپؓ نے اس سے عراق کے حالات پوچھے۔ اس نے کہا آپؓ نے ایک باخبر شخص سے حال پوچھا ہے تو سنئے:

"لوگوں کے دل آپؓ کے ساتھ ہیں لیکن تلواریں بنواُمیّہ کے ساتھ ہیں۔ قضائے الٰہی آسمان سے اترتی ہے خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔"

آپؓ نے یہ سن کر فرمایا:

"تم نے سچ کہا۔ اگر خدا کا حکم ہمارے موافق ہوا تو اس کی نعمتوں پر اس کے شکر گزار ہوں گے۔ شکر گزاری میں وہی مددگار ہے اور اگر خدا کا فیصلہ ہمارے خلاف ہوا تو بھی ہماری نیت حق اور تقویٰ ہے۔"

فرزدق سے گفتگو کے بعد یہ قافلہ آگے بڑھ گیا۔

راستے میں عبداللہ بن جعفر کا خط ملا۔ انہوں نے لکھا تھا کہ میں آپؓ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں میرا خط ملتے ہی فوراً لوٹ جائیے۔ مجھے ڈر ہے کہ جہاں آپؓ جا رہے ہیں وہاں آپؓ کی ہلاکت اور آپؓ کے اہلِ بیت کی بربادی ہے۔

اس کے بعد عبداللہ نے عمرو بن سعید حاکم مکّہ سے بھی اسی طرح کا خط لکھوایا جس نے اپنی مہر لگا کر عبداللہ بن جعفر اور یحییٰ بن عمرو کے ذریعے آپؓ تک پہنچایا۔ آپؓ نے اسے پڑھا اور فرمایا کہ "میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک حکم دیا ہے۔ میں اس حکم کو پورا کروں گا۔ خواہ اس کا نتیجہ میرے موافق نکلے یا مخالف۔" عبداللہ اور یحییٰ نے کہا 'وہ خواب کیا تھا' آپؓ نے فرمایا 'میں نے اسے نہ کسی سے بیان کیا ہے اور نہ مرتے دم تک بیان کروں گا۔"

ابن زیاد کے انتظامات اور حضرت حسینؓ کے قاصد قیس کا قتل

ادھر یہ قافلہ منزلیں طے کر رہا تھا ادھر اموی حکام نے خبریں حاصل کرنے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور کوفہ کے درمیان خطوط کا سلسلہ منقطع کرنے کا بندوبست کر لیا تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مقام حاجز پر پہنچ کر قیس بن مسہر صیداوی کو اپنی آمد کی اطلاع کا خط دے کر کوفہ روانہ کیا لیکن قادسیہ کے مقام پر قیس گرفتار کر لیے گئے اور ابن زیاد کے پاس کوفہ بھجوا دیے گئے۔ ابن زیاد نے انہیں یہ گستاخانہ حکم دیا کہ قصر کی چھت پر چڑھ کر کذاب ابن کذاب حسینؓ ابن علیؓ کو گالیاں دو۔ قیس اس حکم پر قصر کے اوپر چڑھ گئے لیکن وہ فدائیان حسینؓ میں سے تھے وہ گالیاں کسی صورت میں نہیں دے سکتے تھے' اسی لیے انہوں نے چھت پر چڑھ کر لوگوں کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی آمد کی اطلاع ان الفاظ میں دی:

"لوگو! میں حسینؓ' فاطمہؓ بنت رسول اللہ ﷺ کے لخت جگر اور بہترین مخلوق کا پیروکار ہوں۔ وہ حاجز تک پہنچ چکے ہیں۔ ان کی مدد تمہارا فرض ہے۔"

یہ کہہ کر ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت بھیجی اور حضرت علیؓ کے لیے استغفار کیا۔

ابن زیاد نے اس حکم عدولی اور اس بے عزتی پر حکم دیا کہ اس کو بلند مقام سے نیچے گرا کر مار ڈالا جائے۔ اس حکم کی اسی وقت تعمیل ہوئی اور مسلم کے بعد حضرت حسینؓ کا دوسرا فدائی بھی مارا گیا۔ ع

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حضرت حسینؓ اور عبداللہ بن مطیع کی ملاقات

بطن رملہ سے آگے بڑھ کر عربوں کے ایک چشمہ پر حضرت حسینؓ کی ملاقات عبداللہ بن مطیع سے ہوئی جو عراق سے لوٹ رہے تھے۔ عبداللہ بن مطیع نے پوچھا:

"میرے ماں باپ آپ پر قربان یا ابن رسول ﷺ...... آپؓ خدا اور اپنے جد امجد کے حرم سے باہر کیوں نکلے ہیں؟"

فرمایا: "کوفہ والوں نے بلایا ہے کہ حق کو زندہ کیا جائے اور بدعتوں کو مٹایا جائے۔"

عبداللہ نے عرض کیا کہ: "میں آپؓ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں' آپ ہرگز کوفہ نہ

Marfat.com

جائیں کیونکہ آپؓ کو یقیناً شہید کر دیا جائے گا۔"

آپؓ نے فرمایا: "جو کچھ خدا نے لکھ دیا ہے اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے۔"

ایک اور جاں نثار

عبداللہ بن مطیع سے ملاقات کے بعد حضرت حسینؓ نے مقام زرودین پہنچ کر منزل کی۔ قریب ہی ایک خیمہ نظر آیا۔ پوچھا کس کا خیمہ ہے۔ معلوم ہوا زہیر بن قیس کا۔ وہ حج سے فارغ ہو کر کوفہ جا رہے ہیں۔ حضرت حسینؓ نے ان کو بلا بھیجا، مگر انہوں نے ملنے سے انکار کر دیا۔ مگر ان کی بیوی نے کہا:

"سبحان اللہ ابن رسول ﷺ بلاتے ہیں، تم نہیں جاتے۔"

بیوی کے کہنے پر وہ چلے گئے اور حضرت حسینؓ سے ملاقات کی۔ آپؓ سے ملتے ہی خیالات میں مثبت تبدیلی آ گئی۔ اس وقت خیمہ اکھڑوا کر حضرت حسینؓ کے خیمہ کے قریب نصب کرا دیا اور بیوی کو طلاق دے کر کہا، تم اپنے بھائی کے ساتھ اپنے گھر لوٹ جاؤ۔ میں نے جان دینے کی ٹھان لی ہے اور اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا:

"تم سے جو لوگ شہادت کے طلب گار ہوں، وہ میرے ساتھ چلیں اور جو لوگ نہ چاہتے ہوں، وہ آگے بڑھ جائیں۔"

لیکن اس صدائے حق کا کسی نے جواب نہ دیا اور سب نے کوفہ کی راہ لی اور زہیر حضرت حسینؓ کے ساتھ رہے۔

مسلم کی شہادت کی خبر

ابھی تک حضرت حسینؓ کو مسلم کی شہادت کی خبر نہ ملی تھی۔ مقام ثعلبہ میں ایک اسدی سے جو کوفہ سے آ رہا تھا۔ مسلم اور ہانی کے قتل کا پتہ چلا۔ یہ وحشت ناک خبر سن کر آپؓ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اس اطلاع کے بعد خیر خواہوں نے آپؓ کو پھر سمجھایا کہ کوفہ نہ جائیں، کیونکہ وہاں سب آپ کے دشمن ہیں۔ لیکن مسلم کے بھائی بضد ہوئے کہ خدا کی قسم جب تک ہم اپنے بھائی کے خون کا بدلہ نہ لیں گے یا قتل نہ ہو جائیں گے اس وقت تک واپس نہیں لوٹ سکتے۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا، جب یہ لوگ نہ ہوں گے تو پھر ہماری زندگی کس کام کی۔ غرض یہاں سے بھی یہ قافلہ آگے بڑھ گیا۔

عبداللہ بن بقطر کے قتل کی خبر اور مسلم کے پیغامات کا پہنچنا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ جن جن چشموں سے گزرتے تھے' لوگ جوق در جوق آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوتے جاتے تھے۔ زبالہ پہنچ کر آپ رضی اللہ عنہ کو عبداللہ بن بقطر کے قتل کی خبر ملی۔ عبداللہ کو آپؓ نے راستہ سے ہی مسلم کے پاس خط دے کر بھیجا تھا لیکن راہ میں ہی حصین بن نمیر کے سواروں نے ان کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھجوا دیا۔ اس نے زہیر بن قیس کی طرح انہیں بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر لعنت بھیجنے کا حکم دیا۔ لیکن اس فدائی نے بھی وہی نمونہ پیش کیا جو اس کے پیشرو کر چکے تھے۔ انہوں نے قصر امارت کی چھت پر کھڑے ہو کر کہا:

"فاطمہؓ بنت رسول ﷺ کے لڑکے حسینؓ آ رہے ہیں' تم لوگ ابن مرجانہ (ابن زیاد) کے مقابلہ میں ان کی مدد کرو۔"

ابن زیاد نے انہیں بھی قصر امارت کی بلندی سے گروا دیا۔ جسم کی ساری ہڈیاں چور ہو گئیں اور اس دردناک طریقے سے حسینؓ کے ایک اور فدائی کا خاتمہ ہو گیا۔ ع

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حضرت حسینؓ کو مسلم کے وہ پیغامات جو مسلم اور محمد ابن اشعث کے ذریعے بھجوائے تھے' آپؓ یہاں کوفہ میں ہرگز نہ آئیں۔ یہ پیغامات آپؓ کو ملے تو سہی مگر اب بہت دیر ہو چکی تھی۔

حضرت حسینؓ کی پہلی تقریر اور ہجوم کا منتشر ہونا

جب آپؓ کو یہ دل شکن خبریں ملیں تو آپؓ نے اپنے سب ساتھیوں کو جمع کر کے ارشاد فرمایا:

"مسلم بن عقیل' ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن بقطر کے قتل کی دردناک خبریں موصول ہو چکی ہیں۔ ہمارے شیعوں (ساتھیوں) نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے' اس لیے تم میں سے جو شخص لوٹنا چاہے' وہ خوشی سے لوٹ سکتا ہے۔ ہماری جانب سے اس پر کوئی الزام نہیں۔"

یہ تقریر سن کر عوام کا ہجوم چھٹنے لگا اور صرف وہ جاں نثار ساتھ رہ گئے جو مکہ سے ساتھ آئے تھے۔

Marfat.com

محرم 61ھ کا آغاز اور حُر کی آمد:

یہ قافلہ بطن عقبہ اور شراف سے ہوتے ہوئے ذی خشمہ کے پاس پہاڑ کے دامن میں خیمہ زن ہوا۔ اب محرم 61ھ کا آغاز ہو چکا تھا۔ ذی خشمہ میں حُر بن یزید تمیمی جو حکومت شام کی طرف سے حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو گھیر کر کوفہ لانے کے لیے بھیجا گیا تھا' ایک ہزار سواروں کے ساتھ وہاں پہنچا اور حضرت حسین کے خیموں کے سامنے قیام کیا۔ ظہر کے وقت حضرت حسینؓ نے اذان کا حکم دیا اور اقامت کے وقت نکل کر حُر کے دستہ کے سامنے حمد و ثناء کے بعد حسب ذیل تقریر کی۔

"لوگو! میں خدا اور تم لوگوں سے عذر خواہ ہوں۔ میں تمہارے پاس خود سے نہیں آیا بلکہ میرے پاس اس مضمون کے تمہارے خطوط اور تمہارے قاصد آئے کہ ہمارا کوئی امام نہیں۔ آپؓ آیئے' شاید خدا آپؓ کے ذریعے ہمیں سیدھے راستے پر لگادے۔ اب میں آ گیا ہوں۔ اگر تم لوگ عہد کر کے مجھے پورا اطمینان دلا دو تو میں تمہارے شہر چلوں اور اگر ایسا نہیں کرتے اور ہمارا آنا تمہیں ناگوار ہے تو میں جہاں سے آیا ہوں وہیں لوٹ جاؤں۔"

یہ تقریر سُن کر سب خاموش رہے اور کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپؓ نے اقامت کا حکم دیا اور حُر سے پوچھا کہ نماز میرے ساتھ پڑھو گے یا علیحدہ؟ حُر نے کہا' آپ ہی کے ساتھ پڑھوں گا۔ حُر کی یہ اقتدا اس کے لیے پہلی نیک فال تھی۔ چنانچہ اس نے نماز امام صاحب کے پیچھے پڑھی اور نماز کے بعد حضرت حسینؓ اپنے خیمہ میں چلے آئے اور حُر اپنے خیمہ میں چلا گیا۔

حضرت حسینؓ اور حُر میں تلخ گفتگو

اس کے بعد نماز عصر کے وقت حضرت حسینؓ نے قافلہ کو کوچ کا حکم دیا اور کوچ سے پہلے نماز باجماعت ادا کی اور پھر حسب ذیل تقریر کی:

"لوگو! اگر تم لوگ خدا سے ڈرو اور حق دار کا حق پہچانو تو یہ خدا کی رضامندی کا موجب ہو گا۔ ہم اہل بیت خلافت کے ان عہدیداروں کے مقابلہ میں جنہیں اس کا کوئی حق نہیں اور جو تم پر ظلم و زیادتی کے ساتھ حکومت کرتے ہیں' خلافت کے حقیقی مستحق ہیں۔ اگر اب تم کو ہمارا آنا ناگوار ہے اور تم ہمارا حق نہیں پہچانتے اور تمہاری رائے اس سے مختلف تھی جو تمہارے خطوط اور تمہارے قاصدوں سے معلوم ہوئی تھی تو میں لوٹ جاؤں۔"

Marfat.com

اس تقریر پر حُر نے پوچھا: "خط اور قاصد کیسے؟"

حُر کو یہ بات سن کر تعجب ہوا تو اس کے جواب میں آپؓ نے کوفیوں کے خطوط سے بھرے ہوئے دو تھیلے منگوا کر ان کے سامنے انڈیل دیئے۔ ان خطوط کو دیکھ کر حُر نے کہا، ہم لوگوں کو اس جماعت سے کوئی تعلق نہیں، جنہوں نے یہ خطوط لکھے ہیں۔ ہمیں یہ حکم ملا ہے کہ آپؓ سے جس جگہ ملاقات ہو جائے اس جگہ سے آپؓ کا ساتھ نہ چھوڑیں اور آپؓ کو ساتھ لے جا کر ابن زیاد کے پاس کوفہ پہنچا دیں۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا۔ تمہاری موت اس سے زیادہ قریب ہے۔ یہ کہہ کر آپؓ نے قافلے کو واپس کرنا چاہا لیکن حُر نے اس کی مزاحمت کی۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا، تیری ماں تجھ کو روئے تو کیا چاہتا ہے۔ حُر نے کہا، آپؓ کے علاوہ اگر کوئی دوسرا عرب یہ کلمہ زبان سے نکالتا تو میں بھی برابر کا جواب دیتا، لیکن خدا کی قسم آپؓ کی ماں کا نام عزت ہی کے ساتھ لوں گا۔ امام نے فرمایا، آخر تم چاہتے کیا ہو؟ حر نے کہا، صرف اس قدر کہ آپؓ میرے ساتھ ابن زیاد کے پاس چلیے۔ آپؓ نے فرمایا، میں تمہارا کہنا نہیں مان سکتا۔ حُر نے کہا، تو پھر میں بھی آپؓ کو چھوڑ نہیں سکتا۔

اس ردّ و قدح کے بعد دونوں میں تلخ کلامی ہوئی۔ حُر نے کہا، مجھے آپؓ سے لڑنے کا حکم نہیں ہے۔ صرف یہ حکم ملا ہے کہ آپؓ جہاں ملیں، آپؓ کو لے جا کر کوفہ پہنچا دوں، اس لیے مناسب یہ ہے کہ ایسا راستہ اختیار کیجئے جو نہ کوفہ پہنچائے اور نہ واپس مدینہ لے جائے۔ اس درمیان میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں اور آپؓ یزید کو لکھئے۔ شاید خدا عافیت کی کوئی صورت پیدا کر دے اور میں آپؓ کے معاملے میں آزمائش سے بچ جاؤں۔ حر کے اس مشورے پر حضرت حسینؓ عذیب اور قادسیہ کے بائیں جانب ہٹ کر چلنے لگے اور حر بھی آپ کے ساتھ ساتھ چلا۔

خطبہ

آگے بڑھ کر مقام بیضہ پر آپ رضی اللہ عنہ نے پھر ایک پُرجوش خطبہ دیا۔ اس میں آپؓ نے فرمایا:

"لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے ظالم، محرمات الٰہی کو حلال کرنے والے، خدا کے عہد کو توڑنے والے، سنت رسول ﷺ کے مخالف اور خدا کے بندوں پر گناہ اور زیادتی کے ساتھ حکومت کرنے والے بادشاہ کو دیکھا اور اس کو قولاً و عملاً غیرت نہ آئی تو خدا کو حق ہے کہ اس کو اسی بادشاہ کی جگہ دوزخ میں داخل کرے۔ لوگو!

خبر دار ہو جاؤ' ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت اختیار کی ہے اور رحمٰن کی اطاعت چھوڑ دی ہے۔ ملک میں فساد پھیلایا ہے۔ حدود الٰہی کو بیکار کر دیا ہے اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کر دیا ہے اس لیے مجھ کو غیرت آنے کا زیادہ حق ہے۔ میرے پاس تمہارے خطوط آئے۔ تمہارے قاصد آئے کہ تم نے بیعت کر لی ہے اور تم مجھے بے یار و مددگار نہ چھوڑو گے۔ پس اگر تم اپنی بیعت پوری کرو گے تو راہ راست کو پہنچو گے۔ میں علیؓ اور فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ہوں۔ میری ذات تم لوگوں کے لیے نمونہ ہے۔"

یہ تقریر سن کر حُر نے کہا کہ میں آپؓ کو خدا کی یاد دلاتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ اگر آپ نے جنگ کی تو قتل کر دیئے جائیں گے۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا تم مجھے موت سے ڈراتے ہو' کیا تمہاری بد بختی اس حد تک پہنچ جائے گی کہ تم مجھے قتل کر دو گے؟

قیس بن مسہر کے قتل کی خبر سننا

عذیب کے مقام پر پہنچ کر حضرت حسینؓ کے چار انصار ملے جو کوفہ سے خبریں لے کر آرہے تھے۔ جب آپؓ نے ان سے حالات دریافت فرمائے تو ان میں سے مجمع بن عدی نے کہا کہ اشراف کوفہ کو بڑی بڑی رشوتیں دی گئی ہیں' اس لیے وہ سب آپؓ کے خلاف متحد اور مشتعل ہو رہے ہیں۔ البتہ عوام کے دل آپؓ کی طرف مائل ہیں لیکن ان کی تلواریں آپؓ کے خلاف ہوں گی۔ یہ حال سن کر آپؓ نے اپنے قاصد قیس بن مسہر کا حال پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ قتل کر دیئے گئے ہیں۔ قیس کے قتل کی خبر سن کر آپؓ اشکبار ہو گئے اور آنسوؤں کی لڑیاں آپؓ کے رخساروں پر بہہ نکلیں۔

اس کے بعد آپؓ کا قافلہ وہاں سے روانہ ہو کر پنج شنبہ 2 محرم 61ھ کو نینویٰ کے میدان کرب و بلا میں خیمہ زن ہو گیا۔ 3 محرم 61ھ کو عمر بن سعد چار ہزار فوج کے ساتھ نینویٰ پہنچا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ابن سعد کے درمیان نامہ و پیام بھی ہوا لیکن ابن سعد کو ابن زیاد کا حکم پہنچا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر پانی بند کر دو۔ اس حکم پر ابن سعد نے 500 سواروں کا ایک دستہ دریائے فرات پر پانی روکنے کے لیے متعین کر دیا۔ اس دستہ نے ساتویں محرم سے پانی روک دیا۔ جب لشکر حسینؓ میں پانی کی طلب زیادہ ہوئی تو آپؓ نے اپنے سوتیلے بھائی عباسؓ بن علیؓ کو 30 سوار اور 20 پیدل کے ساتھ پانی لینے کے لیے بھیجا۔ یہ چشمے پر پہنچے تو متعین دستہ مزاحم ہوا' لیکن عباسؓ نے مقابلہ کر کے دستے کو پیچھے ہٹا دیا اور پیادوں نے ریلا کر کے پانی بھر لیا۔ جنہیں عباسؓ نے کھڑے کھڑے لشکر حسینؓ

Marfat.com

میں واپس بھجوا دیا۔

اس کے بعد حضرت حسینؓ اور عمرو بن سعید میں خفیہ گفتگو ہوئی۔ یہ گفتگو رات کی تاریکی میں عمرو بن سعد اور حسینؓ بن علیؓ کے خیموں کے درمیان ایک جگہ پر ہوئی۔ جہاں کوئی دوسرا موجود نہ تھا۔ اس گفتگو کا علم کسی شخص کو نہیں۔ لوگوں نے خواہ مخواہ لمبی لمبی کہانیاں وضع کر لی ہیں۔

شب عاشورہ

9 محرم 61ھ کو جنگ کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ رات کی تاریکی میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے سب سے کہا کہ اگر کوئی اپنی جان بچانا چاہتا ہے تو رات کی تاریکی میں یہاں سے چلا جائے مگر تمام اعزہ نے بہت جذباتی تقریریں کیں اور جان فدا کرنے کا عزم ظاہر کیا۔

آپؓ نے منتشر خیموں کو ایک جگہ نصب کرایا اور ان کی پشت پر خندق کھدوا کر آگ جلادی تاکہ دشمن عقب سے حملہ آور نہ ہو سکے۔ جب آپؓ اپنی تلوار کی صفائی کر رہے تھے تو آپؓ کی بہن زینبؓ نے حالات کا اندازہ کر کے گریہ وزاری شروع کر دی، مگر آپؓ نے انہیں تسلی دی اور ہر شخص ساری رات عبادت میں محو رہا۔

شب عاشورہ ختم ہونے کے بعد جنگ کا آغاز ہوا۔ حضرت حسینؓ کے ساتھ صرف 72 جاں نثار تھے۔ دوسری طرف چار ہزار شامی تھے۔ میدان میں جانے سے پیشتر آپؓ نے اللہ پاک سے دعا کی:

"خدایا تو ہر مصیبت میں میرا بھروسہ اور تکلیف میں میرا آسرا ہے۔ مجھ پر جو وقت آئے ان میں تو ہی میرا پشت پناہ تھا۔ بہت سے غم واندوہ ایسے ہیں جن میں دل کمزور پڑ جاتا ہے کامیابی کی تدبیریں کم ہو جاتی ہیں اور رہائی کی صورتیں گھٹ جاتی ہیں، دوست اس وقت ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور دشمن شماتت کرتے ہیں لیکن میں نے اس قسم کے تمام نازک اوقات میں سب کو چھوڑ کر تیری طرف رجوع کیا، تجھی سے اس کی شکایت کی، تو نے ان مصائب کے بادل چھانٹ دیئے اور ان کے مقابلہ میں میرا سہارا بنا تو ہی ہر نعمت کا ولی، ہر بھلائی کا مالک اور ہر آرزو اور ہر خواہش کا منتہیٰ ہے۔"

آپؓ نے لشکر یزید کے سامنے بڑی دردناک تقریر کی، مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ البتہ حُر اس لشکر سے نکل کر حضرت حسینؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، میری

Marfat.com

جانب سے جو کچھ گستاخیاں اور بے عنوانیاں ہو چکیں وہ ہو چکیں' اب اپنی جان غمگساری کے لیے پیش کرتا ہوں۔ امید ہے ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا' تمہاری توبہ قبول ہو گی۔ تمہیں بشارت ہو کہ تم دنیا و آخرت دونوں میں حُر یعنی آزاد ہو۔

حُر نے بھی یزیدی لشکر کے سامنے تقریر کی مگر سب بے اثر۔ اس کے بعد ابن سعد علم لے کر بڑھا اور پہلا تیر چلا کر اعلان جنگ کر دیا۔

شامیوں کی طرف سے سیار اور سالم دو شخص نکلے' مگر فدائیاں حسینؓ میں سے عبداللہ بن عمیر نے ان دونوں کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد مختلف جنگجو دونوں طرفوں سے نکل نکل کر مقابلہ کرتے رہے' مگر شامیوں میں سے جو بھی نکلا قتل ہی ہوا۔ اس کے بعد عام جنگ برپا ہو گئی۔ اس وقت حسینی لشکر میں سے 33 آدمی لڑ رہے تھے اور جس طرف کا رخ کرتے تھے شامیوں کی صفیں الٹ دیتے تھے۔

ابن سعد نے حسینی خیموں میں آگ لگوا دی۔ حضرت حسینؓ نے دیکھا تو فرمایا' اب دشمن عقب سے حملہ نہ کر سکے گا۔ شمر خیموں کے گرد حملہ کرنے کی نیت سے موقع کی تلاش میں تھا' مگر جب حضرت حسینؓ نے اسے دیکھا تو فرمایا' تو میرے اہلِ بیت کو آگ میں جلانا چاہتا ہے' خدا تجھ کو آتش دوزخ میں جلائے۔ کچھ اس ڈانٹ سے اور کچھ لوگوں کے غیرت دلانے سے شمر لوٹ گیا۔

جب جنگ پورے زوروں پر ہو گئی اور حضرت حسینؓ کے گرد شامی کثرت سے جمع ہو گئے تو سب سے پہلے حنفی حضرت حسینؓ کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے اور تمام تیر اپنے اوپر روکتے رہے' حتیٰ کہ شہید ہو کر گر پڑے۔ اس کے بعد زہیر بن قیس شہید ہوئے اور پھر نافع بن ہلال بجلی جنہوں نے 12 کوفیوں کو قتل کیا تھا' گرفتار ہو کر شہید ہوئے۔ پھر آخر میں عبداللہ اور عبدالرحمن بڑھے۔ ان کے بعد سیف بن حارث اور مالک بن عبد نکلے۔ ان کے بعد خظلہ بن شامی نکلے۔ اس کے بعد اس طرح باری باری سب جاں نثار شہادت کا تاج پہن کر سرخرو ہوئے۔

اب اہلِ بیت کی باری آئی تو علی اکبر نکلے اور کافی دیر تک مقابلہ کرنے کے بعد مرہ کے تیر سے شہید ہو گئے۔ ان کے بعد مسلم بن عقیل کے صاحبزادے عبداللہ شہید ہوئے۔ پھر جعفر طیارؓ کے پوتے عدی شہید ہوئے۔ پھر عقیل کے صاحبزادے عبدالرحمن اور ان کے بعد محمد بن عقیل بھی شہادت سے سرفراز ہوئے۔ پھر حضرت حسینؓ کے بیٹے قاسم پھر ان کے بھائی ابو بکر اور اس طرح باری باری سارے اہلِ بیت شہید ہو گئے۔

Marfat.com

حضرت امام حسینؓ کی شہادت

10 محرم 61ھ (ستمبر 681ء) میدان جنگ میں جب حضرت حسینؓ پیاس سے نڈھال ہونے لگے تو آپؓ نے دریائے فرات کا رخ کیا اور ساحل پر پہنچ کر پانی پینا چاہتے تھے کہ شامی فوج کے حصین بن نمیر نے ایسا تیر مارا کہ دہن مبارک سے خون کا فوارہ پھوٹ نکلا۔ آپؓ نے چُلّو بھر پانی لے کر آسمان کی طرف اچھالا اور فرمایا' خدایا جو کچھ تیرے نبی کے نواسے کے ساتھ کیا جا رہا ہے' اس کا شکوہ تجھی سے کرتا ہوں۔ جس قدر امام نڈھال ہوتے جا رہے تھے' شامیوں کی جسارت بڑھتی جا رہی تھی اور ان کا خوف دور ہو رہا تھا اور شمر لوگوں کو برابر اُبھار رہا تھا اور لوگ حضرت امام کے گرد گھیرا تنگ کر رہے تھے۔ میدان کربلا میں قیامت برپا تھی۔ دفعتہً مالک بن شبر کندی نے حضرت امام حسینؓ پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ تلوار آپؓ کے کلاہ (خود) کو کاٹتی ہوئی سر تک پہنچ گئی اور سارا بدن خون کے چھینٹوں سے بھر گیا۔ آپؓ نے دوسری ٹوپی منگوا کر پہنی لیکن لحظہ بہ لحظہ کمزوری بڑھتی جاتی تھی۔ شمر نے پکارا کہ آگے بڑھ کر زبردست حملہ کرو۔ ایک شخص نے تیر مارا جو گردن میں آ کر اٹک گیا۔ ابھی آپؓ نے اسے نکالا ہی تھا کہ زرعہ بن شریک تمیمی نے بائیں ہاتھ پر تلوار ماری پھر گردن پر وار کیا ان زخموں نے آپؓ کو بالکل نڈھال کر دیا اور آپؓ گرنے والے تھے کہ سنان بن انس نے کھینچ کر نیزہ مارا جس سے آپؓ گر گئے اور اس بدبخت نے آپؓ کا سر مبارک تن سے جُدا کر لیا۔

آپؓ کو شہید کرنے کے بعد سنگدل شامیوں نے آپؓ کے مبارک جسم کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا اور پھر خیموں پر حملہ کر کے تمام سامان لوٹ لیا۔ اس وقت خاندان نبوت کا ایک ٹمٹماتا ہوا چراغ یعنی زین العابدینؓ بیمار تھے اور ایک بستر پر بڑی خستہ حالت میں پڑے تھے۔ شمر انہیں بھی شہید کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ایک شخص حمید بن مسلم نے سپاہیوں سے کہا کہ اس کم سن اور بیمار کو کیوں قتل کرتے ہو۔ اتنے میں عمر بن سعد آ گیا اور اس نے کہا خبردار کوئی شخص ان کے خیموں میں نہ جائے اور نہ اس بیمار کو ہاتھ لگائے۔ جس نے جو کچھ لوٹا اسے واپس کر دے۔ عمر بن سعد کے اس کہنے پر سپاہیوں نے ہاتھ روک لیے۔ حضرت زین العابدین پر اس برتاؤ کا بڑا اثر ہوا۔ آپ نے اس کا شکریہ ادا کیا لیکن کسی نے لوٹا ہوا سامان واپس نہ کیا۔

شہدائے بنو ہاشم کی تعداد اور ان کی تجہیز و تکفین

حضرت حسینؓ کے ساتھ 72 آدمی شہید ہوئے۔ ان میں سے 20 آدمی خاندان

بنو ہاشم کے چشم و چراغ تھے۔نام مندرجہ ذیل ہیں۔

1- حسینؓ بن علیؓ
2- عباسؓ بن علیؓ
3- جعفرؓ بن علیؓ
4- عبداللہؓ بن علیؓ
5- عثمان بن علیؓ
6- محمد بن علیؓ
7- ابو بکر بن علیؓ
8- علی بن حسینؓ بن علیؓ (علی اکبرؒ)
9- عبداللہ بن حسینؓ
10- ابو بکر بن حسنؓ
11- عبداللہ بن حسنؓ
12- قاسم بن حسنؓ
13- عون بن عبداللہ بن جعفر طیارؓ
14- محمد عبداللہ بن جعفرؓ
15- جعفر بن عقیلؓ بن ابی طالب
16- عبدالرحمٰن بن عقیلؓ
17- عبداللہ بن عقیلؓ
18- مسلم بن عقیلؓ
19- عبداللہ بن مسلمؓ بن عقیلؓ
20- محمد ابو سعید بن عقیلؓ

حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد اہل بیت نبوی ﷺ میں زین العابدین، حسن بن حسنؓ، عمرو بن حسنؓ اور کچھ شیر خوار بچے باقی رہ گئے تھے۔ زین العابدین بیماری کی وجہ سے چھوڑ دیئے گئے اور بچے شیر خواری کی وجہ سے بچ گئے۔

شہادت کے دوسرے یا تیسرے دن بعد غاضریہ کے باشندوں نے ان شہداء کی لاشیں دفن کیں۔ حضرت حسینؓ کا لاشہ بے سر کے دفن کیا گیا۔ سر مبارک ابن زیاد کے ملاحظہ کے لیے کوفہ بھیج دیا گیا۔ ابن زیاد کے سامنے جب سر مبارک پیش ہوا تو وہ چھڑی سے

Marfat.com

لب اور دندان مبارک کو چھیڑنے لگا۔ وہاں حضرت زیدؓ بن ارقم بھی موجود تھے۔ ان سے یہ نظارہ نہ دیکھا گیا اور ابن زیاد سے فرمایا:

"چھڑی ہٹالو۔ خدائے واحد کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک کو ان لبوں کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے۔"

یہ کہہ کر بے اختیار رو دیئے۔ ابن زیاد بولا:

"خدا تیری آنکھوں کو ہمیشہ رلائے' اگر تو بڈھا پھونس نہ ہوتا اور تیرے حواس جاتے نہ رہے ہوتے تو تیری گردن اڑا دیتا۔"

ابن زیاد کے ان گستاخانہ کلمات کو سن کر آپؓ نے فرمایا کہ:

"قوم عرب آج سے تم نے غلامی کا طوق اپنی گردن میں ڈال لیا۔ تم نے ابن مرجانہ (ابن زیاد) کے کہنے پر حسینؓ بن فاطمہؓ کو قتل کر دیا۔ ابن مرجانہ نے تمہارے پہلے آدمیوں کو قتل کیا اور بڑوں کو غلام بنالیا اور تم نے یہ ذلت گوارا کر لی۔ اس لیے ذلیلوں سے دور رہنا بہتر ہے۔"

یہ کہہ کر وہ اس کے پاس سے چلے گئے۔

اہلِ بیت کا سفر کوفہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد 12 محرم 61ھ کو بقیہ اہلِ بیت کے اس قافلہ کو لے کر شامی کربلا سے کوفہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ اس وقت تک شہداء کی لاشیں بے گور و کفن پڑی ہوئی تھیں۔ اہل بیت کا یہ ستم رسیدہ اور لٹا ہوا قافلہ اسی راستہ سے گزرا جب بے گور و کفن لاشوں پر اہلِ بیت کی نظریں پڑیں تو قافلہ میں ماتم بپا ہو گیا۔ اس موقع پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے روتے ہوئے فرمایا:[1]

"اے محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) آیئے دیکھئے آپؐ کے حسینؓ کا خون میں لتھڑا ہوا لاشہ چٹیل زمین پر پڑا ہے۔

اس کا جسم پارہ پارہ کر دیا گیا ہے۔

آپ ﷺ کے گھرانے کی لڑکیاں رسیوں میں جکڑی ہوئی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت قتل کر کے گرم ریت پر بچھادی گئی ہے اور اس پر خاک اڑ رہی ہے۔

اے میرے نانا' یہ آپ ﷺ کی اولاد ہے جسے ہنکایا جا رہا ہے۔

1- بحوالہ تذکار صحابیات' صفحہ 505'512

Marfat.com

ذرا حسینؓ کو دیکھئے اس کا سر کاٹ لیا گیا ہے۔
اس کا عمامہ اور چادر چھین لی گئی ہے۔"
آپؓ کا یہ نوحہ سن کر دوست دشمن سب روتے تھے۔

جب یہ لٹا پٹا قافلہ کوفہ میں داخل ہوا اور ہزاروں کی تعداد میں اہل کوفہ انہیں دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے تو حضرت زینبؓ نے ان کے سامنے ایک عبرت انگیز خطبہ دیا اور حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

"اے کوفیو...... اے مکارو...... اے عہد شکنو......
اپنی زبان سے پھر جانے والو' خدا کرے تمہاری آنکھیں ہمیشہ روتی رہیں' تمہاری مثال اس عورت کی سی ہے جو خود ہی سوت کاتتی اور پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے۔ تم نے خود ہی میرے بھائی سے رشتۂ بیعت جوڑا اور پھر خود ہی توڑ ڈالا۔ تمہارے دلوں میں کھوٹ اور کینہ ہے۔ تمہاری فطرت میں جھوٹ اور دغا ہے۔ خوشامد' شیخی خوری اور عہد شکنی تمہارے خمیر میں شامل ہے۔ تم نے جو کچھ آگے بھیجا ہے۔ وہ بہت بُرا ہے۔ تم نے خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند کو جو جنت کے جوانوں کے سردار ہیں' قتل کیا ہے۔ خدا کا قہر تمہارا انتظار کر رہا ہے۔
آہ! اے کوفہ والو! تم نے ایک بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے جو منہ بگاڑنے والا اور مصیبت میں مبتلا کر دینے والا ہے۔ یاد رکھو! تمہارا رب نافرمانوں کی تاک میں ہے' اس کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔"

اس خطبہ کو سن کر کوفیوں کو اس قدر ندامت ہوئی کہ ان میں سے اکثر کی روتے ہوئے گھگی بندھ گئی۔

دوسرے دن کوفہ کے گورنر عبید اللہ بن زیاد نے دربار منعقد کیا اور اسیرانِ اہل بیت کو اس کے سامنے پیش کیا۔ حضرت زینبؓ بہت خستہ حالت میں تھیں۔

ابن زیاد نے پوچھا: "یہ عورت کون ہے؟"
ایک لونڈی نے کہا: "زینبؓ بنت علیؓ ہیں۔"
ابن زیاد نے کہا: "خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں رسوا کیا اور تمہاری جدتوں کو جھٹلایا۔"
حضرت زینبؓ نے نہایت بے باکی سے جواب دیا:

Marfat.com

"خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے عزت بخشی۔ انشاءاللہ فاسق رسوا ہوں گے اور جھٹلائے جائیں گے۔"

ابن زیاد نے کہا: "تم نے دیکھا تمہارے بھائی اور اس کے ساتھیوں کا کیا حشر ہوا؟"

حضرت زینبؓ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے انہیں درجۂ شہادت پر فائز کیا۔ عنقریب وہ اور تم داورِ محشر کے سامنے جمع ہو گے۔ اس وقت تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کس کا حشر کیا ہوتا ہے۔"

ابن زیاد جھلّا کر بولا: "بنی ہاشم کے سب سے سرکش آدمی کے قتل سے میرا دل ٹھنڈا ہو گیا ہے۔"

حضرت زینبؓ کو ابن زیاد کی اس طرح اظہار مسرت کرنے پر بڑا دکھ ہوا۔ ان کا آبگینۂ دل تو حوادث کربلا سے ٹوٹ چکا تھا' اس لیے بے اختیار رو دیں اور فرمایا: "خدا کی قسم تو نے ہمیں اپنے گھروں سے نکالا' ہمارے ادھیڑوں کو قتل کیا' ہماری شاخوں کو کاٹا' ہماری جڑوں کو اکھاڑا' اگر اسی سے تمہارا دل ٹھنڈا ہونا تھا تو ہو گیا۔"

ابن زیاد سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ اب اس کی نظر حضرت زین العابدین پر پڑی۔ پوچھا: "لڑکے تم کون ہو؟"

انہوں نے جواب دیا: "علی بن حسینؓ۔"

ابن زیاد نے عمرو بن سعد سے پوچھا: "اسے کیوں نہیں قتل کیا؟"

اس نے جواب دیا: "بیمار ہے۔"

ابن زیاد نے کہا: "اسے میرے سامنے قتل کر دو۔"

حضرت زینبؓ یہ حکم سُن کر تڑپ اٹھیں اور فرمایا: "اے ابن زیاد' کیا تو ابھی تک ہمارے خون سے سیر نہیں ہوا۔ کیا اس نقاہت اور بیماری کے مارے ہوئے مصیبت زدہ بچے کو بھی مارو گے۔ اگر اسے قتل کرنا ہے تو اس کے ساتھ مجھے بھی مار ڈال۔"

یہ کہہ کر حضرت زین العابدین سے چمٹ گئیں۔

ابن زیاد کے دل میں کچھ خیال آ گیا اور اس نے حکم دیا کہ اس لڑکے کو عورتوں کے ساتھ رہنے کے لیے چھوڑ دو۔ چند دن بعد ابن زیاد نے شُہداء کے سروں اور اسیران بیت کو فوج کے پہرے میں یزید کے پاس دمشق روانہ کر دیا۔

Marfat.com

قافلۂ اہل بیت دمشق میں

طویل سفر کی مصیبتیں برداشت کرنے کے بعد اسیران اہلِ بیت دمشق پہنچے تو تین چار دن کے بعد انہیں یزید کے دربار میں پیش کیا گیا۔ ایک سرخ رنگ کے شامی نے فاطمہ بنت حسینؓ کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"امیر المومنین یہ لڑکی مجھے دے دیجئے۔"

حضرت زینبؓ یہ سُن کر تڑپ اٹھیں اور بولیں: "خدا کی قسم یہ لڑکی نہ تجھے مل سکتی ہے اور نہ یزید کو' جب تک کہ اللہ کے دین کو ترک کرنے کا اعلان نہ کر دے۔ پیغمبر ﷺ کے خاندان میں کسی کو تو یا تیرا بادشاہ ہرگز لونڈی نہیں بنا سکتا۔"

شامی نے دوبارہ یہی سوال کیا لیکن یزید نے اسے روک دیا۔

جب حضرت امام حسینؓ کا سر مبارک یزید کے سامنے پیش کیا گیا تو خواتین اہلِ بیت رونے لگیں۔ حضرت زینبؓ نے سر مبارک کی طرف مخاطب ہو کر کہا:

"اے حسینؓ...... اے محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دل بند
اے دوش پیغمبر ﷺ کے سوار' اے فاطمۃ الزہراہ کے لختِ جگر
اے جنت کے جوانوں کے سردار۔"

یزید نے پوچھا: "یہ عورت کون ہے؟"

اسے بتایا گیا کہ حسینؓ کی چھوٹی بہن زینبؓ ہیں۔ یزید نے حضرت زینبؓ سے مخاطب ہو کر کہا: "کیا تمہارا بھائی یہ نہیں کہتا تھا کہ میں یزید سے بہتر ہوں اور میرا باپ یزید کے باپ سے بہتر تھا۔"

حضرت زینبؓ نے بڑی دلیری سے جواب دیا: "بے شک میرا بھائی سچ کہتا تھا۔"

یزید نے کہا: "میری عمر کی قسم' حسینؓ کے نانا میرے نانا سے بہتر تھے۔ حسینؓ کی ماں میری ماں سے بہتر تھیں۔ رہا میرا باپ اور حسینؓ کا باپ تو سب کو معلوم ہے کہ خدا نے کس کے حق میں فیصلہ دے دیا۔"

اس پر حضرت زینبؓ نے یزید اور اس کے اہلِ دربار کو مخاطب کر کے ایک دردناک تقریر کی۔ انہوں نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

"اے یزید گردش افلاک اور ہجوم آفات نے مجھے تجھ سے مخاطب ہونے پر مجبور کر دیا۔ یاد رکھو رب العزت ہم کو زیادہ عرصے تک اسی حال میں نہ

رکھے گا۔ ہمارے مقاصد کو ضائع نہ کرے گا۔ تو نے ہمیں نقصان نہیں پہنچایا' اپنے آپ کو پہنچایا ہے۔

آہ...... تیرے آدمیوں نے دوشِ رسولؐ کے سوار اور اس کے بھائیوں' فرزندوں اور ساتھیوں کو نہایت بے دردی سے ذبح کر دیا۔ انہوں نے پردہ نشینانِ اہلِ بیت کی بے حرمتی کی۔ اے کاش تو اس وقت شہیدانِ کربلا کو دیکھ سکتا۔ تو اپنی ساری دولت وحشمت کے بدلے ان کے پہلو میں کھڑا ہونا پسند کرتا۔ ہم عنقریب اپنے نانا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان مصائب کو بیان کریں گے جو تیرے بے درد ہاتھوں سے ہمیں پہنچے ہیں اور یہ اس جگہ ہو گا جہاں اولادِ رسول ﷺ اور اس کے ساتھی جمع ہوں گے۔ ان کے چہروں کا خون اور جسموں کی خاک صاف کی جائے گی۔ وہاں ظالموں سے بدلہ لیا جائے گا۔ حسینؓ اور ان کے ساتھی مرے نہیں' اپنے خالق کے پاس زندہ ہیں اور وہی ان کے لیے کافی ہیں۔ وہ عادل حقیقی نبی ﷺ کی اولاد اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرنے والوں سے ضرور بدلہ لے گا۔ وہی ہماری امید گاہ ہے اور اسی سے ہم فریاد کرتے ہیں۔"

یہ تقریر سن کر یزید اور اس کے درباری سکتے میں آ گئے۔ یزید کو خوف محسوس ہوا کہ کہیں لوگ خاندانِ رسالت ﷺ کی حمایت میں میرے خلاف نہ اٹھ کھڑے ہوں۔ اس نے خواتینِ اہلِ بیت کو اپنے خاص حرم سرا میں ٹھہرایا اور جہاں تک ہو سکا ان کی دل جوئی کی کوشش کی۔ (دراصل شہادت اور ظلم و ستم کے ان واقعات کو یزید کے حکم سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ سب واقعات بغیر اس کے حکم کے اور اس کی لاعلمی میں ہوئے' اس لیے ان کی ذمہ داری زیادہ تر ابن زیاد کے سر ہے۔ یزید کو تاعمر اس کا قلق رہا' جیسا کہ آئندہ واقعات سے معلوم ہو گا۔ (بحوالہ سیر الصحابہ' جلد چہارم صفحہ 215)

حضرت حسینؓ کی خبر شہادت پر یزید کا تاثر اور اس کی برہمی

سب سے اوّل جب زحر بن قیس نے یزید کے دربار میں حضرت حسینؓ اور آپؓ کے ساتھیوں کی شہادت کی خبر پہنچائی اور بہت زیادہ خیر خواہی میں اس کو پوری تفصیل سے مزے لے لے کر بیان کرنے لگا تو یزید انہیں سن سن کر آبدیدہ ہو گیا اور بولا: "اگر تم لوگ حسینؓ کو قتل نہ کرتے تو میں تم سے زیادہ خوش ہوتا۔ ابن سمیہ (ابن زیاد) پر خدا کی لعنت ہو۔ اگر مَیں ہوتا تو خدا کی قسم حسینؓ کو معاف کر دیتا۔ خدا حسینؓ پر اپنی رحمت نازل کرے۔

زحر نے انعام واکرام کے لالچ میں بڑی لفاظی کے ساتھ شہادت کا واقعہ بیان کیا تھا۔ لیکن یزید نے اسے کچھ نہ دیا۔

علامہ ابو حنیفہ احمد بن داؤد دینوری جن کو اہلِ بیت نبوی ﷺ کے ساتھ خاص عقیدت ہے' اوپر والا واقعہ اپنی تاریخ "اخبار الطّوال" میں اس طرح لکھتے ہیں:

"جب یزید نے حسینؓ کی شہادت کے واقعات سنے تو آبدیدہ ہو گیا اور کہا تم لوگوں کا بُرا ہو۔ اگر تم لوگ حسینؓ کو چھوڑ دیتے تو میں زیادہ خوش ہوتا۔ ابن مرجانہ (ابن زیاد) پر خدا کی لعنت ہو۔ خدا کی قسم اگر میں حسینؓ کے پاس موجود ہوتا تو ان کو معاف کر دیتا۔ خدا ابو عبداللہ (حسینؓ) پر رحمت نازل فرمائے۔"

اہل بیت نبوی ﷺ کا معائنہ اور ان سے ہمدردانہ برتاؤ

پھر عورتوں اور بچوں کو بلا کر اپنے سامنے بٹھایا۔ اس وقت یہ سب ابتر حالت میں تھے۔ یزید نے انہیں اس حالت میں دیکھ کر کہا:

"خدا ابن مرجانہ کا بُرا کرے' اگر اس کے اور تمہارے درمیان قرابت ہوتی تو نہ وہ تمہارے ساتھ یہ سلوک کرتا اور نہ اس طرح سے تم کو بھیجتا۔"

فاطمہ بنت علیؓ کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ یزید کے سامنے پیش کیے گئے تو ہماری حالت دیکھ کر اس پر رقّت طاری ہو گئی اور ہمارے لیے کوئی حکم دیا اور بڑی نرمی اور ملاطفت کا برتاؤ کیا۔

یزید کے گھر میں حسینؓ کا ماتم اور زین العابدین کے ساتھ برتاؤ

اہل بیت سے گفتگو کے بعد ان سب کو خاص حرم سرا میں ٹھہرانے کا حکم دیا۔ یزید خود حضرت حسینؓ کا رشتہ دار تھا' اس کی عورتیں بھی عزیز تھیں' اس لیے ستم رسیدہ قافلہ کے زنان خانہ میں داخل ہوتے ہی یزید کے گھر میں کہرام مچ گیا اور ساری عورتوں نے نوحہ کیا۔ تین دن تک کامل یزید کے گھر میں ماتم بپا رہا۔ اس دوران یزید برابر زین العابدین کو اپنے ساتھ دستر خوان پر بلا کر کھانا کھلاتا تھا۔

آپ کو یاد ہو گا کہ حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد شامی وحشیوں نے اہلِ بیت نبوی ﷺ کا کُل ساز و سامان لوٹ لیا تھا اور ابن سعد کے حکم کے باوجود کسی نے واپس نہیں کیا تھا۔ یزید نے اس کی پوری تلافی کی اور تمام عورتوں سے پوچھ پوچھ کر جن جن کا جس قدر

مال گیا تھا' اس کا دگنا مال دلوایا۔ سکینہ بنت حسینؓ اس کے اس تلافی مافات سے بہت متاثر ہوئیں چنانچہ وہ کہتی تھیں کہ مَیں نے منکرین خدا میں یزید سے بہتر کسی کو نہیں پایا۔

چند دن کے قیام کے بعد جب اہلِ بیت کو کسی قدر سکون ہوا تو یزید نے انہیں عزت واحترام کے ساتھ مدینہ بھجوانا چاہا اور سب کو بلا کر زین العابدینؒ سے کہا: "ابن مرجانہ پر خدا کی لعنت ہو' اگر میں ہوتا تو حسینؓ جو کچھ کہتے میں مان جاتا اور ان کی جان بچانے کی پوری کوشش کرتا' خواہ اس میں میری اولاد ہی کیوں نہ کام آجاتی۔ لیکن اب قضائے الٰہی پوری ہو چکی ہے۔ بہر حال جب بھی تمہیں کسی قسم کی ضرورت پیش آئے تو فوراً مجھے لکھنا۔"

شام سے اہلِ بیت کی مدینہ روانگی اور اس کے لیے انتظامات

ان سب سے مل کر نعمان بن بشیر کو حکم دیا کہ اہلِ بیت کی ضروریات کا کُل سامان مہیا کیا جائے اور چند دیانت دار اور نیک شامیوں کے ساتھ انہیں رخصت کیا جائے اور حفاظت کے لیے مدینہ تک سواروں کا دستہ ساتھ جائے۔ اس حکم پر جملہ ضروری سامان مہیا کیا گیا اور یزید نے انہیں رخصت کیا۔ جو لوگ حفاظت کے لیے ساتھ گئے تھے۔ انہوں نے پوری ذمہ داری کے ساتھ اپنے فرائض سرانجام دیئے۔ وہ ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہ ہوتے تھے۔ جہاں قافلہ منزل کرتا تھا یہ لوگ پردہ کے خیال سے الگ ہٹ جاتے تھے۔ اسی حفاظت و مدارات کے ساتھ قافلہ کو مدینہ پہنچانا اہل بیت کے شکستہ دل بھی ان لوگوں کے شریفانہ سلوک سے بہت متاثر ہوئے' چنانچہ فاطمہؓ اور زینبؓ نے اپنے کنگن اور بازوبند اتار کر شکرانہ کے طور پر بھیجے اور زبانی کہلوایا کہ اس وقت ہم معذور ہیں اسی قدر معاوضہ دے سکتے ہیں لیکن نعمان بن بشیر نے ان سب کو واپس کر دیا اور کہا:

"اگر ہم نے دنیاوی نفع کے لیے یہ خدمت کی ہوتی تو یہ چیزیں معاوضہ ہو سکتی ہیں' لیکن خدا کی قسم ہم نے جو کچھ کیا وہ صرف اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کے خیال سے کیا ہے۔"

جب یہ قافلہ مدینہ منورہ پہنچا تو دن ڈھل چکا تھا۔ اس دن سارا مدینہ سوگوار تھا۔ ہزاروں لوگ روتے ہوئے ان مصیبت زدوں کی پیشوائی کے لیے جمع ہو گئے۔ حضرت زینبؓ روضہ نبوی ﷺ پر حاضر ہوئیں تو دھاڑیں مار مار کر روئیں اور زبان پر یہ الفاظ جاری ہو گئے:

"اے میرے پیارے نانا جان!

مَیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند اور اپنے بھائی حسینؓ کی شہادت کی خبر لائی

Marfat.com

ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کی اولاد کو رسیوں سے باندھ کر کوفہ اور دمشق کی گلیوں میں پھرایا گیا۔"

اس وقت روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب جتنے لوگ موجود تھے' سب حضرت زینبؓ کے الفاظ سُن کر رونے لگے۔ پھر وہ اپنی والدہ ماجدہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؓ کے مزار پر گئیں اور اس درد سے روئیں کہ سنگدل بھی بے اختیار ہو گئے اور ان کے آنسو نکل گئے۔ اس کے بعد وہ اپنے خاندان کے دوسرے لوگوں سے ملیں انہیں اپنی روداد غم سنائی اور سب کو صبر کی تلقین کی۔

واقعہ شہادت پر ایک نظر

درحقیقت حضرت حسینؓ کا واقعہ شہادت بھی منجملہ ان واقعات کے ہے جس میں مسلمانوں کے مختلف گروہوں نے بڑی افراط اور تفریط سے کام لیا ہے۔ بعض اسے اتنا گھٹاتے ہیں کہ خاکم بدہن حضرت حسینؓ کو حکومت کا باغی قرار دے کر آپؓ کے قتل کو جائز ٹھہراتے ہیں اور بعض اتنا بڑھاتے ہیں کہ اس کا اندرونی سلسلہ تکمیل نبوت سے ملا دیتے ہیں۔

خوش اعتقادی کا اقتضا یہ ہے کہ ان بزرگوں کے خیالات پر زیادہ نکتہ چینی نہ کی جائے کیونکہ اس قسم کے خیالات کی حیثیت شاعرانہ آفرینی اور خوش خیالی سے زیادہ نہیں ہے لیکن پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر اس شہادت کی کیا حیثیت تھی۔ کیا حضرت حسینؓ محض حصول خلافت کے لیے کوفہ گئے مگر اس میں ناکام رہے اور قتل کر دیئے گئے یا اس کے اندر کوئی اور راز مضمر تھا۔ اگر پہلی صورت مان لی جائے تو پھر حسینؓ کی شہادت اور عام حوصلہ مندوں کی قسمت آزمائی میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ اس کے جواب کے لیے یزید کی ولی عہدی سے لے کر واقعہ شہادت تک کے حالات پر نظر ڈالنی چاہیے کہ یزید کی ولی عہدی کی مذہبی حیثیت کیا تھی اور کن حالات میں مسلمانوں نے اسے ولی عہد تسلیم کیا تھا؟ اور اس کے ہم عصروں میں اس منصب کے لیے اس سے زیادہ اہل اشخاص موجود تھے یا نہیں؟ اور خلافت کے بعد اس کا طرز حکومت کیسا تھا؟

امیر معاویہؓ نے جس طرح یزید کو ولی عہد بنایا تھا اس کے بارے میں مختلف روایات ہیں' تاہم یہ بات مشترک ہے کہ مدینہ کے ارباب رائے صحابہؓ نے خوشی سے حضرت امیر معاویہؓ کی یہ بدعت تسلیم نہیں کی اور عبداللہؓ بن زبیرؓ، عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ، حسینؓ بن

Marfat.com

علیؓ اور عبداللہؓ بن عمرؓ اور دوسرے نوجوانوں نے علی الامکان اس کی مخالفت کی تھی۔ ابن زبیرؓ نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ ہم خلافت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ کے طریقہ کے علاوہ اور کوئی نیا طریقہ قبول نہیں کر سکتے۔ عبدالرحمٰنؓ بن ابو بکرؓ نے اس سے بھی زیادہ تلخ لیکن صحیح جواب دیا۔ مروان نے جب مدینہ میں یزید کی ولی عہدی کا مسئلہ پیش کیا تو کہا کہ امیر المومنین معاویہؓ یہ چاہتے ہیں کہ ابو بکرؓ اور عمرؓ کی سنت کے مطابق اپنے لڑکے یزید کو خلیفہ بنا جائیں۔ عبدالرحمٰنؓ بن ابو بکرؓ نے جواب دیا کہ یہ ابو بکرؓ اور عمرؓ کی سنت نہیں ہے بلکہ کسریٰ و قیصر کی ہے۔ ابو بکرؓ اور عمرؓ نے اپنی اولاد کو اپنا جانشین نہیں بنایا بلکہ اپنے خاندان میں سے بھی کسی کو نہیں بنایا لیکن چونکہ عہد نبوت سے دوری کی وجہ سے بڑی حد تک حریت و آزادی کا خاتمہ ہو چکا تھا' اس لیے کچھ لوگوں نے امیر معاویہؓ کے دبدبہ و شکوہ سے مرعوب ہو کر کچھ لوگوں نے مال و زر کی طمع میں اور بعضوں نے محض اختلاف امت کے خطرہ سے بچنے کے لیے یزید کو ولی عہد مان لیا جو لوگ مخالف تھے' انہوں نے بھی جان کے خوف سے خاموشی اختیار کر لی۔ بہر حال کسی نے خوش دلی سے یزید کو ولی عہد تسلیم نہیں کیا۔

ابن زبیرؓ، حسینؓ، عبدالرحمٰنؓ گو خاموش ہو گئے تھے لیکن ان میں سے کسی نے بھی ولی عہدی تسلیم نہیں کی تھی۔ ان کے انکار پر امیر معاویہ بھی مصلحت وقت کے خیال سے خاموش ہو گئے تھے۔

یہ یزید کی ولی عہدی کی صورت تھی۔ اس کے علاوہ اگر اس حیثیت سے دیکھا جائے کہ اس وقت یزید سے بہتر اشخاص اس منصب کے لیے موجود تھے تو یزید کی ولی عہدی اور زیادہ قابل اعتراض ہو جاتی ہے کیونکہ مذکورہ بالا تینوں بزرگوں میں سے ہر ایک یزید کے مقابلہ میں زیادہ اہل تھا۔ اکابر صحابہ میں سے حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ اور بعض دوسرے بزرگ موجود تھے جن کے ہوتے ہوئے یزید کا نام کسی طرح نہیں لیا جا سکتا تھا لیکن امیر معاویہؓ نے ان تمام شخصیتوں سے قطع نظر کر کے یزید کو ولی عہد بنا دیا۔ اس کے بعد جب یزید خلیفہ ہوا تو بھی اس نے اپنے آپ کو اس منصب کا اہل ثابت نہیں کیا۔ بجائے اس کے کہ وہ ان بزرگوں کے مشورہ سے نظام حکومت چلاتا یا کم از کم امیر معاویہؓ کی طرح نرم پالیسی رکھتا' اس نے تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی استبداد شروع کر دیا اور عمائد مکہ اور مدینہ سے بیعت لینے کے احکام جاری کر دیئے تو کیا ایسی صورت میں حسینؓ اس کا نامنصفانہ حکم مان لیتے اور یزید کی غیر شرعی بیعت کو قبول کر کے تاریخ اسلام میں ظلم و ناانصافی کے سامنے سپر ڈالنے کی مثال قائم کرتے یا

Marfat.com

اس کے خلاف آواز بلند کر کے استبداد کے خلاف عملی جہاد کا سبق دیتے۔ ان دونوں صورتوں میں سے آپؓ نے دوسری صورت اختیار کی اور اس حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے جو غیر شرعی طریق پر قائم ہوئی تھی اور جس نے بہت سی اسلامی روایات کو پامال کر رکھا تھا۔ مسلمانوں کو ہمیشہ کے لیے حریت و آزادی کا سبق دے دیا جس کا ثبوت خود حضرت حسینؓ اور آپ کے داعیوں کی تقریروں سے ملتا ہے۔ آپؓ نے مسلم بن عقیل کی شہادت کے بعد مقام بیضہ پر اور اپنے اور حر کے ساتھیوں کے سامنے جو تقریر کی تھی وہ آپؓ کے تمام نظریات کو واشگاف الفاظ میں ظاہر کرتی ہے۔ اس تقریر سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ یزید کے مقابلہ میں حضرت حسینؓ کا آنا محض حصول خلافت کے لیے نہ تھا بلکہ اس کا مقصد اسلامی خلافت کا احیاء تھا، یعنی موروثی حکومت کے اثر سے اس کے نظام میں جو خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں ان کو دور کر کے پھر خلافت راشدہ کی یاد تازہ کر دی جائے اس کا ثبوت اس طرح بھی ملتا ہے کہ حضرت حسینؓ نے خود اس کی خواہش نہیں کی بلکہ جب اہل عراق نے پیہم خطوط سے آپؓ کو یقین دلا دیا کہ ان کے لیے یزید کی حکومت ناقابل برداشت ہے، اس وقت آپؓ نے کوفہ کا قصد کیا، اسی لیے آپؓ کے تشریف لانے کے بعد جب عراقیوں نے دھوکا دے دیا تو آپؓ واپس جانے پر رضامند ہو گئے اور فرمایا کہ تم نے اپنی شکایات کی بنا پر مجھے بلایا تھا، اب جب کہ تم اسے پسند نہیں کرتے تو مجھے بھی اس کی خواہش نہیں ہے۔ میں جہاں سے آیا ہوں واپس چلا جاؤں گا۔

درحقیقت حضرت امام حسینؓ کے دعویٰ خلافت اور شہادت کے بارے میں افراط و تفریط سے پاک صحیح مسلک یہ ہے کہ نہ آپؓ شیعی عقیدہ کے مطابق خلیفہ برحق تھے اور نہ خوارج کے عقیدہ کے مطابق نعوذ باللہ باغی تھے، جن کا قتل روا ہو بلکہ آپؓ کوفیوں کی دعوت پر ایک نیک مقصد (تجدید خلافت) کے لیے اٹھے اور اس کی راہ میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔

مذکورہ تقریر (مقام بیضہ والی) مندرجہ ذیل ہے:

ابو مخنف عقبہ بن ابی العیز ار سے روایت ہے کہ مقام بیضہ میں حسینؓ نے اپنے اور حُر کے ساتھیوں کے سامنے خطبہ دیا اور حمد و ثناء کے بعد کہا کہ:

"لوگو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے ایسے بادشاہ کو دیکھا جو ظالم ہے خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرتا ہے خدا کے عہد کو توڑتا ہے، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے، خدا کے بندوں میں گناہ اور زیادتی کے ساتھ حکومت کرتا ہے اور دیکھنے والے کو اس پر عملاً یا قولاً غیرت نہ آئی، تو خدا کو یہ حق ہے کہ اس بادشاہ کی جگہ

Marfat.com

اس دیکھنے والے کو دوزخ میں داخل کر دے۔ میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ ان لوگوں (بنی امیہ) نے شیطان کی اطاعت قبول کر لی ہے اور رحمٰن کی اطاعت چھوڑ دی ہے۔

خدا کی زمین پر فتنہ و فساد پھیلا رکھا ہے' حدود اللہ کو بے کار کر دیا ہے' مال غنیمت میں اپنا حصہ زیادہ لیتے ہیں' خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور اس کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کر دیا ہے۔ اس لیے مجھے ان باتوں پر غیرت آنے کا زیادہ حق ہے۔ میرے پاس بلاوے کے تمہارے خطوط آئے۔ بیعت کا پیغام لے کر تمہارے قاصد آئے۔ انہوں نے کہا کہ تم مجھے دشمنوں کے حوالہ نہ کرو گے اور بے یار و مددگار نہ چھوڑو گے۔ پس اگر تم اپنی بیعت کے حقوق پورے کرو گے تو ہدایت پاؤ گے۔ میں حسینؓ ابن علیؓ ابن ابی طالب اور فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ہوں۔ میری جان تمہاری جانوں کے ساتھ میرے اہل بیت تمہارے گھر والوں کے ساتھ ہیں' تمہارے لیے میری ذات نمونہ ہے۔ اب اگر تم اپنے فرائض پورے نہ کرو گے اور اپنا عہد و پیمان توڑ کر اپنی گردنوں سے میری بیعت کا حلقہ اتار دو گے تو خدا کی قسم تم سے یہ بھی بعید نہیں تم میرے باپ' بھائی اور میرے ابن عم مسلم کے ساتھ ایسا کر چکے ہو۔ وہ فریب خوردہ تھے جو تمہارے فریب میں آ گیا تم نے نقص عہد کر کے اپنا حصہ ضائع کر دیا جو شخص عہد توڑتا ہے اس کا وبال اسی پر ہوتا ہے اور عنقریب خدا مجھ کو تمہاری امداد سے بے نیاز کر دے گا۔

والسلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ'

(بحوالہ سیر الصحابہ جلد چہارم صفحہ 215-227)

فضل و کمال

خطابت

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں آپؓ بہت کم سن تھے' اس لیے انؐ سے استفادہ کا موقع نہ ملا تھا' تاہم آپؓ کے والد محترم حضرت علیؓ بہت عالم اور مقرر تھے' اس لیے آپؓ نے ان سے استفادہ بھی کیا اور بہت کچھ موروثی بھی پایا۔ خطابت آپؓ کے زمانے کا بڑا کمال تھا۔ آپؓ کا شمار بھی اس عہد کے ممتاز خطیبوں میں تھا۔ واقعات شہادت کے سلسلہ میں آپؓ کے بہت سے خطبات ملتے ہیں ان سے آپؓ کی خطابت کا پورا اندازہ ہو جاتا ہے۔ ہم نے اس کتاب میں آپؓ کے چند خطبات درج کیے ہیں۔

آپؓ کے کلمات طیّبات اور حکیمانہ مقولے اخلاق و حکمت کا سبق ہیں۔ اکثر تقریروں اور کتابوں میں ملتے ہیں۔

فضائل اخلاق

آپؓ کی ذات گرامی فضائل اخلاق کا مجموعہ تھی۔ ارباب سیر لکھتے ہیں کہ حضرت حسینؓ بڑے نمازی' بڑے روزہ دار' بہت حج کرنے والے' بڑے صدقہ دینے والے اور تمام اعمال حسنہ کو کثرت سے کرنے والے تھے۔ آپؓ کو تمام عبادات خصوصاً نماز سے بڑا ذوق تھا' آپؓ بکثرت نمازیں پڑھنے والے تھے۔ کثرت عبادت کی وجہ سے آپؓ کو بیویوں سے ملنے کا موقع بھی کم ملتا تھا۔

صدقات و خیرات

مالی اعتبار سے آپؓ کو خدا نے جیسی فارغ البالی عطا فرمائی تھی' اسی فیاضی سے آپؓ اسی کی راہ میں خرچ کرتے تھے۔ کوئی سائل آپؓ کے دروازے سے کبھی ناکام واپس نہ ہوتا تھا۔ حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں جب آپؓ کے پاس بصرہ سے اپنا ذاتی مال آتا تھا تو آپؓ اسی مجلس میں اس کو تقسیم کر دیتے تھے۔

انکسار و تواضع

سکینت اور وقار آپ کا خاص وصف تھا لیکن اس میں خود پسندی مطلق نہ تھی اور آپ حد درجہ خاکسار اور متواضع تھے۔ ادنیٰ اشخاص سے بھی بے تکلفی سے ملتے تھے اور فرماتے تھے کہ تکبّر کرنے والوں کو خدا دوست نہیں رکھتا۔

استقلال رائے

آپؓ سراپا حلم تھے۔ آپؓ کے مزاج میں تیزی و تندہی مطلق نہ تھی۔ بنوہاشم اور بنوامیہ میں بہت قدیم رقابت تھی' لیکن بنوامیہ کے مقابلہ میں آپؓ کسی دستبرداری اور مصالحت کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ جب امام حسنؓ نے خلافت سے حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں دستبرداری کا ارادہ ظاہر کیا تو حضرت حسینؓ نے نہایت سختی سے اس کی مخالفت کی لیکن امام حسنؓ نے ان کی مخالفت کے باوجود اپنا ارادہ نہ بدلا اور خلافت سے دستبردار ہو کر دنیا

Marfat.com

کو بتادیا کہ مسلمانوں کی خیر خواہی کے مقابلہ میں حکومت اور سلطنت کی بھی کوئی قیمت نہیں لیکن حضرت حسینؓ کی یہ عصبیت بھی حق پرستی کا ہی نتیجہ تھی اس لیے دونوں بزرگوں کے اوصاف اخلاق کے دو مختلف مظاہر تھے۔

ذریعۂ معاش

آپؓ مالی حیثیت سے ہمیشہ فارغ البال رہے اور بہت عیش و آرام سے زندگی بسر کی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں پانچ ہزار ماہانہ وظیفہ مقرر کیا تھا جو حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں بھی ملتا رہا۔ اس کے بعد حضرت حسنؓ نے خلافت سے دستبرداری کے وقت حضرت امیر معاویہؓ سے ان کے لیے دو لاکھ سالانہ مقرر کرا دیے تھے۔ غرض اس حیثیت سے آپؓ کی زندگی مطمئن تھی۔

حلیہ

آپؓ دونوں بھائی شکل و صورت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔

ازواج واولاد

آپؓ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں۔ آپؓ کی ازواج میں لیلیٰ' حباب' حرار اور غزالہ زیادہ مشہور تھیں۔ ان سے متعدد اولادیں ہوئیں جن میں علی اکبر' عبداللہ اور ایک چھوٹے صاحبزادے واقعہ کربلا میں شہید ہوئے۔ امام زین العابدینؒ باقی تھے' انہی سے نسل چلی۔ صاحبزادیوں میں سکینہ' فاطمہ اور زینب تھیں۔

"سیر الصحابہ" کی تحقیق کے مطابق یہ روایت غلط ہے کہ حضرت امام حسینؓ کی ازواج میں ایک کا نام یزدگرد شاہ ایران کی لڑکی شہر بانو کا بھی ملتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ حضرت امام زین العابدینؒ ان ہی کے بطن سے تھے لیکن کسی قدیم ماخذ میں اس کا ذکر نہیں ملتا' اس لیے قابل اعتماد نہیں اور یہ بات ایرانیوں نے سیاسی مقصد کے لیے گھڑی ہے۔

کتابیات

1- سیر الصحابہؓ (کامل)	مولانا شاہ معین الدین ندوی رحمتہ اللہ علیہ
2- الرّحیق المختوم	مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری انڈیا
3- النبیّ الخاتم	مولانا مناظر احسن گیلانی رحمتہ اللہ علیہ
4- نقوش (مختلف جلدیں)	محمد طفیل رحمتہ اللہ علیہ
5- عثمان ذوالنورینؓ	مولانا سعید احمد اکبر آبادی
6- عثمان شہیدؓ	محمد بن یحییٰ بن ابو بکر مالکی رحمتہ اللہ علیہ
7- ابو بکر صدیقؓ	محمد بن ہیکل
8- صحابیاتؓ	طالب ہاشمی
9- خیر البشرؐ کے چالیس جاں نثار	طالب ہاشمی
10- رحمت دارینؐ کے سو شیدائی	طالب ہاشمی
11- حضرت محمدؐ ولادت سے نزول وحی تک	علی اصغر چودھری
12- حضرت محمدؐ نزول وحی سے ہجرت تک	علی اصغر چودھری
13- حضرت محمدؐ ہجرت سے الرفیق الاعلیٰ	علی اصغر چودھری
14- حضرت عثمان غنیؓ	علی اصغر چودھری
15- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشے	علی اصغر چودھری
16- حضرت علیؓ...... فاتح خیبر	علی اصغر چودھری

"یا ارحم الرّحمین اپنے ان بہت ہی محبوب بندوں اور شہیدوں کے صدقے میں ہمارے گناہوں سے درگزر فرمائیں۔ آمین۔"

Marfat.com

Marfat.com

اسلامی کتب

صحابہ کرام اور عشق حبیب ﷺ کے تقاضے	علی اصغر چودھری
نبی اکرم ﷺ کی مسکراہٹیں	علی اصغر چودھری
الکتاب کے آئینے میں انسان اور ابلیس	علی اصغر چودھری
قرآن مجید اور پانچ انسانی قوتیں	علی اصغر چودھری
قرآن مجید کوئز	علی اصغر چودھری
رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات و معمولات	محمد کلیم آرائیں
سیرت پاک ﷺ کوئز	محمد کلیم آرائیں
صحابہ کرام کوئز	محمد کلیم آرائیں
صحابیاتؓ کوئز	سعدیہ کلیم آرائیں
پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں	ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی
لبیک	ممتاز مفتی
سیرت نبوی ﷺ کے منہاج	پروفیسر سمیع اللہ قریشی
نام ۔۔ بچوں کے نام	افضال احمد / اعجاز احمد
عربی خود سیکھیے	پروفیسر رفیع اللہ شہاب
کشت زر بار	پروفیسر احمد رفیق اختر
سلام و پیام	داؤد رہبر
کلچر کے روحانی عناصر	[illegible]
نشان منزل (پابندی صوم و صلوٰۃ)	[illegible]
جدید دور کے مسائل اور ان کا حل (انعام یافتہ)	[illegible]

297.9921 ع 90 خ
75788-U-67

Rs. 150.00

www.sang-e-meel.com
ISBN 969-35-1243-X
9789693512434

Marfat.com

خاندانِ نبوت ﷺ کے شہداء کرامؓ

علی اصغر چوہدری

Marfat.com